ماہنامہ
جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

HRCP

جلد نمبر 21...... شمارہ نمبر 10 ...... اکتوبر 2014..... قیمت 5روپے

Monthly JEHD-E-HAQ - October 2014 - Registered No. CPL-13

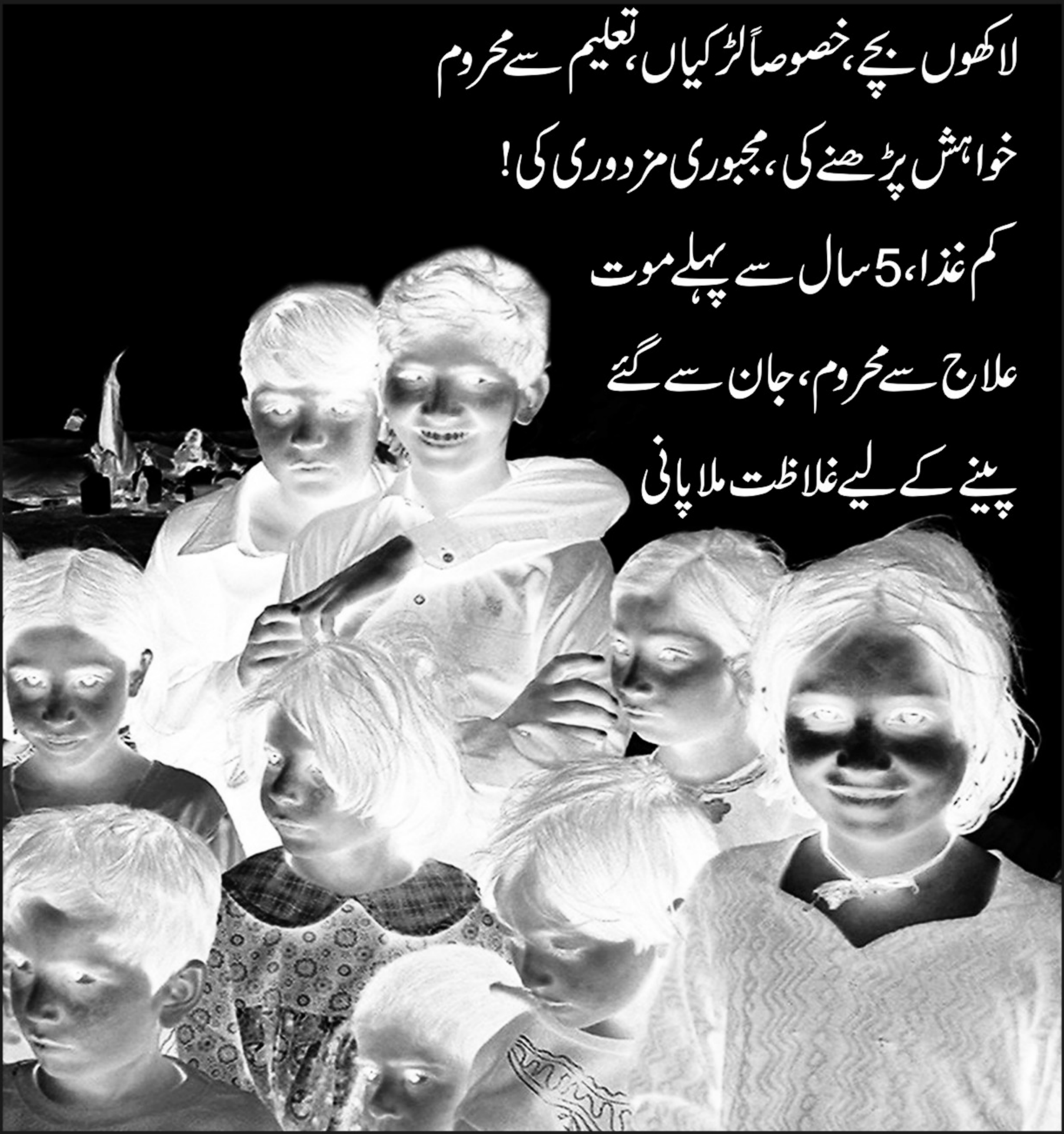

پاکستان کی 5 ویں پیڑھی

1947
2014

20 ستمبر 2014: سوات میں ایچ آر سی پی نے ''ملک میں سماجی، سیاسی اور ثقافتی ہم آہنگی کے فروغ میں ادیبوں اور فنکاروں کا کردار'' کے عنوان پر مشاورت کا اہتمام کیا

14 ستمبر 2014: تربت میں ایچ آر سی پی نے ''بچوں، خواتین، اقلیتوں اور مزدوروں کے حقوق'' کے عنوان پر مشاورت کا اہتمام کیا

فہرست

الیکشن کمیشن: اختیارات/منشور اور ڈھانچہ 5

خواندگی کے عالمی دن کے موقع پر یونیسکو کی ڈائریکٹر جنرل ایرینا بوکوا کا پیغام 6

انتخابی اصلاحات بین الاقوامی اصولوں کی روشنی میں ہونی چاہئیں 7

مساوی حقوق: انتخابات اور سیاسی عمل میں جسمانی طور پر معذور افراد کو کیسے شریک کیا جائے 9

جارحیت کے شکار صحافی 11

کراچی یونیورسٹی کے ڈین ڈاکٹر شکیل اوج کو قتل کر دیا گیا 12

اقلیتیں/صحت 16

مذہب اور ریاست 17

پریشانی جس سے بچا جا سکتا ہے 18

عورتیں 19

بچے 20

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لئے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس 21

خیبر پختونخوا معلومات تک رسائی کا ایکٹ 2013ء کے تحت درخواست دینے کا طریقہ کار 36

خودکشی کے واقعات 37

اقدام خودکشی 43

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا 46

جنسی تشدد کے واقعات 47

تعلیم 50

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط 50

حکومت صحافیوں کے تحفظ کو یقینی بنائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے نامور کالم نگار کامران شفیع کی زندگی کو درپیش خطرات اور صحافیوں پر تشدد کے حالیہ واقعات کی شدید مذمت کرتے ہوئے وفاقی وصوبائی حکومتوں پر زور دیا ہے کہ وہ میڈیا کے نمائندوں کے یقینی تحفظ پر توجہ دیں۔ جمعہ کو جاری کردہ ایک بیان میں کمیشن نے کہا:

''پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے نامور کالم نگار کامران شفیع کو ایک سابق فوجی افسر کی جانب سے موصول ہونے والے چند دھمکی آمیز خطوط دیکھے ہیں جو ایک سنجیدہ معاملہ ہے۔ حکومت کو انہیں مناسب تحفظ فراہم کرنا چاہئے۔ اس حقیقت سے، کہ انہیں دھمکیاں دینے والا شخص ایک سابق فوجی افسر ہے، یا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس نقطہ نظر کو تقویت ملتی ہے کہ عدم رواداری اور تشدد کے جراثیم اب معاشرے کے ان حصوں میں بھی پھیل چکے ہیں جو اس سے قبل منظم اور ذمہ دار تصور کئے جاتے تھے''۔

''کامران شفیع کو ملنے والی دھمکی کو میڈیا کے افراد کی زندگیوں کو لاحق خطرات میں اضافے کے تناظر میں دیکھا جانا چاہئے۔ چند روز پہلے کوئٹہ کے ایک معروف صحافی ارشاد مستوئی اور ان کے دو ساتھیوں کو ان کے دفتر میں گولی مار کر قتل کر دیا گیا تھا۔ پھر پورے ملک نے اسلام آباد کے ریڈ زون میں پولیس اور مظاہرین کی جانب سے صحافیوں پر تشدد کرنے اور ان کا سامان توڑنے کا منظر دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میڈیا برادری نہ صرف ریاستی اداروں بلکہ سیاسی اور مذہبی انتہا پسندوں کے حملوں کی بھی زد میں ہے۔ بلوچستان میں صحافیوں کے تحفظ پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے جہاں گزشتہ پانچ برسوں کے دوران 30 سے زائد صحافیوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح فاٹا میں بھی صحافیوں کو خطرات کا سامنا ہے جس کے باعث ان میں سے چند کو مجبوراً یہ پیشہ اور اپنی رہائش ترک کرنا پڑی''۔

''میڈیا کی آزادی فعال جمہوریت کے قیام کے لئے اولین شرط ہے اور ریاستی اور غیر ریاستی عناصر دونوں ہی اس کے تحفظ کی ذمہ داری کو نظر انداز کرتے ہوئے عوام کے وسیع تر مفادات کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں''۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 05 اکتوبر 2014]

پھانسی پر پابندی برقرار رکھی جائے، سزائے موت کو ختم کیا جائے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ان خبروں پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے کہ پھانسی کی سزاؤں پر عملدرآمد پر عارضی پابندی کے باوجود قتل کے ایک مجرم کو 18 ستمبر کو اڈیالہ جیل میں پھانسی دے دی جائے گی۔ ایچ آر سی پی نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ پھانسی پر عملدرآمد کو فوری طور پر روکا جائے اور پھانسیوں پر عارضی پابندی کا اعلان کیا جائے۔

11 ستمبر کو جاری ہونے والے ایک بیان میں کمیشن نے کہا: ''یہ اطلاعات ایچ آر سی پی کے لئے باعث تشویش ہیں کہ سزائے موت کے ایک قیدی شعیب سرور، جو اس وقت ہری پور جیل میں قید ہے، کو اڈیالہ جیل راولپنڈی میں 18 اگست کو پھانسی دے دی جائے گی۔ مذکورہ مجرم کو 1996ء میں واہ کینٹ میں ایک شخص اویس نواز کو قتل کرنے کے جرم میں 2 جولائی 1998ء کو سزائے موت سنائی گئی تھی۔ مقتول کے بھائی نے مجرم کی تمام اپیلیں خارج کئے جانے اور صدر کی جانب سے رحم کی اپیل مسترد کئے جانے کے باوجود اس کی سزا پر عملدرآمد میں التواء کے خلاف ہائی کورٹ سے رجوع کیا تھا۔ عدالت نے ڈسٹرکٹ اور سیشن جج کو سزا پر عملدرآمد کا حکم دیا۔

ملک میں تاحال آخری بار سزائے موت کے کسی سول قیدی کو 2008ء میں پھانسی دی گئی تھی۔ اس کے بعد سے پھانسیوں پر پابندی عائد رہی۔ ایچ آر سی پی حکومت کو باور کرانا چاہتا ہے کہ 2008ء میں جن وجوہات کی بناء پر پھانسیوں پر پابندی عائد کی گئی تھی، ان میں ابھی تک کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ان میں قانون کی واضح خامیاں، انصاف کے انصرام اور تفتیش کے طریق کار میں پائے جانے والے نقائص اور دیرینہ بدعنوانی جیسے عوامل شامل ہیں۔ ان عوامل کے باعث سزائے موت، قانونی تقاضوں کی تکمیل میں قانونی نظام کی ناکامی کا باعث بنتی ہے جو کسی بھی مہذب معاشرے میں قابل قبول نہیں، بالخصوص اس

لئے کہ یہ سزا ناقابل تبدل ہے۔

پھانسیوں پر رسمی پابندی کے باوجود پاکستان کے قانون میں 28 جرائم پر موت کی سزا اب بھی برقرار ہے اور عدالتوں کی جانب سے سزائے موت سنانے کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔

اس پس منظر میں 15 ستمبر کو سرور کی سزائے موت پر عملدرآمد ایک رجعت پسندانہ اقدام ہے جس سے بہت سے اندیشے پیدا ہوتے ہیں۔ مجرم کے رشتہ داروں نے ایک مرتبہ پھر صدر سے سزا کو ختم کرنے کی درخواست کی ہے اور وہ خون بہا کے ذریعے معاملہ طے کرنے کی بھی کوشش کر رہے ہیں۔ ایچ آر سی پی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس پھانسی اور تمام زیرِ غور پھانسیوں پر عملدرآمد روکا جائے اور پھانسیوں پر غیر رسمی معطّلی کو بلاتاخیر رسمی شکل دی جائے۔ ہم صدرِ مملکت سے پرزور اپیل کرتے ہیں کہ وہ رحم کی اپیلوں پر ہمدردانہ غور کریں اور سزائے موت کو عمر قید میں تبدیل کر دیں۔

''ایچ آر سی پی یہ مطالبہ کرتا ہے کہ حکومت سزائے موت کے خاتمے کے حوالے سے فوری اقدامات کرے۔

ایچ آر سی پی اس بات پر بھی زور دیتا ہے کہ حکومت شہری اور سیاسی حقوق کے بین الاقوامی میثاق کے اضافی معاہدے پر دستخط کرے، جس کا مقصد سزائے موت کا خاتمہ ہے۔ کمیشن اراکین پارلیمنٹ، سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ پاکستان میں سزائے موت کے خاتمے کی مہم کا حصہ بنیں اور پاکستان میں زندگی کے حق کے احترام کو فروغ دیں۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 11 اکتوبر 2014]

اڈیالہ جیل میں تضحیک مذہب کے ملزم پر حملہ باعث تشویش ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے اڈیالہ جیل میں تضحیک مذہب کے الزامات میں قید سزائے موت کے 70 سالہ قیدی پر حملے کی مذمت کی ہے۔ قیدی کو جیل میں تعینات پولیس اہلکار نے فائرنگ کر کے زخمی کر دیا تھا۔

جمعہ کو جاری ہونے والے ایک بیان میں ایچ آر سی پی نے کہا: بروز بدھ جیل محافظ کی جانب سے ایک پاکستانی نژاد برطانوی پر حملہ ہی نہیں بلکہ جس آسانی سے ساتھ پولیس اہلکار فائرنگ سے قبل محمد اصغر کی حوالات میں گیا وہ امر بھی تشویش ناک ہے۔ تضحیک مذہب کے الزامات کے باعث تشدد کے حالیہ رجحانات پر سرسری نظر ہی یہ ظاہر کرنے کے لیے کافی تھی کہ اس قسم کا حملہ غیر متوقع نہیں تھا۔

اس بات کے قوی امکانات تھے کہ قیدی کو نشانہ بنایا جائے گا، چنانچہ، ہمیں افسوس ہے کہ حملے کی روک تھام کے لیے مؤثر اقدامات نہیں کیے گئے تھے۔''

ایچ آر سی پی کی رائے یہ ہے کہ واقعے کے بعد محض چند پولیس اہلکاروں کو معطل کرنے سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ ایسے معنی خیز اقدامات کیے جانے چاہئیں کہ ایسی صورت حال دوبارہ پیدا نہ ہو اور بالخصوص ایسے واقعات میں پولیس کے کردار پر گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

ایچ آر سی پی مطالبہ کرتا ہے کہ واقعے کی مکمل تحقیقات کی جائیں تاکہ اس بات کا تعین کیا جاسکے کہ اس حملے کو روکنے کے لیے کیا کیا جا سکتا تھا اور مستقبل میں اس حوالے سے کون سے اقدامات کیے جانے چاہئیں۔ یہ امر توجہ طلب ہے کہ یہ پہلا واقعہ نہیں کہ کسی پولیس اہلکار نے تضحیک مذہب کے ملزم پر حملہ کیا ہو۔

اس بات کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے کہ اصغر، جو طویل عرصے سے ذہنی مرض کا شکار ہے، کو انتہائی خطرناک صورت حال کا سامنا ہے۔ ہسپتال میں اس کے لیے سخت حفاظتی انتظامات کرنے اور اس پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

ایچ آر سی پی کا پرزور مطالبہ ہے کہ جیل میں قید تضحیک مذہب کے تمام ملزمان اور اس جرم میں سزا یافتہ افراد کا تحفظ یقینی بنایا جائے۔ پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق امید کرتا ہے کہ حکام اس بات کو یقینی بنائیں گے کہ اصغر پر حملہ کرنے والے پولیس اہلکار کو اس کے جرم کے مطابق سزا دی جائے گی اور اس کو سلمان تاثیر کے قاتل کی طرح ہیرو نہیں بنایا جائے گا۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 26 اکتوبر 2014]

جہد حق پڑھنے والے توجہ کریں

- آپ نے اس شمارہ کا مطالعہ کیا
  جو خامیاں / کمزوریاں آپ کو نظر آئی ہوں۔ ان کی نشاندہی خط کے ذریعے سے کیجئے۔
- آپ بھی اپنے علاقے میں ہونے والی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی رپورٹ / اطلاع ہمیں اس رسالہ میں چھپنے والا رپورٹ فارم پُر کر کے بذریعہ ڈاک روانہ کر سکتے ہیں۔ حقائق اچھی طرح سے تصدیق کر کے لکھیں۔
- ہر شمارہ کی قیمت مبلغ =/5 روپیہ ہے
- سالانہ خریداروں کے لیے =/50 روپیہ ایسے خریدار پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (Human Rights Commission of Pakistan) کے نام صرف =/Rs.50 کا منی آرڈر یا ڈرافٹ (چیک قبول نہیں کیا جائے گا) ہمارے ہیڈ آفس کے پتہ پر روانہ کریں۔ پتہ یہ ہے:

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق

''ایوان جمہور'' 107 - ٹیپو بلاک،

نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

HRCP کارکن متوجہ ہوں

''جہد حق'' کے لیے رپورٹ فارم کے مطابق کوائف پر مبنی رپورٹیں، خبریں، تصاویر یا انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق دیگر مواد مہینے کے تیسرے ہفتے تک پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے تاکہ یہ اگلے شمارے میں شائع کیا جاسکے۔

جہد حق کا تازہ شمارہ اور پچھلے شمارے اب ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔ پتہ:

www.hrcp-web.org

الیکشن کمیشن: اختیارات/منشور اور ڈھانچہ

یہ تحریر الیکشن کمیشن آف پاکستان کا ایک مختصر سا تعارف ہے جس میں اس کی آئینی حیثیت اور فرائض کا ذکر کیا گیا ہے۔ کمیشن کے فرائض میں قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیوں، سینٹ اور بلدیاتی اداروں کے آزادانہ، منصفانہ اور شفاف انتخابات کرانا شامل ہے۔ اس کے علاوہ اسلام آباد، چاروں صوبائی دارالحکومتوں، تمام ڈویژنوں اور اضلاع کے اداراتی ڈھانچے بھی اس کے تحت فرائض انجام دیتے ہیں۔

پاکستان کا آئین اور الیکشن کمیشن

الیکشن کمیشن ایک آئینی ادارہ ہے جو ملک میں انتخابات کے انتظام و انصرام کا ذمہ دار ہے۔ آئین کی شق 218(3) کے تحت انتخابات کے انتظامات کرنا اور انتخابات کروانا کمیشن کی ذمہ داری ہے۔ اس کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ ''وہ اس سلسلے میں ایسے انتظامات کرے کہ جن سے انتخابات کے عمل کا دیانتدارانہ، منصفانہ اور شفاف ہونا یقینی ہوجائے۔[1] پاکستان کی عدالت عظمٰی نے ورکر پارٹی کے مقدمہ (آئینی پٹیشن نمبر 87/2011) میں اپنے فیصلے میں لفظ ''دیانتداری'' ''منصفانہ'' اور ''شفاف'' کی تفصیلی تشریح کے ساتھ ساتھ فیصلے میں آئین کی شق [2]218(3) کے تحت کمیشن کے اختیارات کی بھی توضیح کی ہے۔

آئین کی شق 218 کے تحت کمیشن پانچ افراد پر مشتمل ہے۔ ان میں ایک چیف الیکشن کمشنر (سی ای سی) اور اس کے ساتھ چار ارکان ہوتے ہیں جن کا تقرر حکومت اور حزب اختلاف کے ارکان پر مشتمل پارلیمانی کمیٹی کرتی ہے۔ کمیٹی کے ارکان کی تعداد برابر ہوتی ہے۔ یعنی جتنے ارکان حکومت کی طرف سے نامزد ہوں گے اتنے ہی حزب اختلاف کی طرف سے بھی نامزد کئے جاتے ہیں۔ آئین کی شق [3]219 کے تحت کمیشن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیوں اور بلدیاتی اداروں کے انتخابات کروائے۔ انتخابی فہرستیں تیار کرے اور ہر سال ان پر نظر ثانی کرنے کے ساتھ ساتھ سینٹ کے انتخابات کروانے کے علاوہ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں میں خالی ہونے والی نشستوں پر بھی انتخابات کروائے۔ آئین کی شق 140۔اے کے تحت بلدیاتی انتخابات کروانے کی ذمہ داری بھی الیکشن کمیشن آف پاکستان کی ہے۔ مزید برآں، کمیشن کو انتخابات کے بعد انتخابی عذر داریوں پر فیصلہ کرنے کے لئے الیکشن ٹریبونل قائم کرنے کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ آئین کی شق 213 کے مطابق سپریم کورٹ کے حاضر سروس یا سابق جج یا ہائی کورٹ کے کسی ایسے جج کو جو سپریم کورٹ کا جج بننے کا اہل ہو، کمیشن کا چیئرمین مقرر کیا جاسکتا ہے۔ کمیشن کے ارکان چاروں ہائی کورٹوں کے سابق جج ہوں گے۔ یعنی بلوچستان، خیبر پختونخوا، پنجاب اور سندھ سے ایک ایک سابق جج لیا جائے گا۔ آئین کی شق 220 کے تحت وفاق اور صوبوں کے تمام انتظامی حکام کا یہ فرض ہے کہ وہ فرائض کی ادائیگی میں کمیشن کی ہر ممکن مدد کریں۔ متعدد چیلنجوں کا سامنا ہونے کے باوجود الیکشن کمیشن نے

الیکشن کمیشن ایک آئینی ادارہ ہے جو ملک میں انتخابات کے انتظام و انصرام کا ذمہ دار ہے۔ آئین کی شق **218(3)** کے تحت انتخابات کے انتظامات کرنا اور انتخابات کروانا کمیشن کی ذمہ داری ہے۔ اس کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ ''وہ اس سلسلے میں ایسے انتظامات کرے کہ جن سے انتخابات کے عمل کا دیانتدارانہ، منصفانہ اور شفاف ہونا یقینی ہوجائے۔ **[1]** پاکستان کی عدالت عظمٰی نے ورکر پارٹی کے مقدمہ (آئینی پٹیشن نمبر **87/2011**) میں اپنے فیصلے میں لفظ ''دیانتداری'' ''منصفانہ'' اور ''شفاف'' کی تفصیلی تشریح کے ساتھ ساتھ فیصلے میں آئین کی شق **[2]218(3)** کے تحت کمیشن کے اختیارات کی بھی توضیح کی ہے۔

1970ء سے لے کر 2013ء تک (1970,1977,1985,1988,1990,1993,1997,2002,2008ء اور 2013ء) عام انتخابات کامیابی کے ساتھ کروائے۔ 2013ء کے عام انتخابات براہ راست ووٹ کی بنیاد پر ہونے والے دسویں انتخابات تھے۔ 1970ء سے پہلے قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے بالواسطہ انتخابات ہوتے تھے۔

الیکشن کمیشن، پاکستان میں انتخابات کا اہتمام کرتا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے پاکستان دنیا کا چھٹا بڑا ملک ہے۔ باوجود یکہ الیکشن کمیشن آف پاکستان بہت بڑے پیمانے کے انتخابی عمل کا انتظام کرتا رہا ہے۔ کمیشن نے اپنی اہلیت، صلاحیت اور خود سے جڑی توقعات کی آگاہی رکھتے ہوئے قوم کو انتخابات دیئے۔

الیکشن کمیشن آف پاکستان کا تنظیمی ڈھانچہ

غیر جانبدارانہ، منصفانہ اور شفاف انتخابات کروانے کے لئے الیکشن کمیشن کو سیکرٹریٹ اور ملک بھر میں موجود اس کے دفاتر کا تعاون حاصل ہوتا ہے۔ کمیشن کی قیادت ایک سیکرٹری کرتا ہے۔ الیکشن کمیشن کا سیکرٹری افرادی اور مادی وسائل مہیا کرنے کے علاوہ پالیسیاں تیار کرتا ہے اور ان پالیسیوں کے نفاذ کے ذریعے سازگار حالات پیدا کرتا ہے تاکہ الیکشن کمیشن آف پاکستان ایک ادارے یا تنظیم کی حیثیت سے اپنے فرائض موثر طور پر ادا کرسکے۔ سیکرٹری کی معاونت کے لئے ایک ایڈیشنل سیکرٹری، متعدد ڈائریکٹر جنرل، صوبائی الیکشن کمشنرز، کئی ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل اور دوسرے افسر ہوتے ہیں۔ تنظیم میں درجہ بندی اس طرح ہوتی ہے کہ ڈائریکٹر جنرلوں کی معاونت ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرلز اور متعدد ڈائریکٹرز، ڈپٹی ڈائریکٹرز اور اسسٹنٹ ڈائریکٹرز کرتے ہیں۔ ملک بھر میں الیکشن کمیشن آف پاکستان کا عملہ 2200 افراد پر مشتمل ہے۔ کمیشن کا موجودہ تنظیمی ڈھانچہ درج ذیل ہے:۔

الیکشن کمیشن آف پاکستان سیکرٹریٹ

الیکشن کمیشن آف پاکستان کا سیکرٹریٹ اسلام آباد میں ہے جس کا سربراہ کمیشن کا سیکرٹری ہوتا ہے۔ ملک بھر میں موجود اداراتی ڈھانچے کے کام کاج کی دیکھ بھال سیکرٹری کی ذمہ داری ہے۔ سیکرٹریٹ متعدد ونگز اور یونٹوں پر مشتمل ہے۔ ان میں الیکشن ونگ، بجٹ ونگ، ایڈمنسٹریشن ونگ، لوکل گورنمنٹ ونگ، انفارمیشن ٹیکنالوجی ونگ، ٹریننگ ونگ، لاء ڈائریکٹوریٹ اور پبلک ریلیشنز ڈائریکٹوریٹ شامل ہیں۔ ہر ونگ، ڈائریکٹوریٹ یا یونٹ کا سربراہ ایک ڈائریکٹر جنرل یا ایک ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل ہوتا ہے۔ ڈائریکٹر جنرلوں کی معاونت ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرل، ڈائریکٹرز، ڈپٹی ڈائریکٹرز اور اسسٹنٹ ڈائریکٹرز کرتے ہیں۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے دو نئے یونٹ بھی قائم کئے ہیں۔ ان میں ایک انتخابی مالی وسائل کا یونٹ (الیکٹورل فنانس یونٹ) اور دوسرا صنفی یونٹ (جینڈر یونٹ) ہے۔ ان کی سربراہی ایڈیشنل ڈائریکٹر جنرلز کرتے ہیں۔

پراونشل الیکشن کمشنر کے دفاتر

الیکشن کمیشن آف پاکستان کے صوبائی دفاتر کا سربراہ صوبائی الیکشن کمشنر ہوتا ہے۔ ان کے دفاتر چاروں صوبائی دارالحکومتوں کراچی، لاہور، پشاور اور کوئٹہ میں ہیں۔ صوبائی

الیکشن کمشنروں کی معاونت جوائنٹ پراونشل الیکشن کمشنرز، ڈائریکٹرز، ڈپٹی ڈائریکٹرز، اسسٹنٹ ڈائریکٹرز اور دوسرا عملہ کرتا ہے۔ ہر صوبائی دفتر میں ایک ایک جوائنٹ پراونشل الیکشن کمشنر ہوتا ہے۔

ریجنل الیکشن کمشنرز کے دفاتر

پاکستان کے تمام ڈویژنوں میں ریجنل الیکشن کمشنروں کے دفاتر ہیں۔ یہ دفاتر پراونشل الیکشن کمشنروں اور ڈویژنل الیکشن کمشنروں کے درمیان رابطے کے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ یہ ڈویژن اور ضلعی انتظامیہ اور دوسرے متعلقہ اداروں کے درمیان رابطہ کے طور پر کام کرتے ہیں۔

ڈسٹرکٹ الیکشن کمشنرز کے دفاتر

الیکشن کمیشن آف پاکستان کے تنظیمی ڈھانچے کا سب سے نچلا حصہ ڈسٹرکٹ الیکشن کمشنرز کے دفاتر کا ہوتا ہے۔ یہ دفاتر ملک بھر میں ضلعی سطح پر قائم ہیں جن کی سربراہی ڈسٹرکٹ الیکشن کمشنر کرتے ہیں۔ اس وقت ملک بھر میں 126 ضلعی دفاتر کام کر رہے ہیں۔ ضلعی دفاتر کے انتظام وانصرام، ضلعی انتظامیہ اور دوسرے ایگزیکٹو حکام کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھنے کے ساتھ ساتھ ڈسٹرکٹ الیکشن کمشنرز رجسٹریشن آفیسرز کے فرائض بھی سرانجام دیتے ہیں تاکہ انتخابی فہرستوں کو صحیح رکھا جاسکے۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان کے پاس اضلاع میں الیکشن آفیسر بھی موجود ہیں تاکہ ڈسٹرکٹ الیکشن کمشنروں کو فرائض کی انجام دہی ہیں مدد اور معاونت حاصل رہے۔

الیکشن کمیشن آف پاکستان کے ملک بھر کے الیکشن دفاتر میں کلریکل سٹاف کی معاونت بھی میسر ہے۔ یہ مختلف شعبوں میں فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ (1) آئین پاکستان کا آرٹیکل (3) 218 کے تحت الیکشن کمیشن کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ وہ انتخابی بدعنوانیوں کے خلاف قانون کے مطابق تحفظ مہیا کرے۔ آرٹیکل میں پارلیمنٹ، صوبائی اسمبلیوں اور قانون میں دیئے گئے دوسرے عوامی عہدے وغیرہ شامل ہیں۔ (2) ورکرز پارٹی کی آئینی پٹیشن نمبر 87 آف 2011ء صفحہ 41-38، میں سپریم کورٹ آف پاکستان کا فیصلہ (3) کمیشن کو یہ ذمہ داری سونپی جائے (الف) قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے لئے انتخابی فہرستوں کی تیاری، ہر سال ان فہرستوں پر نظرثانی، (ب) سینٹ کے انتخابات کا انتظام کرنا اور انتخابات کروانا، یا ایوان کی خالی نشستوں پر انتخاب کروانا۔ اسی طرح صوبائی اسمبلیوں میں انتخاب کروانا، (ج) الیکشن ٹربیونل قائم کرنا (د) قومی اسمبلی، صوبائی اسمبلیوں اور مقامی حکومتوں کے عام انتخابات کروانا اور (ر) وہ دوسرے فرائض جو مجلس شوریٰ کے منظور کئے جانے والے ایکٹ میں دیئے گئے ہوں، کو انجام دینا۔

خواندگی کے عالمی دن کے موقع پر یونیسکو کی ڈائریکٹر جنرل ایرینا بوکوا کا پیغام

8 ستمبر کو دنیا بھر میں 78 کروڑ 10 لاکھ بالغ افراد پڑھنا، لکھنا یا گنتی گننا نہیں جانتے۔ ان میں دو تہائی تعداد خواتین کی ہے۔ 25 کروڑ سے زائد بچے ایک جملہ تک نہیں پڑھ سکتے حالانکہ ان میں سے نصف نے سکول میں چار سال گزارے ہوتے ہیں۔ ہم ان پڑھ نوجوان نسل کے ذریعے کس قسم کا معاشرہ تعمیر کرنے کی توقع رکھتے ہیں؟ یہ وہ دنیا نہیں جس میں ہم رہنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک ایسی دنیا چاہتے ہیں جس میں ہر کوئی اپنے معاشروں کی قسمت بنانے کے عمل میں شرکت کرے، علم تک رسائی حاصل کرے اور جواب میں علم کو آگے بڑھائے۔

خواندگی کا عالمی دن، جسے اس سال خواندگی اور مستحکم ترقی کے درمیان تعلق کے لئے وقف کیا گیا ہے، ہمیں موقع فراہم کرتا ہے کہ ہم اس عام سی سچائی کو یاد رکھیں کہ؛ خواندگی نہ صرف زندگیوں کو تبدیل کرتی ہے بلکہ ان کا تحفظ بھی کرتی ہے۔ تعلیم غربت کو کم کرنے میں مدد دیتی ہے اور لوگوں کو روزگار تلاش کرنے اور بھاری تنخواہیں حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے۔ تعلیم ماؤں اور بچوں کی صحت کو بہتر بنانے، ڈاکٹری نسخوں کو سمجھنے اور مراکز صحت تک رسائی حاصل کرنے کے موثر ترین ذرائع میں سے ایک ہے۔ 1990ء سے 2009ء تک کے درمیان تولیدی عمر کی خواتین کی تعلیم میں بہتری کے باعث پانچ سال سے کم عمر کے 20 لاکھ سے زائد بچوں کی زندگیاں بچائی گئیں۔ خواندگی علم تک رسائی میں مدد فراہم کرتی ہے اور خودمختاری اور خودتوقیری کے ایک ایسے عمل کا آغاز کرتی ہے جس سے ہر کوئی مستفید ہوتا ہے۔ لاکھوں افراد کی یہ قوت معاشروں کے بہتر مستقبل کے لئے لازمی ہے۔

آج دنیا بھر میں 78 کروڑ 10 لاکھ بالغ افراد پڑھنا، لکھنا یا گنتی گننا نہیں جانتے۔ ان میں دو تہائی تعداد خواتین کی ہے۔ 25 کروڑ سے زائد بچے ایک جملہ تک نہیں پڑھ سکتے حالانکہ ان میں سے نصف نے سکول میں چار سال گزارے ہوتے ہیں۔ ہم ان پڑھ نوجوان نسل کے ذریعے کس قسم کا معاشرہ تعمیر کرنے کی توقع رکھتے ہیں؟ یہ وہ دنیا نہیں جس میں ہم رہنا چاہتے ہیں۔ ہم ایک ایسی دنیا چاہتے ہیں جس میں ہر کوئی اپنے معاشروں کی قسمت بنانے کے عمل میں شرکت کرے، علم تک رسائی حاصل کرے اور جواب میں علم کو آگے بڑھائے۔

ہمیں کامیابی حاصل کرنے کے لیے تعلیمی پروگراموں کے روایتی طریقہ کار کو بدلنا ہوگا تاکہ محدود فہم میں محض لکھنے اور پڑھنے سے بالاتر ہوکر ہم تحفظ پسندانہ طرز زندگی کے حوالے سے وسیع تر مہارتوں، حیاتیاتی نظام کے تحفظ، غربت کے خاتمے، قدرتی آفات کے خطرات میں کمی کے علاوہ شہری شراکت کا احاطہ کرسکیں۔ اس طرح سے تعلیمی پروگرام ان کی کایا پلٹ کرنے کی صلاحیتوں کو آشکار کرسکتے ہیں۔

اس برس نومبر میں جاپان میں "مستحکم ترقی کے لیے تعلیم" سے متعلق منعقد ہونے والی ایچی نگویا کانفرنس کا مرکزی نکتہ ان مقاصد کا حصول ہوگا یہ اگلے سال جمہوری کوریا کے شہر انچون میں منعقد ہونے والے عالمی تعلیمی فورم کا بھی بنیادی موضوع ہوگا تاکہ 2015ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں مستحکم ترقی کے نئے اہداف کی منظوری سے متعلق ایک عالمی بحث کا آغاز کیا جاسکے۔ یونیسکو دنیا بھر کے ممالک جیسے کہ افغانستان، بنگلہ دیش، کمبوڈیا، مصر، نائجیریا، سینیگال کے علاوہ دیگر ممالک میں کام کر رہا ہے تاکہ تعلیم کو یقینی طور پر قومی ترقیاتی منصوبوں کا حصہ بنایا جاسکے۔

یونیسکو کی جانب سے لڑکیوں اور خواتین کی تعلیم کے لئے عالمی شراکت اور تعلیم پر لڑکیوں کے حق کے لئے قائم ملالہ فنڈ کا مرکز محور بھی خواندگی ہی ہوگا۔ یونیسکو کنفیوشس پرائز فار لٹریسی اور یونیسکو کنگ سی جونگ لٹریسی پرائز، ہمیں ہر سال ان اختراعی سرگرمیوں کی انجام دہی کا موقع فراہم کرتے ہیں، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کامیابی ہماری دسترس میں ہے۔ موبائل فون سمیت دیگر جدید اطلاقی علوم بھی تمام لوگوں کے لیے تعلیم کے نئے مواقع فراہم کرتے ہیں۔ ہمیں زیادہ سرمایہ کاری کرنا ہوگی اور میں تمام رکن ریاستوں اور شراکت داروں سے اپیل کرتی ہوں کہ وہ اپنی سیاسی و مالیاتی کوششوں کو دوگنا کریں تاکہ اس امر کو یقینی بنایا جاسکے کہ خواندگی مستحکم ترقی میں اضافے کا مضبوط ترین ذریعہ ہے۔ ہم جس مستقبل کے خواہاں ہیں اس کی ابتداء حروف ابجد سے ہوتی ہے۔

انتخابی اصلاحات بین الاقوامی اصولوں کی روشنی میں ہونی چاہئیں

ایشلے بر

انتخابات کی چوری بہت آسان کام ہوا کرتا تھا لیکن آج کے دور میں بین الاقوامی قانون اور مقررہ ضابطوں، ماہر مبصرین اور ویب کی بنیاد پر ہونے والی اطلاعاتی شراکت داری نے انتخاب میں دھاندلی کو اس قدر مشکل بنادیا ہے کہ انتخابی نتائج کو تبدیل کرنا ممکن نہیں رہا۔ ان عوامل کی یکجائی نے گزشتہ دس برسوں کے دوران پاکستان کے انتخابی نظام کو بہتر بنانے میں کافی مدد کی ہے۔ اس حوالے سے درج شدہ شناختی نمبروں کے ساتھ شفاف بیلٹ بکسوں (جن کے آر پار دیکھا جاسکتا ہے) کو متعارف کرانا، چالیس ہزار سے زائد تربیت یافتہ شہریوں کے ذریعے اعداد وشمار کی بنیاد پر انتخابی عمل کی دیکھ بھال، اور الیکشن کمیشن آف پاکستان کی ویب سائٹ کے ذریعے انتخابی معلومات کا لوگوں تک پہنچنا ایسے اقدامات تھے، جن سے انتخابی عمل میں کافی حد تک شفافیت آئی۔

انتخابی نظام کو مزید بہتر بنانے کی خاطر انتخابی اصلاحات کے لئے قائم کردہ پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی نے کام شروع کردیا ہے۔ اس کمیٹی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ سابقہ انتخابی عمل میں موجود خامیوں کو جانچے اور مستقبل میں آزادانہ، صاف اور شفاف انتخابات کروانے کے لیے سفارشات مرتب کرے۔ سیاست کا شکار ہونے سے بچنے کے لئے بہتر ہوگا کہ کمیٹی بین الاقوامی سطح کے معیارات کے مطابق اور بین الاقوامی قانونی اصولوں کی بنیاد پر اپنا کام کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ کمیٹی کو آئینی اور قانونی ضرورتوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔

پاکستان کے 2013ء کے انتخابات شہری اور سیاسی حقوق (سول اینڈ پولیٹیکل رائٹس) کے بین الاقوامی معاہدہ یا اقرار نامہ پر 2010ء میں دستخط کرنے کے بعد ہونے والے پہلے اور بدعنوانیوں کے خلاف بین الاقوامی معاہدے کی 2007ء میں توثیق کے بعد ہونے والے دوسرے عام انتخابات تھے۔ تاہم ضرورت اس بات کی ہے کہ ان اور دوسرے بین الاقوامی معاہدوں کی روشنی میں قانونی تقاضوں پر عمل درآمد کے لئے پاکستان مزید اقدامات کرے۔ بہت سے ماہرین نے تفصیلی سفارشات پیش کی ہیں۔ ان سفارشات کو 2013ء کے یورپین یونین الیکشن آبزرویشن مشن کی حتمی رپورٹ، ڈیموکریسی رپورٹنگ انٹرنیشنل اور ''پاکستان الیکشن لاز اینڈ انٹرنیشنل سٹینڈرڈز'' سمیت متعدد بین الاقوامی تنظیموں کی تیار کردہ رپورٹوں کی روشنی میں تیار کیا گیا ہے۔ ان اداروں کے پیش کردہ تجزیے آزاد اور خودمختار الیکشن حکام، امیدوار کی رجسٹریشن اور دوسرے امور کا احاطہ کرتے ہیں۔

خصوصی کمیٹی کو دوسرے بہت سے معاملات سمیت

> خصوصی کمیٹی کو دوسرے بہت سے معاملات سمیت تین قسم کے موضوعات کی ترجیحات مقرر کرنی چاہئیں اور یہ ترجیحات بین الاقوامی قانونی تقاضوں کے ساتھ پاکستان کی وابستگی کی بنیاد پر مقرر کی جانی چاہئیں۔

تین قسم کے موضوعات کی ترجیحات مقرر کرنی چاہئیں اور یہ ترجیحات بین الاقوامی قانونی تقاضوں کے ساتھ پاکستان کی وابستگی کی بنیاد پر مقرر کی جانی چاہئیں۔ پہلی ترجیح معلومات تک رسائی کا حق (انتخابی شفافیت) ہے۔ دوسری ترجیح عام اہل ووٹروں کے ساتھ ایک جیسا سلوک اور ہر ووٹ کو مساوی حیثیت دینا (عالمی اور مساوی حقوق رائے دہی) ہے جبکہ تیسری ترجیح انتخابات کے بارے میں شکایات اور انتخابی نتائج کے خلاف پٹیشنوں (قانونی تلافی) کی بروقت شنوائی اور ان پر فیصلے کرنا ہے۔ آئی سی سی پی آر، سی اے سی اور دوسرے بین الاقوامی معاہدوں میں ان تمام مسائل کی قانونی حیثیت کو صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور اگر پھر بھی کوئی ابہام رہ جائے تو پھر سرکاری طور پر دی گئی وضاحتیں (جنہیں عمومی رائے یا تبصرہ کہا جاتا ہے) اور دنیا بھر میں ہونے والے انتخابات کے بہترین معیارات اس ابہام کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ حالیہ برسوں میں کچھ بہتری تو آئی ہے، تاہم پاکستان کا انتخابی نظام بنیادی عدم شفافیت کا تاحال شکار ہے۔ انتخابات سے متعلق بنیادی معلومات کو اکٹھا کرنے اور دوسروں کو ان میں شریک کرنے کے لئے آسان سے اقدامات اٹھانے میں الیکشن کمیشن آف پاکستان کی ناکامی سیاسی تنازعات کا بنیادی سبب ہے جس کے باعث ہر منتخب حکومت کی قانونی حیثیت مجروح ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر الیکشن کمیشن آف پاکستان نے 2013ء کے عام انتخابات میں قومی اسمبلی کے 93 حلقوں کی حتمی پولنگ سکیموں کا نوٹیفکیشن جاری کرنے کے بعد پولنگ کیمپوں میں تبدیلیاں کی اور 152 انتخابی حلقوں کے سرکاری انتخابی نتیجے کے فارم تقسیم کرنے میں کمیشن ناکام رہا۔ اس کے علاوہ ای سی پی 2013ء میں ہر مردانہ اور زنانہ پولنگ بوتھ میں ڈالے جانے والے ووٹوں سے یہ اعداد وشمار حاصل کرنے میں ناکام رہا کہ ووٹ کی کتنی پرچیاں خواتین کی تھیں اور کتنی پرچیاں مردوں نے ڈالی تھیں۔ یہ معلومات حاصل کرنے کا طریقہ کار نہایت آسان تھا لیکن کمیشن یہ کام نہیں کرسکا۔

معلومات اور شفافیت میں یہ ناموافقت ناقابل معافی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ناموافقت قومی اور بین الاقوامی قانون سے متضاد بھی ہے حالانکہ سپیشل کمیٹی کے لئے یہ نسبتاً آسان تھا کہ وہ قانون اور طریق کار میں اصلاحات کے ذریعے اس کام کو انجام دے دیتی۔ 1973ء کے آئین کا آرٹیکل 19۔اے، یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس (یوڈی ایچ آر) اور آئی سی سی پی آر دونوں ہی کے آرٹیکل 19 کی بازگشت ہے جس میں یہ اختیار دیا گیا ہے کہ ''ہر شہری کو عوامی اہمیت کے تمام معاملات میں معلومات حاصل کرنے کا حق حاصل ہے''۔ دی ری پریزینٹیشن آف دی پیپل ایکٹ مجریہ 1976ء (آر۔او۔پی۔اے) کی دفعہ 45 یہ ہدایت کرتی ہے کہ ماسوائے بیلٹ پیپروں کے الیکشن کمیشن آف پاکستان کے پاس موجود تمام دستاویزات کا معائنہ عوام کرسکتے ہیں'' پاکستان کے فریڈم آف انفارمیشن آرڈیننس کی دفعہ تین

واضح کرتی ہے کہ ''کسی بھی درخواست کنندہ کو سرکاری ریکارڈ تک رسائی دینے سے انکار نہیں کیا جاسکتا''۔ ان تمام بنیادی اصولوں یا گلیوں کو سی ای سی کے آرٹیکل 10 کے ذریعے تقویت دی گئی ہے جو یہ کہتا ہے کہ ''پبلک ایڈمنسٹریشن کی شفافیت کو بڑھاوا دینے کے لئے حکومت کو ضروری اقدامات کرنے چاہئیں''۔ وقت آگیا ہے کہ تمام متعلقہ قوانین اور طریقہ ہائے کار کو منضبط کرنے کے لئے اقدامات کئے جائیں اور اس بات کو بھی یقینی بنایا جائے کہ ان قوانین اور طریقہ ہائے کار کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ان پر عملدرآمد بھی کیا جائے۔

دوسری بات یہ کہ بین الاقوامی قانون متقاضی ہے کہ قانون دان اور انتخابی منتظمین اس بات کو یقینی بنائیں کہ خواتین سمیت تمام اہل ووٹروں کا انتخابی فہرستوں میں اندراج ہو چکا ہے اور ووٹروں کی فہرست کا کوئی بھی حصہ الگ سے نہیں رکھا گیا وگرنہ ووٹروں میں امتیاز پیدا ہوگا۔ اس بات کا دھیان بھی رکھا جانا چاہئے کہ ووٹروں کی فہرستوں میں مختلف عقیدوں کے لوگوں کے نام یقینی طور پر شامل ہیں۔ آئی سی سی پی آر کا آرٹیکل 25 واضح کرتا ہے کہ ''آرٹیکل 2 (نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب، سیاسی یا کوئی مختلف نظریہ، قومیت، یا سماجی سلسلہ نسب، ملکیت، پیدائش یا کوئی دوسری حیثیت) ''ہر شہری کو یہ حق اور موقع مہیا کرتا ہے کہ وہ ''ووٹ ڈالے اور وقتاً فوقتاً ہونے والے انتخابات میں حصہ لے کر منتخب ہو جو اس کا حق ہے''۔

اس جملے ''مساوی حق رائے دہی'' کا اضافی مطلب یہ ہے کہ ہر حلقۂ نیابت میں ووٹروں کی تعداد تناسب کے اعتبار سے مساوی ہونی چاہئے تا کہ ہر ووٹ کی اہمیت تقریباً ایک جیسی ہو یا دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ نمائندہ منتخب کرنے میں ہر ووٹر کی طاقت دوسرے ووٹر کی طاقت کے مساوی ہونی چاہئے۔

عمومی طور پر پاکستان میں فی حلقہ مختص ووٹروں کی تعداد بے حد غیر مساویانہ ہے۔ مزید برآں 2013ء کی انتخابی فہرستوں میں مردوں کے مقابلے میں خاتون ووٹروں کی تعداد ایک کروڑ تھی اور احمدی ووٹروں کے ناموں کی غیر قانونی طور پر علیحدہ سے فہرست ہے۔ انتخابی نظام میں اس قسم کی انتہائی سنجیدہ نوعیت کی کمزوریوں کے علاوہ انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزیاں بھی ہیں اور ان کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے خصوصی کمیٹی کو ترجیحی بنیادوں پر کام کرنا چاہئے تا کہ ای سی سی پی آر کے آرٹیکل 25 کے تحت پاکستان کے قانونی تقاضوں کو پورا کیا جاسکے۔

تیسری بات یہ ہے کہ انتخابات سے قبل کی شکایات اور انتخابات کے بعد کی انتخابی عذرداریوں سے نمٹنے کے لئے خصوصی کمیٹی تسلیم شدہ طریق کار اور بروقت اقدامات کرنے کے نظام کے قیام کو ترجیح دی جانی چاہئے۔ آئی سی سی پی آر کے آرٹیکل 2(3) (اے) کے تحت ایسا نظام قائم کرنا ضروری ہے۔ ان اقدامات کے ذریعے سیاسی تنازعات کو ختم کرنے اور منتخب حکومتوں کی قانونی حیثیت کو مستحکم کرنے میں مدد ملے گی۔ بین الاقوامی قانون پاکستان سے متقاضی ہے کہ ''اس بات کی یقین دہانی کرائی جائے کہ اگر کسی شخص کو اس کے حق سے محروم کیا جائے گا تو اس کی موثر طور پر تلافی کی جائے گی اور اس میں ایسی حق تلفی بھی شامل ہے جو کوئی شخص اپنی سرکاری حیثیت کو استعمال میں لا کر کرتا ہے۔ اس تقاضے کو پورا کرنے کے لئے خصوصی کمیٹی کو انتخابی قانون اور طریق کار میں ترمیم کرنی چاہئے تا کہ ایسا نظام قائم کیا جاسکے جس میں انتخابات سے پہلے کی ایسی شکایات اور انتخابی نتائج پر ہونے والی ایسی پٹیشنوں پر بروقت فیصلے کرنے میں مدد مل سکے جو کوئی بھی ووٹر الیکشن ایڈمنسٹریٹر اور/ یا امیدواروں کے خلاف دائر کرے۔

عمومی طور پر پاکستان میں فی حلقہ مختص ووٹروں کی تعداد بے حد غیر مساویانہ ہے۔ مزید برآں **2013**ء کی انتخابی فہرستوں میں مردوں کے مقابلے میں خاتون ووٹروں کی تعداد ایک کروڑ تھی اور احمدی ووٹروں کے ناموں کی غیر قانونی طور پر علیحدہ سے فہرست ہے۔ انتخابی نظام میں اس قسم کی انتہائی سنجیدہ نوعیت کی کمزوریوں کے علاوہ انسانی حقوق کی شدید خلاف ورزیاں بھی ہیں اور ان کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے خصوصی کمیٹی کو ترجیحی بنیادوں پر کام کرنا چاہئے تا کہ ای سی سی پی آر کے آرٹیکل **25** کے تحت پاکستان کے قانونی تقاضوں کو پورا کیا جاسکے۔

انتخابات سے متعلق شکایات کے ازالے کے حوالے سے الیکشن کمیشن آف پاکستان کی طرف سے کی جانے والی کوششوں کے نتیجے میں گزشتہ دو انتخابات کے دوران کافی بہتری آئی ہے تاہم ابھی تک بہت سی کمزوریاں موجود ہیں۔ 2013ء کے دوران الیکشن کمیشن آف پاکستان نے 400 مشاہداتی ٹیموں کے ذریعے انتخابی مہموں کے دوران ہونے والی خلاف ورزیوں پر قابو پانے کی منصوبہ بندی کی لیکن کمیشن کا یہ تجربہ ناکام رہا۔ اہم سرکاری محکموں میں 16 سو سے زائد غیر قانونی تقرریاں اور تبدیلیاں کی گئیں، انتخابی مہم کے لئے سرکاری عمارات کو استعمال کیا گیا۔ اس کے علاوہ اور بہت سی خلاف ورزیاں سامنے آئیں۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان نے انتخاب سے پہلے کی ان شکایات کے ازالے کے لئے کوئی موثر نظام وضع نہیں کیا تھا (حالانکہ 2007-08 میں موثر نظام وضع کیا گیا تھا) جس کے باعث متاثرہ فریقین کبیدہ خاطر رہے۔ انتخابات کے بعد کچھ بہتر اقدامات کئے گئے۔ مثال کے طور پر ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ ججوں کی سربراہی میں 14 انتخابی ٹریبونل قائم کئے گئے لیکن اس طریق کار کو واضح شکل دینے اور بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ انتخابی حکام کے خلاف پٹیشن کرنے کی اجازت نہیں دی گئی جو کہ آئی سی سی پی آر کی شقوں کی خلاف ورزی ہے۔ 10 اگست 2013ء تک مقدموں کے پانچویں حصے (410 میں سے 84) سے زیادہ مقدمات ابھی تک لٹک رہے ہیں جبکہ آر او پی اے کی دفعہ 67 (IA) کے تحت چار ماہ میں فیصلہ آنا ضروری ہے لیکن انتخابات کے بعد ایک سال گزرنے کے باوجود معاملات جوں کے توں ہی ہیں۔ پاکستان کا انتخابی نظام تبھی مزید بہتر ہو سکتا ہے جب قانون ساز اور انتخابی منتظمین خود کو ایسے منظم اور مفصل طریق کار سے وابستہ نہیں کر لیتے جو انتخابی قانون اور طریق کار دونوں میں مسلسل اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ یہ عمل سڑکوں پر یا انقلابی چھڑی گھما دینے سے مکمل نہیں کیا جاسکتا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ذمہ دار پارلیمانی جماعتیں اور ان کے رہنما موجود وسائل اور معلومات کو دانشمندانہ طریقے سے استعمال کر کے انتخابی اصلاحات کے لئے قائم پارلیمنٹ کی خصوصی کمیٹی سمیت جمہوری طرزِ حکمرانی کے پہلے سے موجود وسیلوں سے فائدہ اٹھائیں۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان۔ مصنف انتخابی عمل کے ماہر اور ممتاز قانون دان ہیں، اور اسلام آباد میں مقیم ہیں)

مساوی حقوق: انتخابات اور سیاسی عمل میں جسمانی طور پر معذور افراد کو کیسے شریک کیا جائے

تعارف:

مصنف، ماہر طبیعات، ایڈووکیٹ سٹیفن ہاکنگ نے جسمانی معذوری کے بارے میں عالمی ادارہ صحت کی 2011ء میں شائع ہونے والی عالمی رپورٹ میں لکھا ہے کہ ''یہ ہمارا اخلاقی فرض ہے کہ ہم جسمانی طور پر معذور افراد کی بے پناہ صلاحیتوں پر لگائے گئے قفل کو کھولنے کے لئے ان افراد کی شرکت کے راستے میں موجود رکاوٹوں کو ختم کریں اور اس حوالے سے مناسب مقدار میں فنڈ اور مہارت کا استعمال کریں۔

موثر جمہوری ارتقاء کے لئے اس بات کو یقینی بنانا ضروری ہے کہ سماج کے غریب ترین اور انتہائی غیر اہم بنادیئے گئے افراد کی فلاح و بہبود کے بارے میں کیئے جانے والے فیصلوں میں ان کی اپنی بامعنی آواز کو شامل کیا جائے۔ عمومی طور پر ہوتا یہ ہے کہ جسمانی طور پر معذور افراد، جن کی زیادہ تر تعداد انتہائی غربت کا شکار ہوتی ہے، کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور انہیں بہتر زندگی کے حصول کے لئے جدوجہد سے دور رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ عالمی ادارہ صحت (دی ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن)، کے اندازوں کے مطابق دنیا بھر کی کل آبادی کا پندرہ فیصد حصہ جسمانی معذوری کا شکار ہے۔ ان میں سے 80 فیصد معذور لوگ ان ترقی پذیر ممالک سے تعلق رکھتے ہیں جو جنگ کے بعد قائم ہوئے۔ جمہوریت سے متعلق امدادی پروگراموں کے ذریعے جسمانی طور پر معذور افراد کو اس قابل بنایا جا سکتا ہے کہ وہ سیاسی طور پر متحرک ہوں اور ان کو باقی شہریوں جیسے حقوق، ذمہ داریاں اور احترام میسر ہوں تا کہ وہ بھی معاشرے کے فعال رکن بن سکیں۔ جسمانی طور پر معذور افراد کا تعلق مختلف لسانی، مذہبی، جنس اور سماجی اقتصادی گروپوں سے ہے۔ جب معاشرے کا اتنا بڑا حصہ سیاسی عمل میں شرکت نہیں کرے گا تو پھر نہ تو جمہوریت کی جڑیں مضبوط ہوں گی اور نہ ہی حکومتی معاملات میں تمام شہریوں کا کوئی کردار ہوگا۔

جسمانی معذوری کے شکار لوگ مختلف وجوہات کی بناء پر سیاسی عمل میں شریک ہوتے ہیں۔ بعض اوقات وہ اپنی معذوری سے جڑے ہوئے معاملات مثلاً سرکاری اداروں تک رسائی یا سکولوں میں اپنی اشاراتی زبان کی تشریح وغیرہ کے حوالے سے سیاسی عمل میں شرکت کرتے ہیں۔ کچھ معاملات ایسے ہیں جن میں ان کی دلچسپیاں دوسرے وسیع تر معاشرتی حلقوں کی دلچسپیوں کے موافق ہوتی ہیں جن میں بنیادی انسانی ضرورتیں، جیسا کہ صاف پانی تک رسائی، ان کے بچوں کے لئے تعلیم یا ایک محفوظ و مامون معاشرت کا قیام شامل ہیں۔ جسمانی طور پر معذور افراد بھی عام شہریوں کی طرح اپنی معاشرت کو اپنی خواہش کے مطابق شکل دینے کی خواہش رکھتے ہیں اور اس طرح انہیں ایک پہچان ملتی ہے اور انہیں معاشرے کا باصلاحیت رکن سمجھا جاتا ہے۔

یہ حیثیت حاصل کرنے کے لئے جسمانی طور پر معذور افراد کے لئے سیاسی عمل میں شرکت کرنا ضروری ہے۔ انتخابات کا عمل انہیں یہ موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ اپنی قوت اور اثر ورسوخ کا استعمال کر کے خود کو مضبوط و مستحکم کریں۔ انتخابات کا عمل وہ بنیادی راستہ ہے جس پر دوسرے شہریوں کے ساتھ چلتے ہوئے جسمانی طور پر معذور افراد اپنی ترجیحات کا نہ صرف اظہار کر سکتے ہیں بلکہ سیاسی نتائج کو شکل بھی دے سکتے ہیں۔ انتخابات نہ صرف یہ کہ ایسے افراد کی قائدانہ صلاحیتوں کو جلا بخشتے ہیں بلکہ ان میں تنظیمی مہارت بھی پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ مزید برآں اس طرح وہ دوسروں کے ساتھ تعلقات پیدا کرتے ہیں، عوامی سطح پر اپنے اہم مسائل کو اٹھا سکتے ہیں اور یوں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر کے عوامی مسائل کے حل میں اپنی شرکت کو یقینی اور اپنی قائدانہ صلاحیتوں کو مستحکم کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے ذیل میں دیئے گئے جدول میں شامل انتخابی پروگرام کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ جس میں جسمانی طور پر معذور افراد دوسرے عام شہریوں کی طرح حصہ لے کر انتخابات کے دوران اور انتخابات کے بعد اپنی قائدانہ صلاحیتوں کو منوا سکتے ہیں۔

موثر جمہوری ارتقاء کے لئے اس بات کو یقینی بنانا ضروری ہے کہ سماج کے غریب ترین اور انتہائی غیر اہم بنادیئے گئے افراد کی فلاح و بہبود کے بارے میں کیئے جانے والے فیصلوں میں ان کی اپنی بامعنی آواز کو شامل کیا جائے۔

معذور افراد کو عام شہریوں کے برابر درجہ دینے کے لئے جہاں براہ راست مالی امداد کردار ادا کرتی ہے وہیں اور بھی بہت سے طریقے ہیں جن کے ذریعے معذور افراد کو انتخابات اور سیاسی عمل میں شریک کیا جا سکتا ہے۔ اس کی ابتداء پروگرام کی منصوبہ بندی کی فیصلہ سازی میں ان کی شرکت سے کی جا سکتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معذور افراد کی تنظیموں (ڈی۔پی۔اوز) کو ان پروگراموں میں بہر صورت شریک کیا جائے جو ان سے متعلق ہیں۔ ''ہمارے بغیر ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں'، وہ بنیادی اصول ہے جس کا مطلب ہے معذور افراد کی شرکت۔

کچھ اس ہدایت نامے کے بارے میں

مساوی رسائی: ''معذور افراد کو انتخابات اور سیاسی عمل میں کیسے شریک کیا جائے'' کے جدول کا مقصد مقامی اور قومی حکومتوں، بین الاقوامی تنظیموں، سول سوسائٹی گروپس، ڈویلپمنٹ پروفیشنلز (ترقیاتی امور کے ماہرین) اور امداد مہیا کرنے والے اداروں کو ایسے آلات اور معلومات مہیا کرنا جن کے ذریعے انتخابات اور سیاسی پروگراموں میں معذور افراد کی شرکت کو مستحکم بنایا جا سکے تا کہ ان کی فلاح و بہبود کے حوالے سے کیئے جانے والے فیصلوں میں ان کی آراء کو پذیرائی حاصل ہو۔ یہ جدول انتخابی طریق کار کے لئے بین الاقوامی فاؤنڈیشن (انٹرنیشنل فاؤنڈیشن فار الیکٹورل سسٹمز) اور قومی جمہوری انسٹی ٹیوٹ (نیشنل ڈیموکریٹک انسٹی ٹیوٹ) کے تجربات سے اخذ کیا گیا ہے اور یہ جدول انتخابی انتظامی اداروں (الیکشن منیجمنٹ باڈیز) اور معذور افراد کی تنظیموں اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے قائم کی گئی تنظیموں کی شراکت پر اصرار کرتا ہے۔

انتخابی پروگراموں میں معذور افراد کی شمولیت کے فوائد

معذور افراد کی شمولیت جمہوریت کی اساس ہے۔ تمام شہریوں کی شرکت کے بغیر کوئی ملک صحیح جمہوری نہیں ہو سکتا۔ سیاسی زندگی میں معذور افراد کی شرکت سے وہ بنیاد مہیا ہوتی ہے جس سے معاشرت کے تمام امور میں معذور افراد کی اہمیت نمایاں ہوتی ہے۔ انتخابات کے دوران ابلاغ عامہ کے سرکاری اور غیر سرکاری ادارے شہریت کے تصور پر ایسے بحث مباحثے کرتے ہیں کہ جن کا اظہار عوامی کردار سے ہوتا ہے۔ یوں سیاسی عمل میں عام شہریوں کے ساتھ معذور افراد کی فعال شرکت سے سماجی رسوائی کا داغ دھونے کا نادر موقع میسر آ تا ہے۔ انتخابی عمل میں معذور افراد دوسرے عام شہریوں جیسا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ وہ الیکشن ایڈمنسٹریٹر یا پول ورکرز بن سکتے ہیں، ووٹ ڈال سکتے اور ڈلوا سکتے ہیں، کسی عہدے پر انتخاب لڑ سکتے ہیں، پالیسیوں کی حمایت کر سکتے ہیں، ووٹنگ اور ووٹوں کی گنتی کے عمل کی نگرانی کر سکتے ہیں، ووٹروں کو

معلومات فراہم کرسکتے ہیں، انہیں مشورہ دے سکتے ہیں، امیدواروں اور سیاسی جماعتوں کی انتخابی مہم چلا سکتے ہیں۔ان مختلف سرگرمیوں میں شرکت نہ صرف یہ کہ معذور افراد کو بااختیار بناسکتی ہے بلکہ انتخابی عمل اور عوامی قوتِ مشاہدہ کو تبدیل کرنے میں مدد بھی کرسکتی ہے۔اس سے جاری شراکتی عمل اور سماج سے یکجائی کا وہ مرحلہ سامنے آجاتا ہے جس سے معذور افراد کے مساوی حقوق کی ضمانت ملتی ہے۔

معذور افراد کو اختیارات دینے سے ان لوگوں کو دوسرے شہریوں کے مساوی حیثیت مل جاتی ہے، راستے کی رکاوٹیں ختم ہوجاتی ہیں اور برابری کو فروغ ملتا ہے۔مثال کے طور پر پولنگ سٹیشنوں پر کام کرنے کے لئے معذور افراد کی خدمات حاصل کرنے سے پولنگ سٹیشنوں پر کام کرنے والے تمام افراد کو اختیار ملتا ہے اور بندھے ٹکے روایتی انداز کو ختم کرنے کا بیش بہا موقع میسر آسکتا ہے۔اسی طرح خواتین کی سیاسی عمل میں شرکت کو بڑھاوا دینے کے لئے معذور خواتین کو پروگرام میں شامل کرنے سے معذوری اور صنف کے حوالے سے تصورات کو بدلنے کا موقع بھی ملتا ہے۔

مزید جامع حکومتی پالیسیاں

انتخابی پروگرام تیار کرنے میں معذور افراد کی شمولیت کے اضافی فوائد مزید جامع حکومتی پالیسیاں ہوتی ہیں۔انتخابی پروگرام کی تیاری میں حکومتی پالیسیوں میں مزید افراد کی شمولیت سے انتخابی عمل میں شفافیت بڑھ جاتی ہے۔اگر بیلٹ بکس پر معذور افراد اپنی افرادی قوت اور دلچسپی کا بھرپور مظاہرہ کریں تو سیاستدان ایسی پالیسیاں وضع کرنے پر مجبور ہوجائیں گے جن میں خصوصی تعلیم، ملازمت، ٹرانسپورٹ اور ہیلتھ کیئر پر زیادہ توجہ دینے پر زور دیا گیا ہو۔سیاسی زندگی میں حصہ لینے کے باعث معذور افراد کو موقع ملے گا کہ وہ وسعت کی حامل پالیسیوں پر اثرانداز ہوسکیں۔مثال کے طور پر عمومی طور پر انتخابی عمل میں انتخابی قانونی فریم ورک پر نظرثانی شامل ہوتی ہے۔اس سے موقع ملتا ہے کہ قومی سطح پر قانون سازی کے اعلیٰ عمل میں معذوری کے بارے میں ترقی پسندانہ قانونی تصورات کو شامل کیا جائے۔

معذور افراد کی تنظیم کو موثر سول سوسائٹی رہنما کے طور پر اختیار کرنا

معذور افراد کی تنظیموں (ڈی پی او) کو سیاسی طور پر بے حد سرگرم ادارے قرار دیا جاسکتا ہے اس لئے کہ یہ تنظیمیں عمومی طور پر مختلف قسم کے امدادی گروپوں (سپورٹ گروپس) اور نیٹ ورک کے ذریعے کافی منظم ہیں اور بعض تنظیمیں تو ایسی ہیں جنہیں کچھ فنی امداد کے ساتھ متحرک کرکے سول سوسائٹی کا انتہائی فعال اور پُرجوش حصہ بنایا جاسکتا ہے۔معذور افراد کی تنظیمیں (ڈی پی اوز) کچھ معاملات کے حوالے سے سول سوسائٹی کی بہت سی ان عمل انگیز تنظیموں کے مقابلے میں کافی آگے ہیں جن کا دائرہ کار واضح نہ ہو یا جن کی ان مسائل پر گہری نظر نہ ہو جنہیں بہت محسوس کیا جاتا ہے اور جن پر سیاسی عمل کرنے کی ضرورت ہے۔معذور افراد کی بہت سی تنظیموں کو سیاسی میدان میں موثر طور پر کام کرنے کے لئے اضافی

> جابرانہ حکومتوں کے تحت حق کی وکالت کرنے والے مقامی لوگوں کو خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ایسے افراد کی معاونت کے لئے ایسی کارروائیاں کرنی چاہئیں جنہیں حکومت مخالف تصور نہ کیا جائے۔

صلاحیت اور حیثیت کی ضرورت ہے۔تاہم ان کی بنیادی خصوصیات ان کے لئے سیاسی تنظیم کاری کرنے اور سیاسی عمل میں حصہ لینے کے لئے بنیاد مہیا کرتی ہیں''۔

تمام شہریوں کی بڑے پیمانے پر شرکت

انتخابی پروگرام کی بڑے پیمانے پر تیاری دوسرے شہریوں کے لئے نئے راستے وا کرسکتی ہے۔معذور افراد کے حوالے سے کی جانے والی بہت سی اصلاحات آبادی کے ایک بہت بڑے حصے کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔مثال کے طور پر ووٹروں کی رجسٹریشن کے عمل کو سادہ بنانے سے کم ذہانت رکھنے والے لوگوں کے علاوہ بوڑھے افراد، تارکین وطن اور کم تعلیمی اہلیت کے لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔پولنگ سٹیشنوں کا کم فاصلے پر ہونے سے ہتھ گاڑیوں میں چھوٹے بچوں کو ساتھ لانے والے والدین، بوڑھے لوگوں اور عارضی طور پر معذور لوگوں (مثلاً وہ لوگ جن کی کسی حادثے میں ٹانگ ٹوٹ گئی ہو) کو فائدہ ہوگا۔یہ تصور بنیادی عالمی تصور مانا جاتا ہے کہ تمام عمارتیں، مواد اور تمام تر انتخابی عمل لوگوں کی پہنچ میں ہو۔

وسیع تر آبادی کے لئے رکاوٹوں کا خاتمہ

جابرانہ حکومتوں کے تحت حق کی وکالت کرنے والے مقامی لوگوں کو خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ایسے افراد کی معاونت کے لئے ایسی کارروائیاں کرنی چاہئیں جنہیں حکومت مخالف تصور نہ کیا جائے۔انتخابی انتظامات کرنے والے ادارے (الیکشن مینجمنٹ باڈیز۔ای ایم۔بیز) جو وسیع تر اصلاحات پر بات کرنے کو تیار نہیں ہوتے، عموی طور پر غیر واضح امور پر بات کرنے کو تیار ہوجاتے ہیں۔یعنی وہ معذور افراد کے لئے انتخابی عمل تک رسائی کو بہتر بنانے پر بات کرنے پر رضامند ہوجاتے ہیں۔دوسرے غیر اہم گروپوں کی انتخابی عمل تک رسائی سیاسی طور پر متنازعہ عمل ہوسکتی ہے لیکن یہ ایک ایسی نادر نظیر یا مثال ہوسکتی ہے جہاں سرکاری حکام کا معذور افراد کی طرف مخیّرانہ رویہ حقوق میں اضافے کا باعث بن سکتا ہے۔معذور افراد کے حقوق پر ہونے والی ابتدائی گفتگو آپ کے لئے عمومی انسانی حقوق پر بات چیت کا دروازہ کھولنے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔معذور افراد کو درپیش مسائل کے حل کے لئے حوصلہ مند سیاستدان اور حکومتی ادارے معذور افراد کی تنظیموں (ڈی پی اوز) کے ساتھ شراکت کے لئے تیار ہوجاتے ہیں جس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ سول سوسائٹی کے ساتھ عملداری کے لئے راستہ کھل جاتا ہے اور یوں دوسرے معاملات میں بھی آسانیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

اس ہدایت نامہ کو کیسے استعمال کیا جائے

یہ ہدایت نامہ ان رکاوٹوں کی نشاندہی کرتا ہے جن کا سامنا معذور افراد کو اس وقت کرنا پڑتا ہے جب وہ سیاسی زندگی میں شریک ہوتے ہیں اور ان رکاوٹوں کو کم کرنے کے راستے مہیا کرتا ہے۔یہ ان اقدامات کی نشاندہی کرتا ہے جو ان فریقین کے اقدامات کی نشاندہی کرتا ہے جو انتخابی عمل میں شریک ہوتے ہیں جیسے کہ انتخابی حکام، میڈیا، سول سوسائٹی کی تنظیمیں اور سیاسی جماعتیں۔نتائج حاصل کرنے کے لئے دو راستے تجویز کئے گئے ہیں۔ایک یہ کہ کچھ پروگرام معذور برادری کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں جبکہ دوسرے پروگرام یہ تجویز کرتے ہیں کہ تمام تر آبادی کے لئے امدادی کام میں معذور افراد کو کس طرح شامل کیا جائے۔

انتخابات اور سیاسی عمل میں معذور افراد کو شریک کرنے کے لئے عملی اقدامات پر گفتگو کی جائے گی۔تمام تر رکاوٹوں کو دور کرنا آسان کام نہیں ہے اور بعض معاملات میں تو کوئی سیدھی راہ ملنی مشکل ہوجاتی ہے۔یہ ہدایت نامہ ان مسائل اور انہیں حل کرنے کے مختلف طریقوں کا اختصار یہ ہے۔

یہ ہدایت نامہ ہمیں بہت سے سبق سکھاتا ہے۔ان میں سب سے بڑا سبق معذور افراد کی ضروریات، مفادات اور ان کی توقعات کو سمجھنے کے لئے ان تک رسائی حاصل کرنے کی اہمیت ہے۔پھر اس کے بعد ان کے ساتھ تعلق قائم کرنا ہے تاکہ آگے بڑھنے میں مدد مل سکے۔غلط بات کہنے کے خوف یا دل آزاری کو ایک دوسرے تک بات پہنچانے اور ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ خیال کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے بلکہ ایک دوسرے کے احترام اور ایک دوسرے سے سیکھنے کے جذبات کو زندہ رکھنا چاہئے۔یہ ہدایت نامہ سیکھنے کے اس عمل کی راہیں سجھاتا ہے۔تاہم اصطلاحات کا چناؤ اور ابلاغ کے طریقے مختلف حالات میں مختلف ہوسکتے ہیں۔

جارحیت کے شکار صحافی

آئی۔اے۔رحمٰن

ذرائع ابلاغ سے متعلق افراد نہ صرف صحافت سے عداوت رکھنے والوں بلکہ اپنے ''مہربان'' کفیلوں کا بھی نشانہ ہیں۔

پاکستان کے اخبار نویس ایک بار پھر خبروں میں ہیں۔کوئٹہ میں وہ اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کے خلاف ہر طرف سے مایوس ہوکر شدید احتجاج کر رہے ہیں۔وہ اپنے تحفظ کو درپیش خدشات کو کم کرنے کے لیے حکام کو قائل کرنے کی کوشش کررہے ہیں جبکہ اسلام آباد میں وہ اس سے کم توجہ کے مستحق مقصد کے حصول میں کوشاں نظر آتے ہیں۔

دونوں معاملات ان خدشات کی سنجیدگی کو نمایاں کرتے ہیں جن کا سامنا اِس وقت ملک کے عامل صحافیوں کو کرنا پڑ رہا ہے۔اس صورت حال سے ان سب لوگوں کو چوکنا ہو جانا چاہیے جو ذرائع ابلاغ سے وابستہ افراد کے اس حق کو وقعت دیتے ہیں کہ وہ لوگوں کو باخبر رکھیں اور لوگوں کا یہ حق ہے کہ وہ حقیقتوں کو جانیں۔

صحافیوں کی برادری کو کس قسم کی دھمکیوں کا سامنا ہے، اس کا احوال 'خطرے میں گھری صحافت'' (رپورٹنگ انڈر تھریٹ) کے عنوان سے حال ہی میں شائع ہونے والی ایک تحقیقی رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے۔عدنان رحمت نے اُن 57 صحافیوں کے بیانات قلم بند کیے ہیں جنہوں نے موت کی دھمکیوں کا سامنا کیا یا جنہیں موت چھو کر گزر گئی۔ ان میں سے 48 نے موت سے چُھو کر نکل جانے کے واقعات کو اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے جبکہ جاں بحق ہونے والے صحافیوں کو پیش آنے والے واقعات کے بارے میں ان کے دوستوں نے بتایا۔

ان 57 کہانیوں نے جن علاقوں میں جنم لیا، ان کا تفصیلی تجزیہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ان حملوں کا شکار ہونے والے سب سے بڑے گروپ کا تعلق سندھ سے ہے۔ ان افراد کی تعداد 18 ہے اور کراچی پر مسلط ٹھگ راج کے پیش نظر یہ حقیقت سمجھ میں بھی آتی ہے۔ اس کے بعد 17 کہانیوں کا تعلق بلوچستان سے ہے۔لیکن بلوچستان میں اخبارات و رسائل اور صحافیوں کی کم تعداد کے باوجود میڈیا سے متعلق افراد کو سب سے زیادہ خطرات کا سامنا ہے۔اور تناسب کے حوالے سے دیکھا جائے تو بلوچستان کے صحافیوں کی بڑی تعداد کو ان خطرات کا سامنا ہے۔

باقی کہانیوں میں سے نو کا تعلق خیبر پختونخوا، پانچ کا پنجاب، چار کا تعلق قبائلی علاقوں، تین کا اسلام آباد اور صرف ایک کا تعلق افغانستان سے ہے۔جاں بحق ہونے والے صحافیوں کا تعلق بلوچستان، تین کا خیبر پختونخوا اور دو صحافیوں کا تعلق قبائلی علاقوں سے ہے۔ پنجاب، جہاں عامل صحافیوں کی سب سے زیادہ تعداد ہے، میں نشانہ بننے والے صحافیوں کی تعداد سندھ یا بلوچستان میں نشانہ بننے والے صحافیوں کی تعداد کی ایک تہائی ہے جس سے عام ہوتے اس تاثر کو تقویت ملتی ہے کہ پنجاب کے حکام اُس خفیہ گر سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہیں جس کے ذریعے میڈیا والوں کو مطمئن رکھا جا سکتا ہے۔یا یوں کہا جا سکتا ہے کہ وہ طاقتیں جو سچ کو دبائے رکھنا چاہتی ہیں، جانتی ہیں کہ صحافیوں کو دھمکی دیے بغیر ان سے اپنا مقصد کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ ان تین ثبوتوں یا شہادتوں سے ان حالات کا علم نہ ہو سکتا ہو جو 2000ء سے لے کر اب تک دو سو سے زائد پاکستانی صحافیوں کے قتل کا سبب بنے لیکن ایک بات یقینی ہے کہ یہ ثبوت صحافیوں کو درپیش خطرات کی نوعیت اور ان خطرات کے پیچھے چھپے ذرائع پر روشنی ضرور ڈالتے ہیں۔ برسر اقتدار سیاستدان، سکیورٹی کی ایجنسیاں اور پولیس کسی بھی ایسے واقعہ کے پیچھے چھپے ذرائع پر روشنی ضرور ڈالتے ہیں۔ برسر اقتدار سیاستدان، سکیورٹی کی ایجنسیاں اور پولیس کسی بھی ایسے واقعہ کا افشاء نہیں چاہتے جس سے ان پر حرف آئے اور جس سے ان کو کسی قسم کا نقصان پہنچے۔اسی طرح عسکریت پسند، انتہا پسند اور جرائم پیشہ گروہ بھی میڈیا کے لوگوں سے یہی کچھ چاہتے ہیں۔ دونوں طرف کے لوگوں کے پاس اتنے وسائل ہیں جن کے ذریعے وہ صحافیوں کو پکڑ سکیں، انہیں قید میں رکھ سکیں اور انہیں تشدد کا نشانہ بنائیں تاکہ وہ اطاعت قبول کرلیں یا پھر اپنے پیشے ہی کو خیر باد کہہ دیں۔

کوئی بھی دیانتدار صحافی سچ کو دبانے میں حصہ دار نہیں بنے گا اور اس کی تصدیق ان متعدد صحافیوں کے اعلیٰ و ارفع کردار سے ہوتی ہے جن کا ذکر اس تحقیقی رپورٹ میں کیا گیا ہے لیکن معاشرے کے لیے اس سے بھی زیادہ خطرناک اور نقصان دہ یہ مطالبہ ہے کہ جھوٹ افتراء اور آدھے سچ کو شائع کیا جائے جس کے لیے قانون نافذ کرنے والے اور قانون شکنی کرنے والے دونوں ہی صحافیوں پر دباؤ ڈالتے ہیں۔

> صحافی صرف ان عناصر کا شکار ہی نہیں ہیں جو صحافت کے پیشے سے اپنے بیر کو چھپاتے نہیں بلکہ عام طور پر صحافی اپنے ''خیر خواہ'' سرپرستوں کا نشانہ بنتے ہیں۔گزشتہ کئی دہائیوں کے دوران جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنے کے لیے صحافیوں کو استعمال کرنے کے فن نے بہت ترقی کی ہے۔اس فن کی 'معراج' کو میڈیا، خصوصاً الیکٹرانک میڈیا میں اسلام آباد کے دھرنوں سے متعلق نشریات میں دیکھا جاسکتا ہے۔

تصادم والے علاقوں میں صورت حال خاص طور پر زیادہ گمبھیر ہے۔ ان علاقوں میں عموماً صحافیوں کو جنگ کی تماشہ گاہ اور اس جنگ سے متاثرہ افراد تک رسائی نہیں دی جاتی۔وہ اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈال کر ہی سکیورٹی فورسز یا دہشت پسندوں کے بیان کردہ نقطۂ نظر پر سوال کر سکتے ہیں۔ مسلح تضادات میں کتنے لوگ مارے گئے، مرنے والوں کی شناخت کیا تھی اور کس حد تک طاقت کا استعمال ناگزیر تھا؟ یہ ایسے سوالات ہیں جو لوگوں کی قیاس آرائیوں پر چھوڑ دیئے جاتے ہیں۔ پاکستانی صحافی جن مشکلات کا شکار ہیں، ان میں سے ایک ہے جانے انجانے میں غلط اطلاعات کو پھیلانے میں ان کا استعمال جس کا مقصد لوگوں کو مجبور کرنا ہوتا ہے کہ وہ خودساختہ کہانیوں کی بنیاد پر اپنے فیصلے کریں۔

صحافی صرف ان عناصر کا شکار ہی نہیں ہیں جو صحافت کے پیشے سے اپنے بیر کو چھپاتے نہیں بلکہ عام طور پر صحافی اپنے ''خیر خواہ'' سرپرستوں کا نشانہ بنتے ہیں۔گزشتہ کئی دہائیوں کے دوران جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کرنے کے لیے صحافیوں کو استعمال کرنے کے فن نے بہت ترقی کی ہے۔اس فن کی 'معراج' کو میڈیا، خصوصاً الیکٹرانک میڈیا میں اسلام آباد کے دھرنوں سے متعلق نشریات میں دیکھا جاسکتا ہے۔

سیاسی اقتصادیات کے ماہر اکبر زیدی یہ تجویز کرنے میں حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ اسلام آباد کے ''انتشار زون'' میں سے ٹیلی ویژن کے عملے کے نکلتے ہی دھرنے ختم ہو جائیں گے لیکن ان کا یہ نسخہ میڈیا کے نشریاتی حق میں ان لوگوں کی طرف سے مداخلت گردانا جائے گا جو خود کو جمہوریت پرست یا شہریوں کے حقوق کے محافظ کہلوانا پسند کرتے ہیں۔ لیکن جس طریقے سے میڈیا کو ایک دوسرے پر سبقت لینے کی خاطر باعث رسوائی کہانیاں حاصل ہوتی ہیں اور جس طرح جانے پہچانے ان دیکھے ذرائع سے سکینڈلز ملتے ہیں۔اس کی مثال پاکستانی صحافت کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ میڈیا اور ذرائع ابلاغ سے منسلک افراد کی دیانتداری پر ایک خطرناک حملہ ہی نہیں بلکہ اس سے سلیم شہزاد یا حامد میر پر حملہ کرنے کی شہہ بھی ملتی ہے۔

حکومت، سیاسی جماعتیں، عسکریت پسند اور قبضہ گروپ اپنا اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے کے لیے بیانات جاری کر سکتے ہیں، پمفلٹ شائع کر سکتے ہیں یا الیکٹرانک میڈیا کا وقت خرید سکتے ہیں۔لوگ جان جائیں گے کہ کون کیا کہتا ہے اور اس پیغام پر وہ مہر تصدیق ثبت نہیں ہو گی جو صرف ایک ممتاز صحافی ہی مہیا کرسکتا ہے۔

اس سے میڈیا ہاؤسز صحافیوں کے کسی سیاسی دھڑے کی حمایت کرنے کے حق پر بھی زد نہیں پڑے گی۔ پارٹی جریدے اور پارٹی پراپیگنڈہ کرنے والے افراد کے لیے بھی کچھ قواعد وضوابط موجود ہیں جن کی روشنی میں وہ مناسب طریقے سے کام کرسکتے ہیں۔وہ اپنے منظور نظر کو اخبار میں زیادہ جگہ اور ٹی وی پر زیادہ وقت اور ان کے مخالفین کو کم جگہ اور کم وقت دے سکتے ہیں۔لیکن ہوشمند سامعین کو یہ جاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔سیاسی مخالفین کے بارے میں جانکاری اور سکینڈل بنانے کے درمیان فرق کو دھندلانے کی ضرورت نہیں۔ اسلام آباد ہنگامہ خیز ڈرامے میں سیاسی محاورے کو بازاری اور گھٹیا بنا دیا ہے اور میڈیا اس الزام سے مبرا نہیں ہے۔

میڈیا کو لاحق ایک خطرہ وہ دباؤ ہے جس کا سامنا انہیں مخصوص مفاد رکھنے والے یا حقیقت کو مسخ کرنے کے لیے خبر کو چالاکی سے برتنے کا سلیقہ رکھنے والے لوگوں کی طرف سے کرنا پڑتا ہے۔چینلوں کو اپنے ناظرین کو یہ بتانے کے لیے کہ ملک کا مسئلہ صرف دھرنے ہی نہیں، سیلاب کا انتظار نہیں کرنا چاہیے تھا۔عوام کو باخبر رکھنے والی خبروں کی جگہ ذاتی جھگڑوں یا نفع اندوزی کے لیے استعمال کرنا میڈیا اور صحافیوں دونوں پر خطرناک حملہ ہے۔کوئٹہ کے ایک صحافی کو دہشت گردوں کی طرف سے ان کی مرضی کے مطابق خبر شائع کرنے کا حک اس حوالے سے ایک مثال ہے۔

ایک طرح سے میڈیا کی مشکلات پاکستان کے سیاسی چہرے مہرے کی عکاسی کرتے ہیں...... مافیا یعنی خفیہ طور پر اثر ورسوخ اور دباؤ سے کام لینے والے گروہ، جن میں سے کچھ بندوقوں سے مسلح اور باقی کینہ اور خباثت کے زہر سے آلودہ ہوتے ہیں جبکہ عوام کے حقوق اور سچائی کسی کی دلچسپی کا باعث نہیں رہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

کراچی یونیورسٹی کے ڈین ڈاکٹر شکیل اوج کو قتل کر دیا گیا

امتیاز علی

یونیورسٹی آف کراچی کے شعبہ اسلامیات کے ڈین پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج کو جمعرات کی صبح گلشن اقبال کے علاقے یونیورسٹی روڈ پر گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا جبکہ ان کی ایک طالبہ زخمی ہو گئی۔

ڈاکٹر محمد شکیل اوج ایرانی ثقافتی مرکز میں اپنے اعزاز میں منعقد ہونے والی تقریب میں شرکت کے لئے جا رہے تھے جو مطالعہء اسلامیات میں ان کی شاندار خدمات پر انہیں ملنے والے تمغہء امتیاز کے حوالے سے منعقد کی گئی تھی۔ ڈاکٹر اوج ایک درجن سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔ پولیس اور کراچی یونیورسٹی کے ذرائع کا کہنا ہے کہ انہیں ان کے ترقی پسندانہ مذہبی نظریات اور کراچی یونیورسٹی میں ایک جعلی ڈگری سکینڈل کو منظر عام پر لانے کی کوشش کی بناء پر نشانہ بنایا گیا۔

کراچی یونیورسٹی کے شعبہ ابلاغیات کے چیئرمین پروفیسر ڈاکٹر طاہر مسعود جو کہ ڈاکٹر شکیل اوج کے ہمراہ تھے، نے ڈان کو بتایا کہ وہ کلفٹن میں واقع ایرانی ثقافتی مرکز میں منعقد کردہ تقریب میں شرکت کے لئے یونیورسٹی سے روانہ ہوئے تھے یہ تقریب ڈاکٹر شکیل کو حکومت نے 14 اگست کو تمغہء امتیاز ملنے کی خوشی میں منعقد کی گئی تھی۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ ڈاکٹر اوج کے ایک دوست نے انہیں کراچی یونیورسٹی سے لینے کے لئے ایک کار بھیجی تھی۔ ڈاکٹر اوج، ان کی ایک نوجوان بھتیجی اور طالبہ ڈاکٹر آمنہ اور ڈاکٹر طاہر مسعود پچھلی نشست پر بیٹھے تھے جبکہ اگلی نشست پروفیسر اوج کے ایک دوست کے لیے خالی چھوڑی گئی تھی جنہوں نے راستے میں ان کے ساتھ شامل ہونا تھا۔

پروفیسر طاہر مسعود کا کہنا تھا کہ ''جب میں ان کے ساتھ اس حوالے سے گفتگو کر رہا تھا کہ مجھے تقریب میں اپنے خطاب میں ان کی شخصیت اور کام کے متعلق کیا کہنا چاہئے، جس پر ڈاکٹر اوج نے تجویز کیا کہ مجھے یہ کہنا چاہئے کہ وہ (اوج) اپنی تحریروں کی بنیاد تحقیقی مواد پر رکھتے ہیں''۔ ڈاکٹر مسعود کا کہنا تھا کہ ''جیسے ہی کار نیپا فلائی اوور سے نیچے اتری، میں نے دو گولیاں چلنے کی آواز سنی۔ میں نے سوچا کہ شاید قریب سے گزرنے والے رکشہ کا ٹائر پھٹ گیا ہے لیکن جلد ہی مجھے احساس ہوا کہ کار کی کھڑکی کے شیشے میں گولیوں کے دو چھید موجود تھے''۔

انہوں نے ڈرائیور کو کار کی رفتار تیز کرنے کو کہا۔ اسی دوران پروفیسر کی بھتیجی نے یہ کہتے ہوئے رونا شروع کر دیا کہ ''ظالموں نے انہیں مار دیا ہے''۔ ڈرائیور نے ٹریفک کی بتیوں کو نظرانداز کرتے ہوئے انہیں فوری طور پر ہسپتال پہنچایا۔

جب ڈاکٹر اوج کو سٹریچر پر منتقل کیا جا رہا تھا تو ڈاکٹر آمنہ بھی یہ کہنے لگیں کہ انہیں سخت درد محسوس ہو رہا تھا اور تب پتہ چلا کہ ان کے ہاتھ پر گولی لگی تھی۔ آغا خان یونیورسٹی ہسپتال پہنچنے کے کچھ ہی دیر بعد ڈاکٹروں نے پروفیسر اوج کی موت کی تصدیق کر دی اور کہا کہ ان کے سر میں ایک گولی لگی جو ان کے دماغ میں داخل ہو کر آنکھ کے راستے باہر نکل گئی۔ بعدازاں ان کی میت کو پوسٹ مارٹم کے لیے جناح پوسٹ گریجوایٹ میڈیکل سنٹر لے جایا گیا۔ عزیز بھٹی پولیس کے ایس ایچ او سرفراز علی نے بتایا کہ پروفیسر کو دو گولیاں لگی تھیں جو 0.9 ایم ایم پستول سے چلائی گئی تھیں

کراچی ایسٹ کے ڈی آئی جی منیر احمد شیخ کا کہنا تھا کہ ''تفتیش کار قتل کی دو پہلوؤں سے تفتیش کر رہے ہیں۔ پہلا یہ کہ ڈاکٹر اوج نے دھمکی آمیز پیغامات موصول ہونے پر نامعلوم افراد کے خلاف ایک ایف آئی آر (460/2012) درج کروائی تھی۔ یہ ایف آئی آر ضابطہ تعزیرات پاکستان کے سیکشن 506 بی (دھمکیاں) اور ٹیلی گراف ایکٹ کے سیکشن 25 کے تحت درج کی گئی تھی۔ ڈی آئی جی ایسٹ کا کہنا تھا کہ تفتیش کے دوران کراچی یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے سابق ڈین ڈاکٹر عبدالرشید سمیت دو افراد سے پوچھ گچھ کی گئی۔ انہوں نے انکشاف کیا کہ مرحوم ڈاکٹر کو ان کے ایک متنازعہ سمجھے جانے والے لیکچر کی بناء پر دھمکی آمیز پیغام موصول ہوا تھا جس میں یہ کہا گیا تھا کہ کورنگی کے ایک مشہور مدرسے نے ان کے ایک مبینہ گستاخانہ بیان پر ان کے خلاف ایک فتویٰ جاری کیا تھا لیکن جب ڈاکٹر اوج نے مدرسے سے رابطہ کیا تو انہوں نے ان کے خلاف ایسا فتویٰ جاری کرنے کی تردید کی۔ منیر احمد شیخ کا کہنا تھا کہ دوسرا یہ کہ مرحوم ڈین نے کراچی یونیورسٹی کے چند پروفیسروں کے خلاف اسلامیات کی جعلی ڈگریاں جاری کرنے کا سخت نوٹس لیا تھا۔ ایک سینئر پولیس افسر کا کہنا تھا کہ ''ہم نے اس مقدمے کی فائل کھول دی ہے اور ہم ان دو افراد کے متعلق بھی معلومات اکٹھی کریں گے جو ماضی میں زیر حراست رہ چکے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ پروفیسر ڈاکٹر شکیل اوج کو ایسے دھمکی آمیز پیغامات اس وقت موصول ہوئے جب انہوں نے جعلی ڈگریوں کا معاملہ اٹھایا''۔

> جب ڈاکٹر اوج کو سٹریچر پر منتقل کیا جا رہا تھا تو ڈاکٹر آمنہ بھی یہ کہنے لگیں کہ انہیں سخت درد محسوس ہو رہا تھا اور تب پتہ چلا کہ ان کے ہاتھ پر گولی لگی تھی۔

البتہ ڈاکٹر عبدالرشید جو اب فیڈرل اردو یونیورسٹی میں شعبہء دینیات کے ڈین ہیں، نے ڈان کو بتایا کہ یہ ایک پرانا مقدمہ تھا اور انہیں اس میں بری کیا جا چکا تھا۔ بعدازاں انہوں نے ڈاکٹر اوج کے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ کیا تھا جس کی ڈی آئی جی ایسٹ نے بھی تصدیق کی۔

دریں اثناء اے آئی جی کراچی غلام قادر تھیبو نے ایک خصوصی تفتیشی ٹیم تشکیل دی ہے اور صوبائی حکومت سے سفارش کی ہے کہ پروفیسر کے قتل میں ملوث افراد کی گرفتاری میں مدد دینے والے شخص کو بیس لاکھ روپے کا انعام دینے کا اعلان کیا جائے۔

(انگریزی سے ترجمہ بشکریہ روزنامہ ڈان)

اقوام متحدہ کے عالمی دن

برائے ستمبر۔ اکتوبر

ستمبر

5 ستمبر	خیرات کا عالمی دن
8 ستمبر	خواندگی کا عالمی دن (یونیسکو)
12 ستمبر	اقوام متحدہ کا جنوب۔ جنوب اشتراک کا دن
15 ستمبر	جمہوریت کا عالمی دن
16 ستمبر	اوزون کی تہہ کے تحفظ کا عالمی دن
21 ستمبر	امن کا عالمی دن
25 ستمبر	ساحلی علاقوں کا عالمی دن (ستمبر کا آخری ہفتہ)
26 ستمبر	جوہری ہتھیاروں کے مکمل خاتمے کا عالمی دن
27 ستمبر	سیاحت کا عالمی دن (یو این ڈبلیو ٹی او)

اکتوبر

یکم اکتوبر	معمر افراد کا عالمی دن
2 اکتوبر	عدم تشدد کا عالمی دن
5 اکتوبر	اساتذہ کا عالمی دن (یونیسکو)
6 اکتوبر	جائے پیدائش کا عالمی دن (اکتوبر کا پہلا سوموار)
9 اکتوبر	ڈاک کا عالمی دن
11 اکتوبر	بچیوں کا عالمی دن
13 اکتوبر	آفات میں کمی کا عالمی دن
15 اکتوبر	دیہی خواتین کا عالمی دن
16 اکتوبر	خوراک کا عالمی دن (ایف اے او)
17 اکتوبر	غربت کے خاتمے کا عالمی دن
24 اکتوبر	اقوام متحدہ کا دن
24 اکتوبر	ترقی سے متعلق معلومات کا عالمی دن
27 اکتوبر	سماعتی و بصری ورثے کا عالمی دن (یونیسکو)

کنٹینر پر فائرنگ سے ڈرائیور جاں بحق

کوئٹہ یکم ستمبر کو کوئٹہ میں گاہی چوک سریاب روڈ پر کنٹینر پر فائرنگ سے ڈرائیور جاں بحق ہو گیا۔ پولیس کے مطابق نامعلوم افراد نے گاہی چوک پر افغان ٹرانزٹ ٹریڈ کے کنٹینر پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں ڈرائیور جاں بحق ہو گیا۔ بعدازاں ملزمان نے کنٹینر کو نذر آتش کر دیا۔ اور فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔

(ہزار خان)

تاجر کے گھر میں ڈکیتی

نوشہروفیروز 7 اگست کو بھریا سٹی کے وارڈ نمبر 7 میں رات کے وقت تین مسلح افراد نے بیوپاری رتن کمار کے گھر میں داخل ہو کر سوئے ہوئے افراد کو اٹھا کر زبردستی یرغمال بنالیا اور گھر کی الماریوں کے تالے توڑ کر لاکھوں روپے کے سونے کے زیورات اور نقدی لوٹ کر فرار ہو گئے۔ مزاحمت کے دوران رتن کمار کو ڈاکوؤں نے زخمی کر دیا۔ پولیس نے شک کی بناء پر کچھ لوگوں کو حراست میں لیا ہے اور کہا کہ جلد ہی ملزمان کو گرفتار کر کے لوٹا ہوا سامان برآمد کیا جائے گا۔

(منظور حسین)

لڑکے اور لڑکی کی لاش برآمد

حیدرآباد 15 ستمبر کو مارکیٹ تھانے کی حدود پٹھان کالونی میں گھر میں کھڑی کار سے نوجوان لڑکا اور لڑکی مردہ حالت میں پائے گئے۔ پولیس سے رابطہ کرنے پر ایچ آر سی پی کو بتایا گیا کہ پٹھان کالونی گلی نمبر تین میں عبدالستار چانڈیو کے گھر کی گیراج کے اندر کھڑی کار مسلسل سٹارٹ رہنے پر عبدالستار کے دوسرے بیٹے کو تشویش ہوئی تو اس نے گیراج کا دروازہ پر دستک دی۔ تاہم اندر سے گیراج کا دروازہ نہ کھلنے پر اس نے اکیس سالہ عامر چانڈیو کو کار کے پاس ہی گرا ہوا پایا جس پر اسے ہسپتال پہنچایا گیا جہاں ڈاکٹروں نے اس کی موت کی تصدیق کر دی۔ بعدازاں گھر کے افراد دوبارہ گیراج گئے اور دیکھا کہ ایک لڑکی کی لاش بھی گاڑی کے اندر پڑی ہوئی تھی۔ مرنے والی لڑکی کی شناخت لیاقت کالونی کی رہائشی ثمرین شیخ کے نام سے ہو گئی۔

(لالہ عبدالحلیم)

4 ستمبر، سکھر: ایچ آر سی پی کی سکھر ٹاسک فورس نے سینٹ بوناونچر سکول، پھلیلی، حیدرآباد کے طلباء کے ساتھ ایک ملاقات کا اہتمام کیا

ایچ آر سی پی کا ماہانہ اجلاس

تربت، مکران انسانی حقوق کمیشن پاکستان (ایچ آر سی پی) سپیشل ٹاسک فورس تربت مکران کا ماہانہ اجلاس 3 ستمبر کو منعقد ہوا جس میں مکران میں انسانی حقوق کی پامالیوں، ذکری فرقہ کے خلاف انتہا پسندی اور گومازی میں فوجی آپریشن کیخلاف قراردادوں سمیت پانچ مختلف قراردادیں منظور کی گئیں۔ اجلاس کے شرکاء نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ گومازی آپریشن میں جس طرح نہتے عوام پر تشدد کیا گیا اور سول آبادی پر ہیلی کاپٹروں کی مدد سے آپریشن کیا گیا وہ قابل مذمت ہے۔ آپریشن میں چھ افراد جاں بحق اور چار زخمی ہوئے۔ اس کے علاوہ کئی مکانات اور دکانیں جلادی گئیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقتدر قوتیں بلوچستان میں امن وامان کے نام پر کچھ بھی کر سکتی ہیں اور اس حوالے سے صوبائی حکومت کا کردار بھی مایوس کن ہے۔ گومازی آپریشن سے ثابت ہوتا ہے کہ کچھ حلقے بلوچستان میں امن وامان کے حق میں نہیں۔ اجلاس کے شرکاء نے آواران پیدارک میں ذکریوں کے خلاف انتہا پسندی کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ آواران درندگی کا مظاہرہ کرکے آٹھ بے گناہ ذکر مسلمانوں کو ہلاک اور سات کو زخمی کر دیا گیا اور اسی روز پیدارک میں مسلح افراد نے ذکریوں کے خلاف کارروائی کرتے ہوئے ان کی تین گاڑیاں جلادیں اور تین افراد کو اغواء کر لیا جو تاحال لاپتہ ہیں۔

(اسد اللہ بلوچ)

20 ستمبر، حیدرآباد: ایچ آر سی پی حیدرآباد آفس میں ''سکاٹ لینڈ کے ریفرنڈم سے آگاہی: صحافی، تجزیہ اور رائے، کے موضوع پر ایچ آر سی پی کے فورم کا انعقاد

جنگجوؤں کے حملے میں دو بھائی جاں بحق

ڈی آئی خان 15 ستمبر کو ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقے لنڈا شریف میں جنگجوؤں کے حملے میں تھانہ کلاچی کے ایس ایچ او سیف الرحمان کے دو بھائی جاں بحق اور ایک زخمی ہو گیا۔ تفصیلات کے مطابق مسلح افراد نے ایس ایچ او کے گھر پر گھات لگا کر حملہ کیا جس کے نتیجے میں ان کے دو بھائی فخر زمان اور محمد اسمٰعیل جاں بحق جبکہ ایک بھائی محمد اصغر شدید زخمی ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ایس ایچ او سیف الرحمان نے جنگجوؤں کے خلاف کریک ڈاؤن شروع کر رکھا تھا جس کی بنا پر ان کے بھائیوں کو نشانہ بنایا گیا، حملے کے بعد پولیس نے علاقے کو گھیرے میں لے کر تحقیقات کا آغاز کر دیا۔ ضلعی پولیس کے سربراہ صادق بلوچ کا کہنا تھا کہ حملے کے وقت سیف الرحمان گھر پر موجود نہیں تھے۔ مذکورہ کارروائی اتوار کو لونی کے علاقے میں کیے گئے آپریشن کے انتقام کے طور پر کی گئی جس میں القاعدہ سے تعلق رکھنے والا کمانڈر اسلم شاہ ہلاک اور ایک جنگجو زخمی ہوا تھا۔ القاعدہ نے واقعے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے کہا کہ یہ لونی میں کیے گئے آپریشن کا بدلہ تھا۔

(عامرہ حسین)

پانی کے تنازع پر نمبردار قتل

بہاولپور ڈسٹرکٹ بہاولپور کی تحصیل یزمان کے علاقہ ہیڈ راجکاں میں پانی کے تنازعہ پر مسلح افراد نے فائرنگ کر کے 6 افراد کو زخمی کر دیا جن میں سے ایک ظفر اقبال نمبردار موقع پر جاں بحق ہوگیا۔ ظفر اقبال کے بھائی صابر حسین نے بتایا کہ میرا بھائی ظفر اقبال اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ رقبہ کو پانی دے رہے تھے کہ مقصود احمد پٹواری اپنے دیگر ساتھیوں کے ہمراہ گن پوائنٹ پر پانی بند کر دیا۔ مزاحمت پر مقصود احمد نے فائرنگ کر دی جس سے میرا بھائی فوت ہو گیا۔ مقتول کے ورثاء نے سڑک بلاک کر کے احتجاج کیا تاہم پولیس کی جانب سے یقین دہانی پر میت پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال پہنچا دی۔

(اسداللہ)

دو پولیس اہلکار فائرنگ سے ہلاک

حیدرآباد یکم ستمبر کو حسین آباد تھانے کی حدود لطیف آباد یونٹ نمبر تین میں نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے گشت پر مامور پولیس اہلکاروں پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں ایک پولیس اہلکار اشرف موقع پر ہی جاں بحق ہو گیا جبکہ دوسرے اہلکار رمضان سولنگی کو انتہائی نازک حالات میں سول ہسپتال منتقل کیا گیا جو زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گیا۔ دہشت گردی کا نشانہ بننے والے دونوں پولیس اہلکاروں کی نماز جنازہ پولیس ہیڈ کوارٹرز میں ادا کی گئی۔ دونوں پولیس اہلکار حسین آباد تھانے میں تعینات تھے اور معمول کے مطابق اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے کہ دہشت گردوں کی گولیوں کا شکار ہو گئے۔ اشرف گھمبیر سعید آباد جبکہ رمضان سولنگی اڈیرولال کا رہائشی تھا۔

(لالہ عبدالحلیم)

فرقے کی بنا پر قتل کر دیا گیا

ڈی آئی خان 9 ستمبر کو ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقے نیو گلشن کالونی میں نامعلوم افراد نے سید اختر حسین نامی شخص جو اختر طوفان کے نام سے مشہور تھا، کو قتل کر دیا۔ مقتول کی بیوی زرینہ کا کہنا تھا کہ وہ گھر میں موجود تھے کہ دو لڑکے دم کروانے کی غرض سے آئے۔ اختر دم کرنے میں مصروف تھا کہ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ جب اختر نے دروازہ کھولا تو نامعلوم افراد نے اس پر فائرنگ کر دی جس سے وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گیا۔ اس کا مزید یہ کہنا تھا کہ کچھ عرصہ پہلے تک پہلے کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ سید ہے اور وہ دم کرتا ہے۔ لیکن چند ماہ پہلے سب جان گئے کہ وہ دم کرتا ہے اور اسی وجہ سے نشانہ بنایا گیا۔ زرینہ بی بی کا کہنا تھا کہ ان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں مگر چونکہ وہ دم کرتا تھا اور وہ سیّد بھی تھا اس لیے یہ ایک فرقہ وارانہ واقعہ تھا۔ تھانہ چھاؤنی نے نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ درج کر کے تحقیقات کا آغاز کر دیا۔

(نامہ نگار)

بم دھماکے میں تین افراد جاں بحق

کوئٹہ 13 ستمبر کو کوئٹہ کے علاقے سیٹلائٹ ٹاؤن میں بم دھماکے میں تین افراد جاں بحق اور 24 زخمی ہو گئے۔ کوئٹہ نیو اڈہ میں گاڑی میں نصب چالیس کلو گرام دھماکہ خیز پھٹنے کے نتیجے میں فورسز کی گاڑی سمیت تین گاڑیاں اور ایک رکشہ تباہ ہوا جبکہ عمارتوں کے شیشے ٹوٹ گئے جبکہ راہ گیر بھی زخمی ہوئے۔ دھماکے کے بعد پولیس اور ایف سی نے جائے وقوعہ کو گھیرے میں لے کر مزید کارروائی شروع کر دی۔ زخمیوں کو سول ہسپتال منتقل کر دیا گیا جن میں سے سات کی حالت تشویشناک بتائی جاتی ہے۔ دھماکے کے بعد سی سی پی او کوئٹہ رزاق چیمہ نے جائے وقوعہ کا معائنہ کیا۔ اس موقع پر ایف سی اور پولیس کی بھاری نفری نے علاقے کو گھیرے میں لے کر دونوں اطراف سے ٹریفک بند کر دی۔ سی سی پی او کوئٹہ کا کہنا تھا کہ دھماکے میں ملوث افراد کیخلاف کارروائی کا آغاز کر دیا گیا ہے۔ یونائیٹڈ بلوچ آرمی نے میڈیا کے دفاتر فون کر کے دھماکے کی ذمہ داری قبول کر لی۔

(ہزار خان)

حبس بے جا میں رکھے گئے تین افراد بازیاب

لالہ عبدالحلیم 14 ستمبر کو عدالت کے حکم پر ریڈ کمشنر نے ہٹڑی تھانے پر چھاپہ مار کر حبس بے جا میں رکھے گئے تین افراد کو بازیاب کرا لیا جن کا تھانے میں کوئی اندراج نہیں تھا۔ اس سلسلے میں ہالانکہ کی رہائی سکینہ نے عدالت میں درخواست دی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ 11 ستمبر کو اس کی بیٹی کے سسرال والے ان کے گھر آئے تھے جنہوں نے اس کی بیٹی کو زبردستی ساتھ لے جانے کی کوشش کی تاہم چیخ و پکار اور مزاحمت پر مذکورہ افراد فرار ہو گئے۔ بعدازاں اس کا شوہر مشتاق، بیٹا اشفاق، اور بھتیجا الطاف رپورٹ درج کرانے متعلقہ تھانے گئے تو پولیس نے انہیں گرفتار کر لیا جس کے بعد عدالت نے کریم سہتو کو ریڈ کمشنر مقرر کرتے ہوئے تھانے پر چھاپے مارنے کا حکم دیا۔

(لالہ عبدالحلیم)

فائرنگ سے ایک شخص ہلاک

ٹوبہ ٹیک سنگھ نواحی چک 322 ج ب میں دکانوں پر بیکری کا سامان سپلائی کرنے والا شخص جاوید اقبال یکم ستمبر کو پہلور کے علاقہ میں سامان سپلائی کر کے واپس اپنے گاؤں جا رہا تھا کہ بھگواں موڑ کے قریب نامعلوم ملزمان نے اس کی گاڑی پر اندھادھند فائرنگ کر دی جس کی زد میں آ کر وہ شدید زخمی ہو گیا۔ اس دوران ملزمان فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ جاوید شاہ زخمی حالت میں جائے وقوعہ سے ایک کلومیٹر آگے پہنچ گیا۔ جہاں اس نے موبائل فون پر اپنے اہل خانہ کو اطلاع دی، تاہم زیادہ خون بہہ جانے کے باعث اس کی موت واقع ہو گئی۔ اطلاع ملنے پر تھانہ صدر پولیس نے مقتول کی نعش پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال پہنچا دی۔ پولیس کے مطابق وقوعہ ڈکیتی کی واردات کا بھی ہو سکتا ہے۔

(اعجاز اقبال)

خاتون کو قتل کر دیا گیا

ٹوبہ ٹیک سنگھ 13 ستمبر کو ٹوبہ ٹیک سنگھ کے نواحی گاؤں 287 ج ب کی اضافی آبادی میں رہائش پذیر عظیم کی بہن شبانہ کوثر اپنے بھائی سے ملنے آئی اور کسی بات پر شبانہ کا اپنی بھابھی صوفیہ سے جھگڑا ہو گیا جس پر اشتعال میں آ کر اس کے بھائی عظیم نے فائرنگ کر کے شبانہ کو قتل کر دیا۔ تھانہ صدر پولیس نے مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کر دی ہے۔

(اعجاز اقبال)

دو گروہوں میں تصادم کے نتیجے میں 11 افراد جاں بحق

ہوشاب 22 ستمبر کو ہوشاب کے علاقہ بالگتر میں دو مسلح گروہوں کے درمیان تصادم کے نتیجے میں گیارہ افراد ہلاک ہو گئے۔ جن میں یعقوب ولد کنر سکنہ بالگتر، ملا فاضل ولد خان محمد سکنہ تیرتیج آواران، زمان بروت ولد شمبے سکنہ بالگتر، برکت ولد کریم بخش سکنہ بالگتر، اسلم ولد فقیر محمد سکنہ بالگتر، ملنگ ولد خداداد سکنہ بالگتر، بدل ولد نیک بخت سکنہ بالگتر، بختیار ولد بشام کیل کور پنجگور محمد جان ولد ایتان سکنہ پنجگور، سلیم سکنہ کولواہ ضلع کیچ شامل ہیں۔

(نامہ نگار)

ٹارگٹ کلنگ کے خلاف بی این پی کا احتجاج

کوئٹہ 3 ستمبر کو بلوچستان میں آپریشن اور ٹارگٹ کلنگ کے خلاف بی این پی کے زیر اہتمام کوئٹہ میں احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ کوئٹہ پریس کلب کے باہر مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے پارٹی رہنماؤں آغا حسن، غلام نبی مری اور دیگر نے تربت میں سکیورٹی فورسز کے آپریشن، زکری فرقے کے افراد اور صحافی ارشاد مستوئی اور ان کے دیگر ساتھیوں کے قتل پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے اسے ایک سازش قرار دیا اور کہا کہ اس سے صوبے میں امن امان کی صورتحال کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مقررین کا کہنا تھا لوگوں کی جان و مال کے تحفظ کو یقین بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔

(ہزار خان)

30 اگست 2014: وہاڑی میں ایچ آر سی پی نے ''بچوں، خواتین، اقلیتوں اور مزدوروں کے حقوق'' کے عنوان پر مشاورت کا اہتمام کیا

ریموٹ کنٹرول دھماکے میں 6 افراد جاں بحق

باجوڑایجنسی 9 اگست کو باجوڑ ایجنسی کی تحصیل سالارزئی کے علاقے تنگی میں سڑک کے کنارے نصب ریموٹ کنٹرول بم دھماکے کے نتیجے میں 6 افراد جاں بحق ہوگئے۔ دھماکہ آئیڈیا نامی این جی او کی لیڈی ٹیچرز کو سکول لے جانے والی موٹر کار پر کیا گیا۔ دھماکہ میں تین لیڈی ٹیچرز، دو بچے اور ڈرائیور جاں بحق ہوگئے۔ دھماکے کی اطلاع ملتے ہی انتظامیہ اور لیویز فورس کے اہلکار جائے وقوعہ پر پہنچ گئے اور وہاں امدادی کارروائیاں شروع کر دیں دھماکے میں موٹر کار مکمل طور پر تباہ ہوگئی۔ سکیورٹی فورسز اور باجوڑ لیویز فورسز نے علاقے کو گھیرے میں لے کر سرچ آپریشن کرتے ہوئے گیارہ افراد کو علاقائی ذمہ داری کے تحت گرفتار کر لیا۔ پولیٹیکل انتظامیہ نے واقعہ کی تحقیقات شروع کر دی ہے۔

(شاہد حبیب)

فائرنگ سے 8 افراد ہلاک

آواران 28 اگست کو آواران میں مسلح افراد کے حملے میں ذکری فرقے سے تعلق رکھنے والے آٹھ افراد ہلاک اور 7 زخمی ہوگئے۔ تفصیلات کے مطابق مذکورہ افراد عبادت میں مصروف تھے کہ اچانک نامعلوم مسلح افراد نے مسجد الذاکرین میں گھس کر ان پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں آٹھ افراد ہلاک اور 7 زخمی ہوگئے جن میں سے کچھ کی حالت تشویشناک بتائی جاتی ہے۔

(جمالی پیر)

قبائلی رہنما فائرنگ سے جاں بحق

24 ستمبر کو یونین کونسل گول کے علاقہ بٹیرائے میں نامعلوم افراد کی فائرنگ سے قبائلی رہنما ملک بختیار محسود جاں بحق ہوگئے۔ ملزمان وقوعہ کے بعد فرار ہوگئے۔ یاد رہے کہ گول کے علاقے میں گزشتہ کئی ماہ سے ایک گروہ سرگرم ہے جس کے ہاتھوں اب تک درجنوں افراد جاں بحق ہو چکے ہیں جس کے باعث علاقے کے عوام میں شدید عدم تحفظ کا شکار ہیں۔

(محمد ارشاد محسود)

21 ستمبر 2014: تمپ میں ایچ آر سی پی نے ''بچوں، خواتین، اقلیتوں اور مزدوروں کے حقوق'' کے عنوان پر مشاورت کا اہتمام کیا

بم دھماکے میں 13 افراد زخمی

کوئٹہ 20 ستمبر کو کوئٹہ دھماکے کے نتیجے میں 13 افراد زخمی ہوگئے۔ جس میں ایک کی حالت تشویشناک ہے۔ زخمیوں میں ایک خاتون اور بچہ بھی شامل ہے۔ پولیس کے مطابق دھماکہ سمنگلی روڈ کے علاقے پنج فٹی پر ایک ہوٹل کے قریب ہوا، زخمیوں کو فوری طور پر ہسپتال منتقل کیا گیا۔ دھماکے سے قریبی عمارتوں کے شیشے ٹوٹ گئے، فورسز نے علاقے کو گھیرے میں لے لیا۔ دھماکہ خیز مواد ایک سائیکل میں نصب کیا گیا تھا۔ بم دھماکے کا مقدمہ ایس ایچ او جناح ٹاؤن مقصود لغاری کی مدعیت میں نامعلوم افراد کے خلاف مقدمہ درج کر لیا گیا ہے۔

(ہزار خان)

دو گروہوں میں تصادم، 6 افراد جاں بحق

دشت 22 اگست کو دشت کے علاقے بل نگور میں ملاعمر نامی شخص کے گروہ اور بلوچ سرمچاروں کے بیچ میں تصادم میں سولہ افراد ہلاک ہوگئے۔ مقامی ذرائع کے مطابق دشت بل نگور میں یاسر اور ملاعمر نامی افراد کا مسلح گروہ مختلف سماجی برائیوں کے ساتھ ساتھ تعلیم دشمن سرگرمیوں میں بھی ملوث ہے۔

(نامہ نگار)

اقلیتیں

ایک اور احمدی ڈاکٹر کو قتل کر دیا گیا

میرپورخاص 22 ستمبر کو سندھ کے ضلع میرپورخاص میں دو نامعلوم افراد نے ایک احمدی ڈاکٹر کو گولی مار کر قتل کر دیا۔ سیٹلائیٹ ٹاؤن کے رہائشی 45 سالہ ڈاکٹر مشبر احمد کھوسہ کو ان کے فرقے کی بناء پر قتل کیا گیا۔ وہ مالہی کالونی میں واقع اپنے کلینک میں مریضوں کا معائنہ کر رہے تھے کہ اس دوران دو مشتبہ افراد کلینک میں داخل ہوئے اور انہیں فائرنگ کر کے قتل کرنے کے بعد فرار ہوگئے۔ ڈاکٹر مبشر احمد کھوسہ ہومیو پیتھک ڈاکٹر تھے اور وہ گزشتہ 15 برس سے میرپورخاص کی مالہی کالونی میں خدمات انجام دے رہے تھے۔ ان کے سینے میں چار اور سر میں ایک گولی لگی، مقتول کی نعش پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کر دیا گیا اور بعد ازاں تدفین کے لیے ربوہ منتقل کر دیا گیا۔ ایک سینئر پولیس افسر ظفر اللہ دھاریجو کا کہنا ہے کہ ڈاکٹر کو ان کے قتل سے آدھا گھنٹہ قبل موبائل پر ایک پیغام موصول ہوا جس میں انہیں کلینک سے باہر آنے کو کہا گیا۔ ایس ایچ او کا دعویٰ ہے کہ ابتدائی تفتیش کے دوران مقتول کے اہل خانہ نے کسی پر شبہ ظاہر نہیں کیا۔ گزشتہ چھ برسوں کے دوران میرپورخاص میں کسی احمدی ڈاکٹر کے قتل کا یہ دوسرا واقعہ ہے۔ 2008ء میں ایک نامور ڈاکٹر منان صدیقی کو گولی مار کر قتل کر دیا گیا تھا۔ ان کے قاتلوں کو تاحال گرفتار نہیں کیا جا سکا۔ (چندن کمار)

ربوہ میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد

ربوہ 26 اگست کو ربوہ میں مرکزی دفتر احمدیہ کی جانب سے متعلقہ حکام کو ایک خط لکھا گیا جس میں مولویوں کی جانب سے 7 ستمبر 2014ء کو ربوہ کے علاقے مسلم کالونی میں منعقد کی جانے والی ختم نبوت کانفرنس سے آگاہ کیا گیا۔ خط میں کہا گیا کہ ربوہ کی 95 فیصد آبادی احمدی برادری سے تعلق رکھتی ہے۔ ملاؤں کے پاس علاقے میں ایک مخالفانہ کانفرنس کے لیے باہر کے لوگوں کو اکٹھا کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ ماضی میں ایسی کانفرنسوں کی بدولت ملاؤں کو احمدی مخالفت جذبات اور اشتعال انگیزی کو فروغ دینے کا موقع ملا ہے۔ مشتعل شرکاء کو علاقے میں امن وامان کی صورتحال خراب کرنے سے روکنا مشکل ہوگا۔ ملک کی موجودہ سیاسی صورتحال میں ربوہ میں ایسی کانفرنس کا انعقاد انتہائی خطرناک ہوگا۔ شرکاء عام طور پر کانفرنس کی حدود سے علاقے میں داخل ہوتے ہیں، گروہوں کی شکل میں بازار آتے ہیں، خواتین پر اشتعال انگیز جملے کستے ہیں اور احمدیوں کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دیتے ہیں۔ احمدیوں کو اپنے لوگوں اور املاک کو ان ناپسندیدہ لوگوں سے تحفظ فراہم کرنے کے لئے مخصوص اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔ خط میں گوجرانوالہ میں ہونے والے وحشیانہ تشدد کا بھی حوالہ دیا گیا اور نشاندہی کی گئی کہ ان اشتعال انگیز ریلیوں کے باعث امن کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ خط میں اس بات پر زور دیا گیا کہ اس پس منظر میں اس کانفرنس کی وجہ سے اگر کوئی ناخوشگوار واقع رونما ہوتا ہے تو اس کی تمام تر ذمہ داری حکام اور کانفرنس کے منتظمین پر عائد ہوگی۔ خط کے آخر میں پر زور دیا گیا کہ وہ اس نازک صورتحال میں مناسب اور بروقت اقدامات کئے جائیں۔ اس کانفرنس کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے۔ مزید برآں: ڈیلی پاکستان نے 20 اگست 2014ء کو خبر دی کہ تحریک ختم نبوت نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے کے سرکاری اعلامیے کا دس روز تک سالانہ جشن منانے کا اعلان کیا ہے۔ سعودی عرب، برطانیہ، کویت، دبئی، جنوبی افریقہ اور ملک کے تمام اہم شہروں جیسے کہ فیصل آباد، جھنگ، سرگودھا، خوشاب، میانوالی، ملتان، بھکر، اسلام آباد، پشاور، سمندری، جڑانوالہ، سیالکوٹ، گوجرہ، جلالپور، پیروالا، قصور، منڈی بہاؤالدین، ڈی آئی خان، خانپور، بہاولپور اور لودھراں اور بلوچستان، سندھ اور خیبر پختونخوا سمیت ملک کے دیگر شہروں میں اجتماعات، ریلیاں، سیمینار اور کانفرنسیں منعقد کی جائیں گی۔ سعودی عرب کے مولانا عبدالحفیظ سات ستمبر کو ربوہ میں کانفرنس سے خطاب کریں گے۔ ایک مقامی اخبار نے پاکستان مسلم لیگ ن کے رکن صوبائی اسمبلی مولوی الیاس چنیوٹی کا حوالہ کچھ اس طرح سے دیا: یہ کانفرنس کفر کی بنیادوں کو ہلاک کر رکھ دے گی۔ ایک مولوی رب نواز جو ایک وکیل بھی ہے، کا کہنا تھا کہ ''ہم قادیانیوں کے اثر ورسوخ کے خاتمے تک اپنی مہم جاری رکھیں گے۔'' ملا شبیر' عثمانی نے اس سے بھی زیادہ واضح انداز میں کہا کہ چناب نگر کی یہ کانفرنس قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگی۔

(سلیم الدین)

صحت

صفائی کی ناقص صورتحال

باجوڑ ایجنسی خار بازار میں صفائی کی ابتر صورتحال کے باعث بیماریاں پھیلنے لگی ہیں۔ انتظامیہ کی غفلت کے باعث بازار اور ملحقہ علاقوں میں جگہ جگہ گندگی کے ڈھیر موجود ہیں جس کے باعث عوام کا جینا محال ہوگیا ہے۔ خار بازار کی سبزی منڈی اور دیگر مارکیٹوں کے سامنے موجود نالیوں سے اٹھنے والی بدبو اور تعفن کے باعث لوگوں کو مشکلات کا سامنا ہے۔ شہریوں کا کہنا ہے کہ گندگی کے باعث مختلف بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ خار بازار اور ملحقہ علاقوں میں صفائی کی صورتحال بہتر بنائی جائے۔

(شاہد حبیب)

طبی سہولیات فراہم کی جائیں

دالبندین ضلعی ہیڈ کوارٹر پرنس فہد ہسپتال میں کوئی سرجن ڈاکٹر تعینات نہیں۔ علاوہ ازیں میل اور فی میل ڈاکٹروں کی کئی آسامیاں خالی پڑی ہیں جس کے باعث مریضوں کو مشکلات کا سامنا ہے۔ مقامی شہریوں کا کہنا ہے کہ ہسپتال میں ادویات بھی دستیاب نہیں جس کے باعث انہیں نجی میڈیکل سٹورز سے مہنگے داموں ادویات خریدنا پڑتی ہیں۔ شہریوں نے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ اس مسئلے کا نوٹس لیا جائے اور ہسپتال میں طبی سہولیت کی فراہمی کو یقینی بنایا جائے۔

(یحییٰ خان)

عالمی یوم فزیوتھراپی پر ریلی کا انعقاد

لالہ عبدالحلیم 8 ستمبر کو لیاقت میڈیکل یونیورسٹی جامشورو میں فزیوتھراپی کے عالمی دن کے موقع پر انسٹی ٹیوٹ آف فزیوتھراپی سے کیمپس تک ریلی نکالی گئی، بعد ازاں یونیورسٹی کے لطیف ہال میں سیمینار منعقد کیا گیا۔ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے پرووائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر منیر احمد جونیجو، ڈاکٹر غلام عباس میمن، پروفیسر خلیق احمد صدیق، ڈاکٹر خرم شیخ، ڈاکٹر رسول بخش و دیگر نے کہا کہ فالج اور جسم میں درد کے مریضوں کے لئے فزیوتھراپی کی بڑی اہمیت ہے۔ لوگوں کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ لمس یونیورسٹی کے طلبہ وطالبات بہتر تعلیم حاصل کر کے انسانیت کی خدمت کریں اور لمس یونیورسٹی کا نام روشن کریں۔

(لالہ عبدالحلیم)

مذہب اور ریاست

فیصل باری

آج کی دنیا جمہوریت کی دنیا ہے اور قطع نظر اس کے کہ ہم کون ہیں یا ہم کہاں ہیں، اپنا نظام قائم نہیں کر سکتے۔ پاکستان میں بہت سے لوگ اس بات پر بھی متفق ہیں کہ ہمارے طرز حکومت کی شکل جمہوری ہونی چاہیئے۔ انتخابات میں لوگوں کی شرکت، منتخب نمائندوں کے لیے ان کی حمایت اور ان کی جانب سے غیر جمہوری نوعیت کی مداخلتوں کی غیر مبہم اور یقینی مخالفت کا واضح ثبوت ملک کے اندر عوامی بحث مباحثے اور ہماری تاریخ سے ملتا ہے۔ تمام ممالک کا ایک دوسرے پر انحصار اس بات کا بھی متقاضی ہے کہ دنیا بھر میں ایک ہی طرز حکومت ہونا چاہیئے اور موجودہ دور میں یہ نظام جمہوریت کہلاتا ہے۔ اس وقت یہی واحد نظام ہے جو ہمیں پُر امن طریقے سے زندگی گزارنے کے قابل بنا سکتا ہے اور جو پر امن بقائے باہمی کا تحفظ کر سکتا ہے۔ اگر طرز حکومت جمہوری ہو، تو پھر ایک مذہب، ایک فرقے یا چند فرقوں کو یہ فیصلہ کرنے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے کہ قوانین کیسے ہونے چاہئیں یا ملک میں نظام حکومت کا بنیادی ڈھانچہ کیسا ہونا چاہیئے؟ مثال کے طور پر اگر ریاست ''اسلامی'' ہے تو پھر دیگر مذاہب کے حوالے سے ریاست غیر جانبدار کیسے ہو سکتی ہے؟ بحث یہ نہیں ہے کہ لوگ مذہب کی پیروی نہیں کر سکتے یا یہ کہ وہ ایسے ادارے نہیں قائم کر سکتے یا وہ اخلاقیات نہیں اپنا سکتے جن کا تعین ان کے عقیدے کے حوالے سے کیا جائے۔ مذہبی اصول وضوابط سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا یہاں تک کہ سماجی سطح پر بھی، جہاں شاید مذہب کے بارے میں کسی خاص قسم کے رویے کی ضرورت ہو، وہاں بھی لوگ اپنے مذہبی احکامات کے مطابق زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ تبھی ممکن ہے جب مخصوص مذہبی رویہ رکھنے والے لوگ دیگر عقائد کو ماننے والوں یا مختلف طور پر زندگی گزارنے کے خواہشمند لوگوں کو بھی یہی حق دیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ یا تو ریاست کے آئینی ڈھانچے کو پختہ عقیدے کی بنیاد پر استوار کیا جائے اور جہاں ایسا ممکن نہ ہو تو پھر وہاں آئینی ڈھانچے کی بنیاد غیر متعین عقیدے پر رکھی جائے۔ اگر مسلمان مسلم قوانین کے تحت رہ سکتے ہیں تو پھر ہندوؤں، مسیحیوں وغیرہ کو بھی اپنے مذہبی قوانین کے تحت زندگی گزارنے کا حق حاصل ہونا چاہیئے۔ اور وہ قوانین جن کا اطلاق تمام شہریوں پر ہونا ضروری ہو وہ ایسے ہونے چاہئیں جن کو تمام عقائد کے لوگ تسلیم کریں اور ان کی بنیاد انسانی حقوق کے ان اصولوں پر ہونی چاہیئے جو تمام عقائد کے لوگوں کے لیے قابل قبول ہوں۔

اجتماعی سوچ کی اس سطح پر ہم ''جہالت کی آڑ'' کے اس تصور کے قریب ہو جاتے ہیں جس کے مطابق ایسے قوانین بنانا ضروری ہو جاتا ہے جو ہماری کسی مخصوص مذہب سے وابستگی سے ماوراء ہوں لیکن ہمیں اس سے بھی آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ گزشتہ چھ دہائیوں کا زیادہ تر زمانہ ہم نے مذہب کو سیاست کے ساتھ نتھی کر کے گزارا اور ہمیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ ہماری ریاست کا ایک مذہب ہے اور ہم نے سیاسی جماعتوں کو مذہب کی بنیاد پر سیاست کرنے کی اجازت دی۔

مذہبی سیاسی جماعتیں، یہ جانتے ہوئے کہ ایسی تمام جماعتیں یقینی طور پر نظریاتی سطح پر کسی نہ کسی فرقے / یا مذہبی مسلک سے منسلک ہیں، باعثِ تقسیم اور تنہا کر دینے والی ہیں۔ کیا ایسی مذہبی جماعتیں موجود ہیں جو صرف ''مسلم'' جماعتیں ہوں اور جو شیعہ سنی تقسیم سے ماوراء ہوں؟ کیا ایسی جماعتیں موجود ہیں جو دیوبندی، بریلوی تفریق سے بھی ماورا ہوں؟ الگ الگ جماعتیں وسیع تر مقاصد کے حصول کے لئے متحد تو ہو سکتی ہیں لیکن ان کی اپنی وابستگی یا رفاقت دقّتِ نظر پر مبنی اور باعث تقسیم ہی سمجھی جائے گی۔

> مذہبی سیاسی جماعتیں، یہ جانتے ہوئے کہ ایسی تمام جماعتیں یقینی طور پر نظریاتی سطح پر کسی نہ کسی فرقے / یا مذہبی مسلک سے منسلک ہیں، باعثِ تقسیم اور تنہا کر دینے والی ہیں۔ کیا ایسی مذہبی جماعتیں موجود ہیں جو صرف ''مسلم'' جماعتیں ہوں اور جو شیعہ سنی تقسیم سے ماوراء ہوں؟ کیا ایسی جماعتیں موجود ہیں جو دیوبندی، بریلوی تفریق سے بھی ماورا ہوں؟ الگ الگ جماعتیں وسیع تر مقاصد کے حصول کے لئے متحد تو ہو سکتی ہیں لیکن ان کی اپنی وابستگی یا رفاقت دقّتِ نظر پر مبنی اور باعث تقسیم ہی سمجھی جائے گی۔

اس کے نتائج، کم از کم پاکستان میں، سب پر واضح رہے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں موجود گروہ بندی اور تفرقہ بازی کے پیش نظر ان میں سے کتنی جماعتیں ایسی ہیں جو اس حوالے سے کسی کامیابی کا دعویٰ کر سکتی ہیں؟ درحقیقت صورتحال ابتر ہوتی جا رہی ہے اور حالیہ برسوں کے دوران اس میں مزید شدت آ چکی ہے۔ آج ہمارے ہاں متعدد مذہبی سیاسی جماعتیں، دھڑے اور فرقے موجود ہیں لیکن اس کے باوجود ہمارے معاشرے میں تشدد اور نفرت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ ہمارے شمال مغربی علاقوں میں جنگ جاری ہے اور ہمارے شہروں کو کسی نہ کسی مذہبی اقلیت نے یرغمال بنایا ہوا ہے۔ اسرائیل ایک ایسا ملک ہے جس کا قیام مذہب کی بنیاد پر عمل میں آیا تھا۔ دنیا کی بڑی طاقتوں کے ساتھ اس کے گہرے تعلقات ہیں۔ عالمی نقطہ نظر کے علاوہ بڑی طاقتوں پر اثر انداز ہونے کی اس کی قابلیت غیر معمولی ہے۔ اس نے جارحیت سے متعلق بار بار اپنی اہلیت اور آمادگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور وہ ہمیشہ مذہبی بنیاد پر ہی اپنی جارحیت کا جواز پیش کرنے اور اس میں تسکین پانے میں کامیاب رہا ہے۔ اسرائیل نے اپنے اور اپنی ریاست کے خلاف جس نفرت کو جنم دیا ہے وہ ریاست کو زیادہ دیر تک قائم نہیں رکھ سکے گی بلکہ اسرائیلی اقدامات کے نتیجہ میں پہلے ہی بہت زیادہ انسانی جانوں کا ضیاع ہو چکا ہے اور بے پناہ مزید انسانی جانوں کا ضیاع ہوگا۔ اگر جمہوریت کو قائم رکھنا ہے اور اگر ہم پھر سے پر امن وجود کے طور پر زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں محتاط ہو کر یہ سوچنا ہوگا کہ کیا مذہبی سیاسی جماعتوں کا ملکی سیاست میں کوئی کردار ہونا چاہیئے؟

سیاست میں بنیادی طرز کے ان کٹّر تصورات کے لیے کوئی جگہ نہیں ہوتی جو مذہب اور اسی طرح کے دوسرے نظریات ہمیں باور کراتے ہیں۔ کمیونزم کو بھی ایک عقیدے کے طور پر دیکھا جاتا تھا اور جب یہ دیکھا گیا کہ اس ''عقیدے'' کے تحت ملک ترقی نہیں کر سکتے تو بہت سے ممالک جمہوریت کی چھتری تلے آ گئے۔ آج کی دنیا کسی بڑی جارحیت کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے صرف جمہوریت ہی تمام ممالک کے لیے واحد قابل قبول راستہ ہے۔ ہماری توانائیاں محاذ آرائیوں اور دہشت گردی اور دہشت گردی مخالف مہموں میں ضائع نہیں ہونی چاہئیں۔ بلکہ ہم سب کا مقصد بنی نوع انسان کی فلاح ہونا چاہیئے۔ اگرچہ جمہوریت کی حدود کا آئینی طور پر تعین کیا جا سکتا ہے، تاہم لوگوں کی فلاح اور ترقی کے لئے خاطر خواہ وسائل پیدا کرنا اور ان سے استفادہ کرنا زیادہ ضروری ہے تاکہ ہم قوموں کی برادری میں اپنا جائز مقام حاصل کر سکیں۔

مذہبی عقائد کی بنیاد پر نعرے بازی ایک کھیل تو ہو سکتا ہے جو ہم کھیلتے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ کھیل ہمیں انتشار اور اختلاف رائے کے اور زیادہ قریب لے جائے گا۔

وقت آ گیا ہے کہ ہم پاکستان کی سیاست میں مذہب کو داخل کرنے کے سوال پر سوچ بچار کریں۔ کیا ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہاں جمہوریت قائم رہے اور اسے استحکام حاصل ہو؟ اس وقت ہم جس تشدد اور گروہ بندی کا شکار ہیں کیا ہم یہ چاہتے کہ ہم یہاں سے پر امن بقائے باہمی کی جانب پیش قدمی کریں؟ اگر ایسا ہے تو پھر ہمارے پاس سیاست میں مذہب کے کردار کو ختم کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ اگر ہم ایسا نہیں کرتے، تو پھر ہم کسی گروہ کے خلاف چاہے کوئی بھی کارروائی کر لیں، خود کو معاشرے میں اس وقت موجود تفرقوں سے چھٹکارا نہیں دِلا پائیں گے اور نہ ہی ہم اپنے اختلافات کی شدت کو کم کر سکیں گے۔ بحثیت قوم ہمیں کسی ایک چیز کا انتخاب کرنا ہوگا۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

پریشانی جس سے بچا جا سکتا ہے

آئی۔اے۔رحمٰن

جیسے جیسے موجودہ موسمی سیلاب سے ہونے والی ہولناک تباہی کی خبریں آ رہی ہیں، ان سے یہ ناقابل برداشت احساس ابھرتا ہے کہ اس تباہی کا سبب قدرت کا غضب کم اور انسانی غلطی زیادہ ہے۔ اس سیلاب میں انسانی جانیں ضائع ہوئیں، املاک بہہ گئیں، مویشی ڈوب گئے، فصلوں کو نقصان پہنچا اور بنیادی ڈھانچہ تباہ ہو گیا۔ اس سیلاب سے لوگوں کو جس تکلیف کا سامنا کرنا پڑا، اس سے بچا جا سکتا تھا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ گزشتہ چند دہائیوں کے دوران قدرتی آفات سے نمٹنے کی ملکی اہلیت کو بہتر بنانے کے لئے بہت سے اہم اقدامات کئے گئے لیکن اس کے باوجود یہ تباہی دیکھنے کو ملی۔ وہ دن گئے جب کیبنٹ ڈویژن میں ایک چھوٹا سا ڈیسک ان آفات کا سامنا کرتا تھا اور اس حوالے سے صرف یہ کہا جاتا تھا کہ سیلاب سے متاثرہ کاشتکاروں کا مالیہ اور آبیانہ معاف کر دیا گیا ہے۔

اب مرکز اور چاروں صوبوں میں ڈزاسسٹر مینجمنٹ کے ادارے موجود ہیں۔ آفات میں گھرے لوگوں کو امداد مہیا کرنے کی ذمہ داری اب بھی زیادہ تر دفاعی اداروں خصوصاً بّری فوج پر ہی ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ ریسکیو 1122 بھی اپنے وسائل میں رہتے ہوئے کافی مستعد اور متحرک ہے جبکہ سول ڈیفنس اور میونسپل ریسکیو سروسز نظر نہیں آتیں جو بیسویں صدی کی چھٹی دہائی تک بہت متحرک تھیں۔

آفات سے نمٹنے کی انتظامی صلاحیتوں کو حکمانہ سطح پر توسیع دینے اور ان صلاحیتوں کو جدید خطوط پر استوار کرنے کے بڑے دعوؤں کے باوجود پاکستان کو بھاری نقصانات برداشت کرنا پڑتے ہیں۔ موجودہ انتظامی صلاحیتوں، جن کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے، ان کے حوالے سے صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ انتظامی صلاحیتوں کے باوجود جو نقصانات ہوئے وہ ان نقصانات سے کہیں زیادہ ہیں جو سوجھ بوجھ کے ساتھ وسائل کے استعمال سے ہوتے۔ اپنی نااہلی کو چھپانے کے لئے حکام کے پاس ایک بہانہ ہے اور وہ یہ کہ طوفانی پانیوں کا بہاؤ غیر متوقع تھا۔ ماہرین موسمیات کا کہنا ہے کہ انہوں نے واضح طور پر متنبہ کر دیا تھا۔ یہ انتباہ نہ بھی دیئے گئے ہوتے تو بھی کوئی شخص جس نے 2010ء اور 2011ء کے سیلاب دیکھے تھے اس اختراع، خیال یا بیان کو قبول نہ کرتا۔ برسوں سے پانی کے قدرتی بہاؤ اور ملک بھر اور خصوصاً پنجاب میں فالتو پانی کے نکاس کے صدیوں پرانے راستوں کی بندش بڑے پیمانے پر سیلابوں کی وجہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ علاقے جہاں سے بارش کا پانی دریا کی طرف بہہ کر آتا ہے اور ملک کے شمالی علاقوں میں ہونے والی تیز بارشیں بڑے پیمانے پر سیلابوں کا سبب ہوتی ہیں۔

سیلابوں کے باعث ہونے والے نقصانات میں اضافے کے بارے میں کوئی بھی شخص غلط اندازے نہیں لگا سکتا۔ ایک وقت تھا جب کسان، خصوصاً بارانی علاقوں سے تعلق رکھنے والے کسان، سال بہ سال آنے والے سیلابوں کا خیر مقدم کرتے تھے۔ پانی اُگلتے ہوئے دریا اپنے ساتھ لائی ہوئی سیلابی مٹی ان کسانوں کی بنجر زمینوں پر بکھیر دیتے جس سے وہ ربیع کی بہترین فصل حاصل کرتے۔ اُن دنوں میں کسان دریائی گزرگاہوں سے فاصلے پر رہا کرتے تھے اور اونچی زمینوں پر گارے کے گھر بنا کر رہتے تھے۔

اب کاشتکار دریائی گزرگاہوں کے قریب تر آ گئے ہیں بلکہ دریائی گزرگاہوں پر گھر بنا کر رہنے لگے ہیں اس طرح وہ سیلابی پانیوں کی گزرگاہوں میں رکاوٹ بن گئے ہیں۔ اسی طرح دیہاتی پچاس برس پہلے کی نسبت زیادہ قیمتی زمینوں کے مالک بن چکے ہیں۔ شہری املاک کو دیہی آبادیوں کی قیمت پر بچانے کے لئے نہروں یا دریاؤں کے پختہ یا کچے بندوں کو توڑنے کی تدبیر قابل قبول نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اب دیہات اگر شہروں کا نہیں تو مضافاتی بستیوں کا مقابلہ ضرور کر رہے ہیں۔

جب سے پاکستانی دریاؤں نے خشک ہونا شروع کیا ہے کوئی بھی دریائی گزرگاہوں کی صفائی کے بارے میں بات کرتا دکھائی نہیں دیتا۔ اس کا ذکر نہ تو سرکاری منصوبوں میں ملتا ہے اور نہ ہی ذرائع ابلاغ اس کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ ایسی زیادہ سے زیادہ زمین کو پیداواری مقاصد کے لئے استعمال کرنے کے بارے میں کوئی ذمہ دار افسر بات تک نہیں کرتا چنانچہ دریائی گزرگاہوں کی صفائی کو مسلسل نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ نتیجہ یہ کہ دریاؤں کی چوڑائی میں کمی کرنے کے بارے میں کوئی سوچتا تک نہیں اور نہ ہی گہری دریائی گزرگاہوں کے ذریعے اور مضبوط بندوں کے درمیان پانی کے بہاؤ میں باقاعدگی پیدا کرنے کے کسی منصوبے پر غور کیا جاتا ہے۔ چونکہ دریائی گزرگاہوں کی صفائی کو مسلسل نظر انداز کیا جاتا رہا ہے اس لئے اب صورتحال یہ ہو گئی ہے کہ دریائی گزرگاہیں کھیتوں کے برابر اونچی ہو گئی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ گزشتہ چند دہائیوں کے دوران قدرتی آفات سے نمٹنے کی ملکی اہلیت کو بہتر بنانے کے لئے بہت سے اہم اقدامات کئے گئے لیکن اس کے باوجود یہ تباہی دیکھنے کو ملی۔ وہ دن گئے جب کیبنٹ ڈویژن میں ایک چھوٹا سا ڈیسک ان آفات کا سامنا کرتا تھا اور اس حوالے سے صرف یہ کہا جاتا تھا کہ سیلاب سے متاثرہ کاشتکاروں کا مالیہ اور آبیانہ معاف کر دیا گیا ہے۔

چنانچہ پانی میں تھوڑے سے اضافے سے پانی آس پاس کے بڑے زمینی قطعات پر پھیل جاتا ہے۔ جہاں تک دریائی بندوں کا معاملہ ہے تو اس نے تو بدعنوانی کی چند دلچسپ کہانیوں کو جنم دیا ہے۔ محمود بوٹی بند کے لئے جس مقدار میں مٹی اکٹھی کی گئی وہ پورے لاہور کو مٹی کے اندر دبانے کے لئے کافی تھی۔ اور یہ کام لاہور شہر کو سیلاب سے محفوظ کرنے کے نام پر کیا گیا۔ دوسری جگہوں پر بند اس وقت تک بھلے لگتے ہیں جب تک طوفانی پانیوں کے ذریعے ان کا امتحان نہیں ہو جاتا۔

ہم ابھی تک سیلابوں کی تباہ کاریوں کو نظر انداز کر رہے ہیں جبکہ دنیا شدید موسمیاتی تبدیلی کے مرحلے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ انسان بحیثیت مجموعی برسوں سے بارشوں کے کیفیاتی عمل، قطبی برف یا قطبی انجماد کے پگھلاؤ، ماحولیاتی درجہ حرارت کے اضافے، سمندری سطحوں کے ابھار میں اضافے اور بڑی آبادی کا زیر آب جانے کے خطرے کے بارے میں باتیں کر رہا ہے۔ پاکستانی پالیسی ساز اور منصوبے کار ان خدشات سے بے خبر نہیں رہ سکتے۔ بس وہ نظر انداز نہیں کرتے تو اس بات کو کہ غیر ملکی امداد میں اضافے کی کتنی توقعات ہیں۔

ہر کوئی بے آسرا لوگوں کو بچانے میں بے حد مصروف ہے اور انہیں امداد دے رہا ہے یہ بتانے کے لئے کہ سمندر کی طرف جانے والی سیلابی پانی کی بہت بڑی مقدار سے فائدہ اٹھانے کا کوئی منصوبہ نہیں ہے۔ گاہے گاہے بارش کے اس زائد پانی یا سیلابی پانی کو سوکھے کے دنوں میں آبپاشی کے لئے استعمال میں لانے کے لئے سٹوریج ٹینک تعمیر کرنے کی بات ضرور کی جاتی ہے۔

بیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں سیلابی پانی کو دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ قدرتی ذخیروں میں ذخیرہ کرنے کا ایک سنجیدہ منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ موسم گرما کے دوران سیلابی پانی کو بڑے بڑے میدانوں میں جمع کیا جائے اور موسم سرما میں یہ پانی دریا میں پھینک دیا جائے اور ان میدانوں پر، جن میں پانی ذخیرہ کیا جاتا تھا، فصل کاشت کی جائے۔ جب کوئی ذخیرہ ریت سے اٹ جائے تو پانی کے بہاؤ والی آگے کی زمین پر پانی کا نیا ذخیرہ تعمیر کر لیا جائے۔ لیکن یہ سکیم مستقبل پر نظر نہ رکھنے والے سیاستدانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ منصوبہ کوئی بہت ہی اچھا منصوبہ نہ ہوتا لیکن اس سے یہ تو ہوتا کہ ملک کے سول انجینئروں اور ہائیڈرالک کے ماہرین کو چھوٹے بند اور سٹوریج ٹینک بنانے کا ایک راستہ ضرور مل جاتا جس سے سیلابی پانی کو قابو کیا جا سکتا تھا۔ یہ سیلابی پانی اب صرف موت اور بربادی دیتا ہے جبکہ اسے اقتصادی خوشحالی میں اضافہ کرنے کے لئے کام میں لایا جا سکتا تھا۔

اس سب کا مطلب یہ ہے کہ پانی چوری، پانی کے کھالوں کا رُخ موڑنے یا ان میں پانی کے بہاؤ کو روکنے کے معاملات پر ہونے والے بین الصوبائی جھگڑوں کی بجائے پانی کی مینجمنٹ پر زیادہ توجہ دی جائے۔ سائنسی طریقے سے پانی کی نگہداشت کرنے اور پانی کے استعمال کی پالیسی بہت پہلے تیار ہو جانی چاہئے تھی۔ اس سے موسمی سیلابوں کے باعث درپیش مسئلہ کافی حد تک حل ہو سکتا تھا۔ ماضی کی نسبت یہ مسئلہ اب بار بار درپیش ہو گا۔

مسئلہ کا دوسرا حصہ پاکستان میں قدرتی آفات پر قابو پانے کے انتظام و انصرام سے متعلق ہے۔ یہ اتنا اہم معاملہ ہے جو وفاقی اور صوبائی دونوں سطحوں پر الگ وزارتوں کا متقاضی ہے۔ آفت آنے سے پہلے انتباہی نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے اور یہ کام موسمی پیش گوئی کے لئے موسمی حالات کا مشاہدہ کرنے والے ادارے اور مقامی ریلے سروسز کے درمیان ربط کے ذریعے انجام دیا جا سکتا ہے۔

سیلاب کی مینجمنٹ اور امدادی کام مقامی حکومتیں صوبائی حکومتوں سے کہیں بہتر طور پر کر سکتی ہیں اور یہ ایک اور دلیل ہے کہ مقامی حکومتوں کو فوری طور پر بحال کیا جائے۔ ایک بار لوگوں کو سیلابوں کی غضبناکی سے بچانے کے مشن کو سنجیدگی سے لیا جائے تو پھر مسائل کے حل کی تلاش میں بہت سے لوگ شریک ہو جائیں۔ باقی، تباہیوں پر قابو پانے کا انتظام تو ممکن ہے لیکن نااہل اور بےحس حکمران بذاتِ خُود ایسی تباہی ہیں جس پر قابو پانا ناممکن ہے۔

(انگریزی سے ترجمہ، بشکریہ ڈان)

عورتیں

غیرت کے نام پر بیوی قتل

سکردو 13 ستمبر کو غیرت کے نام پر عیدگاہ کالونی سکردو کے مکین احمد حسین نے اپنی بیوی کے سر پر کلہاڑی سے وار کر کے شدید زخمی کر دیا۔ پولیس ذرائع کے مطابق کھر منگ مرول سے تعلق رکھنے والے احمد حسین نے رات کے وقت بیوی کو سر پر کلہاڑی مار کر شدید زخمی کر دیا تاہم وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گئی۔ پولیس نے ملزم کو گرفتار کر کے مقدمہ درج کر لیا ہے۔ (وزیر مظفر)

لڑکی کے اغواء کی کوشش

نوشہروفیروز 28 جولائی کو بھریاسٹی شیخ محلّہ میں نعیم شیخ اور دوسرے لوگوں نے انٹر کی طالبہ 17 سالہ شازیہ بنت عبدالستار شیخ کو اغواء کر کے اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی تو لڑکی نے مزاحمت کی اور شور مچایا جس پر اسے شدید جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا۔ لڑکی کی چیخ وپکار پر محلّہ دار جمع ہوگئے یہ دیکھ کر ملزمان گاڑی میں فرار ہوگئے۔ متاثرہ لڑکی نے بھریاسٹی تھانے میں نعیم شیخ اور نامعلوم افراد پر مقدمہ درج کروا دیا ہے۔ لڑکی شازیہ نے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ پریس کلب کے آگے احتجاج کرتے ہوئے کہا کہ جوابدار نعیم اس کا ماموں ہے اور وہ ٹھاروشاہ شہر میں اوباش لوگ اپنے ساتھ لا کر اسے گھر میں فحاشی کرنے پر مجبور کرتا تھا جس وجہ سے وہ ٹھارو شہر سے نکل کر بھریا میں اپنے رشتہ داروں کے ہاں رہائش پذیر ہوگئی تھی۔ وہ یہاں بھی اوباش لوگ اپنے ساتھ لا کر اسے اغواء کرنے آیا تھا۔ لڑکی نے کہا کہ جوابداروں کو گرفتار کر کے اسے تحفظ فراہم کیا جائے۔ (منظور حسین)

بیوی کو قتل کر دیا

احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کی تحصیل احمد پور شرقیہ کے نواحی علاقہ خیر پور ڈاہا کے رہائشی عبداللہ نے بتایا کہ اس کی ہمشیرہ آسیہ کی عبدالرشید سے چند سال قبل شادی ہوئی تھی۔ 12 ستمبر کو گھریلو جھگڑوں کی بنیاد پر عبدالرشید نے فائرنگ کر کے اپنی بیوی کو قتل کر دیا اور فرار ہوگیا۔ تھانہ نوشہرہ جدید نے ملزم کے خلاف مقدمہ درج کر لیا ہے۔ (اسداللہ)

کم عمری کی شادی کی ممانعت میں سندھ سب سے آگے

---- سندھ وہ پہلا صوبہ بن گیا ہے جس کی صوبائی مجلس قانون ساز نے 18 سال سے کم عمر بچوں کی شادی کی ممانعت کے بل کی منظوری دی ہے۔ سندھ کا کم عمری کی شادی کی ممانعت کا بل 2013، 28 اپریل کو منظور کیا گیا تھا۔ ایکٹ کے مطابق شادی کی کم سے کم عمر 18 سال مقرر کی گئی ہے۔ اس ایکٹ کی منظوری کے بعد شادی کی سابقہ کم سے کم عمر میں اضافہ ہوگیا ہے جو کہ 1929 کے کم عمری کی شادی کی ممانعت کے ایکٹ کے تحت 16 برس تھی۔ کوئی بھی متاثرہ فرد اول درجے کے عدالتی مجسٹریٹ کو درخواست دے سکتا ہے۔ قانون شکنی کرنے والوں کی نہ تو ضمانت منظور کی جائے گی نہ ہی کوئی سمجھوتا کیا جائے گا یا معافی دی جائے گی۔ کم عمری کی شادی کے فروغ میں ملوث افراد کو تین سال قید با مشقت کی سزا کاٹنے کے علاوہ 45,000 روپے تک کا جرمانہ بھی ادا کرنا ہوگا۔ اس سے پہلے سندھ اسمبلی میں اراکین صوبائی اسمبلی شرمیلا فاروقی اور روبینہ سعادت قائم خانی کی جانب سے دو الگ الگ بل پیش کیے گئے تھے۔ ان دونوں بلوں کو ایک مخصوص کمیٹی کے سپرد کر دیا گیا جس نے کئی اجلاس منعقد کرنے کے بعد سندھ کا کم عمری کی شادی کی ممانعت کا بل 2013 کا مسودہ تیار کیا۔ یہ ایکٹ کم عمری کی شادی کے شرمناک رواج کے خلاف ایک سخت پیغام ہے جبکہ یہ منتخب نمائندوں کے قوانین تشکیل دینے کے حق کی بھی یقین دہانی کراتا ہے۔ یہ ایکٹ سندھ اسمبلی کی ایک قرارداد کے بعد منظور کیا گیا جس میں اسلامی نظریاتی کونسل کے مارچ میں جاری کردہ اس اعلامیے کو مسترد کیا گیا جس میں کہا گیا تھا کہ کم عمری کی شادی کی ممانعت غیر اسلامی ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے فیصلہ دیا تھا کہ کسی بھی عمر کے بچے بلوغت کو پہنچنے پر شادی کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ وزیر اطلاعات شرجیل میمن نے اس قانون سے متعلق آگاہی پیدا کرنے کے لیے اس قانون کے نمایاں خدو خال کا مقامی زبانوں میں ترجمہ کرنے کے علاوہ تین ماہ طویل میڈیا مہم چلانے کا بھی وعدہ کیا۔

عالمی یوم خواندگی کے موقع پر ریلی کا انعقاد

حیدرآباد 8 ستمبر کو عالمی یوم خواندگی کے موقع پر حیدرآباد میں ڈائریکٹوریٹ آف اسکولز ایجوکیشن اور مختلف سکولوں کی جانب سے حیدر چوک سے پریس کلب تک ریلیاں نکالی گئیں۔ ریلیوں کے شرکاء ہاتھوں میں بینڈ اور پلے کارڈ اٹھائے تعلیم کے فروغ کے لئے نعرے لگا رہے تھے۔ اس موقع پر مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں شرح خواندگی کا تناسب دیگر ایشیائی ممالک کے مقابلے میں انتہائی کم ہے، پاکستان اور سندھ کی ترقی وخوشحالی کے لئے ضروری ہے کہ آنے والی نسلوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے۔ انہوں نے اس عزم کا اعادہ کیا کہ ہم سب مل کر والدین سے گزارش کریں گے کہ وہ اپنے بچوں کو سکولوں میں داخل کرائیں۔

(لالہ عبدالحلیم)

خاتون اور اس کے بیٹوں پر تشدد

نوشہروفیروز نوشہروفیروز کے قریب دریاخان مری میں سابقہ کونسلر ماروی ان کے بیٹے غلام مصطفیٰ اور بیٹوں کو اُن کے کزن نے تشدد کا نشانہ بنایا اور ان کے گھر پر فائرنگ کی۔ ماروی نے دریان خان پولیس تھانے میں ملزم کے خلاف رپورٹ درج کرانا چاہی مگر پولیس نے رپورٹ درج کرنے سے انکار کر دیا۔ ماروی نے اپنے بیٹوں کے ساتھ نوشہروفیروز پریس کلب کے سامنے احتجاج کیا اور بتایا کہ اس کے ماموں زاد الٰہی بخش کو پانچ ہزار روپے ادھار دیئے تھے واپس مانگنے پر اس نے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا اور قتل کی دھمکیاں دیں۔ انہوں نے پولیس کے خلاف بھی احتجاج کیا جنہوں نے رپورٹ درج کرنے سے انکار کر دیا۔ مظاہرین نے مطالبہ کیا ہے کہ ملزمان کو گرفتار کر کے انہیں تحفظ فراہم کیا جائے۔ (منظور حسین)

بیوی اور بیٹے پر تیزاب پھینک دیا

بہاولنگر ضلع بہاولنگر کے علاقہ نئی آبادی قریش کالونی کے رہائشی محمد رفیق کا اپنی بیوی زبیدہ سے اکثر جھگڑا رہتا تھا۔ جس کی وجہ سے آئے روز محمد رفیق اپنی بیوی پر تشدد کرتا رہتا تھا، جس کے نتیجے میں 9 ستمبر کو جھگڑے نے شدت اختیار کر لی تو محمد رفیق نے طیش میں آ کر اپنی بیوی زبیدہ اور 5 سالہ بچے پر تیزاب ڈال دیا جس سے دونوں ماں بیٹا جھلس گئے زخمیوں کو ضلع ہسپتال منتقل کیا گیا۔ پولیس نے ملزم کے خلاف تھانہ اے ڈویژن نے مقدمہ درج کر لیا ہے۔ ڈاکٹر کے مطابق متاثرین کی حالت خطرے سے باہر ہے۔

(اسداللہ)

بچے

جنسی تشدد کے بعد قتل کر دیا

نوشہرو فیروز 30 جولائی کو نوشہرو فیروز کے قریبی گاؤں کھوڑو شریف میں چار سالہ بچہ امتیاز علی ولد عرض محمد سولنگی عید کے دن صبح کو گھر سے باہر نکلا تو گلی سے غائب ہو گیا۔ گھر والوں کے ڈھونڈنے پر بچے کی نعش کھیتوں سے ملی۔ جسے پوسٹ مارٹم کے لیے ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ پوسٹ مارٹم کے مطابق بچے کے ساتھ جنسی تشدد کے بعد اسے قتل کیا گیا ہے۔ اس وقوع کے بعد نوشہرو فیروز میں سماجی، سیاسی تنظیموں نے بچے کے قاتل کو گرفتار کرنے کے لیے احتجاج کیا اور دھرنا دیا۔ ادھر نوشہرو فیروز پولیس نے شک کی بنا پر گاؤں کے کچھ افراد کو حراست میں لیا ہے۔ حراست کے دوران ایک شخص نور محمد نے بچے کے قتل کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ بچہ دکان سے چیز لینے آیا تھا تو وہ اسے اپنے ساتھ کھیت میں لے گیا وہاں بچے کو جنسی تشدد کیا اور بچے کی چیخ و پکار کو روکنے کے لیے اس نے بچے کے منہ میں مٹی بھر دی جس کے نتیجے میں وہ دم گھٹ کر مر گیا۔ (منظور حسین)

پانچ سالہ بچہ اغواء کے بعد قتل

ٹوبہ ٹیک سنگھ 10 ستمبر کو چک 20/679 گ ب میں نامعلوم افراد نے پانچ سالہ بچے کو اغواء کے بعد قتل کر دیا۔ محنت کش غلام عباس کا پانچ سالہ بیٹا خلیل عباس گھر کے قریب واقع دکان سے ٹافیاں خریدنے گیا جہاں سے اسے نامعلوم افراد نے اغواء کر لیا اور گردن کی ہڈی توڑ کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ملزمان نعش گاؤں میں پھینک کر فرار ہو گئے۔ تھانہ پیرل محل پولیس نے نعش پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کر دی اور مقدمہ درج کر کے ملزمان کی تلاش شروع کر دی۔ واضح رہے کہ دو ماہ قبل غلام عباس کی کمسن بیٹی کو بھی اغواء کے بعد قتل کر دیا گیا تھا۔ (اعجاز اقبال)

تیزاب پینے سے بچی جاں بحق

ٹوبہ ٹیک سنگھ 11 ستمبر کو گوجرہ کے نواحی گاؤں 245 گ ب تلونڈی کے رہائشی نصیر نے گھر میں کھڑی اپنی گاڑی میں تیزاب رکھا ہوا تھا۔ اس کی تین سالہ بیٹی جویریہ نے کھیل کود کے دوران تیزاب پی لیا جس کے نتیجے میں اس کی حالت غیر ہو گئی۔ اسے فوری طور پر ہسپتال پہنچایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکی۔ (اعجاز اقبال)

نادرا اب لاوارث بچوں کا اندراج کرے گا

نیشنل ڈیٹا بیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) نے 29 مئی کو والدین سے محروم یا لاوارث بچوں کے اندراج کے لیے ایک نئی پالیسی متعارف کروائی ہے۔ نئی پالیسی کے تحت کسی بھی ایسے یتیم خانہ، جہاں ایسا بچہ رہائش پذیر ہو، کا سربراہ بیان حلفی دے کر اس بچے کا قانونی سرپرست بننے کا اہل ہو جائے گا۔ اس پالیسی کے آغاز کے بعد اس پُرانے طریقہ کار کا خاتمہ ہو جائے گا جس کے تحت ایسے بچوں کی سرپرستی سے متعلق سرٹیفکیٹ کے حصول کے لئے متعلقہ عدالت سے رجوع کرنا پڑتا تھا۔ بچے کی ولدیت معلوم نہ ہونے کی صورت میں یتیم خانہ بچے کے والدین کا کوئی بھی نام تفویض کر سکتا تھا۔ تاہم یہ نام ایدھی، عبداللہ، آدم یا حوّا جیسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ماضی میں یتیموں کا نادرا میں اندراج نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ان کا کوئی قانونی سرپرست نہیں ہوتا تھا جس کے باعث یہ بچے شہریت کے بنیادی ثبوت یعنی قومی شناختی کارڈ کے حصول سے محروم رہتے تھے۔ اس پالیسی کا انکشاف تین ججوں پر مشتمل اس بنچ کے سامنے کیا گیا جس کی سربراہی چیف جسٹس مسٹر جسٹس تصدق حسین جیلانی کر رہے تھے۔ انہوں نے چاروں صوبوں کے چیف سیکرٹریوں کو حکم دیا کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ متعلقہ صوبائی محکمے نئی پالیسی سے واقف ہوں اور وہ اس کے نفاذ کو یقینی بنانے کے لئے نادرا کو مکمل معاونت فراہم کریں۔ یہ معاملہ پہلی مرتبہ 2011ء میں انسان دوست جناب عبدالستار ایدھی کی جانب سے سابق چیف جسٹس کے علم میں اس وقت لایا گیا جب نادرا نے سرپرست نہ ہونے کے باعث ایک کم سن بچے کا اندراج کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اس سے پہلے عدالت نے 29 مئی کو ہونے والی سماعت کے لیے لاوارث بچوں کو گود لینے سے متعلق اہم سوالات ترتیب دیئے تھے جن کی تشریح و توضیح مذہبی سکالروں اور قانونی حلقوں کی جانب سے ہونا لازمی تھی۔ نادرا کے وکیل نے عدالت کو ایک رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ادارے نے، یتیم خانوں میں مقیم 610 بچوں کا اندراج کیا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ 3087 بچوں کا ابھی تک اندراج نہیں ہوا لیکن نئی پالیسی کے نفاذ کے بعد لاوارث بچوں کے اندراج میں حائل زیادہ تر رکاوٹوں پر قابو پا لیا گیا ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سپارک بورڈ آف ڈائریکٹرز کی رکن اور سابق رکن قومی اسمبلی ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ نے والدین سے محروم یا لاوارث بچوں کو اندراج کا حق دلوانے کے لیے مستعدی سے کام کیا۔ سال 2011ء کے دوران اس وقت کے صدر جناب آصف علی زرداری نے نامعلوم ولدیت والے بچوں کو نادرا میں قانونی حیثیت دینے کے لیے ولدیت کے خانے میں اپنا نام استعمال کرنے کی پیش کش کی۔ اس کے علاوہ نادرا نے اس حساس معاملے کے حل کے لیے ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ اور جناب عبدالستار ایدھی سے بھی رجوع کیا تاکہ ان کی تجاویز لی جا سکیں۔ نادرا نے ایدھی اور ڈاکٹر عطیہ عنایت اللہ کی مشاورت کے ساتھ ہر معاملے پر فرداً فرداً کارروائی کرنے کا فیصلہ کیا اور شناختی کارڈ جاری کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ (بشکریہ سپارک)

6 سالہ بچے کو قتل کر دیا

بہاولپور 15 ستمبر کو بہاولپور سٹی کے ایریا ماڈل ٹاؤن 'B' میں ایک بچہ کی لاش نزدیکی مسجد کے قریب سے ملی جس کی عمر 6 سے 7 برس ہے۔ پولیس تھانہ سول لائن نے لاش قبضہ میں لے کر پوسٹ مارٹم کے لیے بہاول وکٹوریہ ہسپتال منتقل کر دی ہے۔ بچے کو زہر دے کر ہلاک کیا گیا ہے۔ حتمی بات پوسٹ مارٹم رپورٹ آنے کے بعد حقائق سامنے آئیں گے۔

(اسداللہ)

بچے کو پولیو کا خدشہ

پیر محل نواحی گاؤں 321 گ ب میں پولیو کا کیس سامنے آ گیا۔ محکمہ صحت ذرائع کے مطابق مذکورہ گاؤں کے ذبیح الحق کے 9 سالہ بیٹے عون میں پولیو وائرس کا خدشہ ظاہر کیا گیا ہے جس پر محکمہ صحت نے بچے کے خون کے نمونہ جات حاصل کر کے تصدیق کے لئے لیبارٹری بھجوا دیئے ہیں۔ (نامہ نگار)

سکول کا گیٹ گرنے سے بچی جاں بحق

شور کوٹ 26 اگست کو سکول کا گیٹ گرنے سے چوتھی جماعت کی طالبہ جاں بحق ہو گئی۔ تفصیلات کے مطابق گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول پہنچی تو مین گیٹ بند تھا، طیبہ اسے کھولنے کے لیے اس پر چڑھی تو اچانک گیٹ گر گیا جس کے نتیجے میں بچی شدید زخمی ہو گئی، اسے ہسپتال لے جایا جا رہا تھا لیکن وہ راستے میں ہی دم توڑ گئی۔ واضح رہے کہ سکول کا گیٹ تین ماہ سے خراب تھا اور اسے لکڑی کے سہارے کھڑا کیا گیا تھا۔ واقعے کی اطلاع ملتے ہی اسسٹنٹ کمشنر شور کوٹ احمد نواز گوندل، ڈی ڈی او عبدالرزاق نول اور ڈی ڈی ای او عذرا امجد جائے وقوعہ پر پہنچ گئے۔ عذرا امجد نے فوری طور پر سکول ہیڈ مسٹریس فرحت نسیم، ٹیچر آسیہ بتول اور طاہرہ نسیم کو معطل کرتے ہوئے انکوائری کا حکم دے دیا۔

(اعجاز اقبال)

انتہا پسندی کی روک تھام اور رواداری کے فروغ کے لیے منعقدہ تربیتی ورکشاپس کی رپورٹس

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے ملک کے مختلف علاقوں رحیم یار خان، شانگلہ کے علاقوں گلگت، دینور، استور، گانچھے میں تکثیری اقدار کے فروغ کے لئے انسانی حقوق کی تعلیم کے موضوع پر دو روزہ تربیتی ورکشاپس کا انعقاد کیا۔ جن میں طلباء وطالبات، اساتذہ، صحافیوں، وکلاء اور سماجی کارکنوں سمیت زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ ورکشاپس میں جن موضوعات پر تبادلہ خیال کیا گیا ان میں انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار، انتہا پسندی کیا ہے اور اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اس کے اثرات اور اس کی روک تھام کیلئے لائحہ عمل، میڈیا اور اس کی مختلف اقسام، بدلتے رجحانات اور انتہا پسندی کے فروغ یا انسداد میں ذرائع ابلاغ کا کردار، طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت، مذہبی ومسلکی رواداری کا فروغ اور نفرت وتعصب کے انسداد کے لئے لائحہ عمل، جمہوریت اور انسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق شامل تھے۔ ورکشاپس کے انعقاد کا مقصد ملک میں بڑھتی ہوئی انتہا پسندی اور دہشت گردی کے نقصانات اور اسباب کا جائزہ لینا اور اس کی روک تھام کے لیے سوچ بچار کرنا تھا۔ شرکاء کو پاکستان میں انسانی حقوق کی صورتحال اور اس میں ریاستی وغیر ریاستی عناصر کے کردار سے آگاہ کرنا بھی ان ورکشاپس کا مقصد تھا۔ عدم رواداری اور انتہا پسندی کے فروغ یا انسداد میں میڈیا اور تعلیمی نصاب جو کردار ادا کررہا ہے، اس کے متعلق بھی شرکاء کو بتایا گیا اور ان کی آراء معلوم کی گئیں۔ علاوہ ازیں اس امر پر بھی تبادلہ خیال کیا گیا کہ انسانی حقوق کے تحفظ اور فروغ میں سول سوسائٹی کے کارکن کیا کردار ادا کرسکتے ہیں۔ ان ورکشاپس کی روداد درج ذیل ہے۔

رحیم یار خان 16-17 اگست

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے لیے نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

ندیم ولی

انسانی حقوق کی تعلیم کا مطلب انسانی حقوق کو جاننا ہے۔ خاص طور پر نوجوان لڑکے / لڑکیوں اور ان کے والدین، اساتذہ، پرنسپل، ڈاکٹرز اور نرسز، وکیل اور جج، صحافی، سماجی کارکن، پولیس اور فوج کے لوگوں کو انسانی حقوق کی تعلیم دی جانی چاہیئے۔ اس تعلیم سے مثبت تبدیلی آسکتی ہے کیونکہ انسانی حقوق کی تعلیم احترام آدمیت کا سبق دیتی ہے جس سے انتہا پسندی اور معاشرتی تشدد کا خاتمہ ہوسکتا ہے اس کے ساتھ ساتھ رویوں اور رواج میں مثبت تبدیلی لانے میں اہم کردار ادا کرتی ہے اور انفرادی رویہ میں بھی مثبت تبدیلی لاتی ہے، سماجی انصاف کے لئے پلیٹ فارم اور طاقت مہیا کرنے میں کردار ادا کرتی ہے۔ مسائل پر مختلف کمیونٹیز حتیٰ کہ ممالک کے درمیان یکساں آراء پیدا کرنے میں کردار ادا کرتی ہے۔ یہ ایسے تعلیمی رجحان کو فروغ دیتی ہے کہ جس سے سب لوگ اپنی اپنی قابلیت کی بنیاد پر برابری کی سطح پر تمام معاملات

> نصاب کو بناتے وقت ہمیں بنیادی انسانی حقوق کی تعلیم اور ذمہ داریوں کو اس میں شامل کرنا چاہیے۔ جیسے دوسروں کی ذمہ داریاں آپ کے حقوق ہیں اسی طرح آپ کی ذمہ داریاں دوسروں کے حقوق ہیں۔ نصاب میں اشتعال انگیز مواد شامل نہیں کرنا چاہیے۔ جدید سائنسی طرز تعلیم اور ٹیکنالوجی کے ذریعے نصاب ترتیب دینا چاہیے۔

میں حصہ لے سکیں۔ یہ تعلیم شہریوں کو آگے بڑھ کر معاملات میں اپنا حصہ ڈالنے کا حوصلہ اور آگہی دیتی ہے۔

نصاب کو بناتے وقت ہمیں بنیادی انسانی حقوق کی تعلیم اور ذمہ داریوں کو اس میں شامل کرنا چاہیے۔ جیسے دوسروں کی ذمہ داریاں آپ کے حقوق ہیں اسی طرح آپ کی ذمہ داریاں دوسروں کے حقوق ہیں۔ نصاب میں اشتعال انگیز مواد شامل نہیں کرنا چاہیے۔ جدید سائنسی طرز تعلیم اور ٹیکنالوجی کے ذریعے نصاب ترتیب دینا چاہیے۔ تعلیمی سرگرمیوں کے لیے کتب میں جدید سائنسی نصاب شامل کیا جائے جس کو حاصل کر کے انسان اپنے ملک کی اقتصادی ترقی میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ معتدل مزاج ماہرین تعلیم کو ذمہ داری سونپی جانی چاہیے۔ تمام مذاہب کے لوگوں کی بنیادی ضروریات ایک جیسی ہیں اور سب انسان برابر ہیں۔ تعلیم کے دو شعبے ہیں نیچرل اور سوشل سائنسز۔ نیچرل سائنس انسانی زندگی میں مادّی ترقی پیدا کرتی ہے جبکہ سوشل سائنس انسانی ذہن وکردار کی تربیت کرتی ہے اور انسان کو انسانیت سے نوازتی ہے۔

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

حفیظ بزدار

''حق دعویٰ کو کہتے ہیں۔ اگر ہم لوگ اپنے حقوق کے متعلق خود نہیں سوچیں گے تو حکومت یا کوئی بین الاقوامی ادارہ تو آ کر ہمیں نہیں بتائے گا۔ انسانی حقوق کی اقسام میں انسانیت کی بقاء کے منشور کا نام Universal Declaration of Human Rights (UDHR) ہے۔ انسانی حقوق کا نظام خود کار ہونا چاہیئے تاکہ شروع سے لے کر آخر تک، اوپر سے لیکر نیچے تک تمام لوگوں کو ہر قسم کے حقوق حاصل ہوں۔

ہمارا معاشرہ پانچ معاشرتی ستونوں پر کھڑا ہے خاندان، تعلیم، مذہب، معیشت اور سیاست۔ ہماری سوچ کی بنیاد ہمارے خاندان سے شروع ہوتی ہے۔ جب ہم پیدا ہوتے ہیں تو ہم اپنے آس پاس ہونے والے عوامل کو آہستہ آہستہ اپنا لیتے ہیں۔ اسی طرح طرز فکر میں تبدیلی کا پہلا سبب خاندان ہے۔ ہماری سوچ میں تبدیلی کے لیے ہماری کمیونٹی بھی کردار ادا کرتی ہے اور کمیونٹی میں ہماری درسگاہیں اور سکول بھی شامل ہیں۔ ہمارے سکولوں میں جو سلیبس ہمیں پڑھایا جاتا ہے اُس سے ہماری سوچ مزید بہتر ہوتی ہے۔ پاکستان کے آئین میں بھی انسانی حقوق شامل ہیں۔ ہماری درسگاہوں اور سکولوں میں پڑھائے جانے والے سلیبس میں انسانی حقوق کی تعلیمات کا کہیں بھی ذکر نہیں جبکہ یورپین ممالک میں پانچویں جماعت تک طالب علموں کو اُن کے بنیادی حقوق کا پتہ چل جاتا ہے۔ ہماری سوچ میں مثبت تبدیلی کے لیے ہمیں بنیادی انسانی حقوق کا پتہ ہونا ضروری ہے اور اِس کے لیے انسانی حقوق کی تعلیم کا عام ہونا بہت ضروری ہے۔ لوگوں کو یہ پتہ ہونا چاہیئے کہ حق کیا ہوتا ہے اور اُسے کیسے اور کہاں سے حاصل کرنا ہے۔ اِس کے لیے ریاست کا کردار مثبت ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ ریاست ایک ماں ہوتی ہے اور جس طرح ہماری سوچ کی بنیاد ہمارا خاندان ہے اُسی طرح سوچ میں مثبت تبدیلی کے لیے ریاست کردار بھی اہم ہے۔

مذہبی ومسلکی رواداری کا فروغ اورنفرت تعصب کے انسداد کیلئے لائحہ عمل

افضل بیگ

پاکستان نے عیسائیت ،اسلام ،ہندومت اور بدھ مت میں سے ایک مذہب اختیار کرنا تھا۔لیکن اسلام میں،صرف حنفی،مالکی،شافعی،حنبلی یا سنیوں کی چار اقسام اور دوسرے اہل تشیع، پھر امام ابوحنیفہ کے مقلدین کے بالمقابل غیر مقلد آئے اور اہل حدیث کہلائے ۔برصغیر پاک و ہند میں 1200 سال تک حنفی رہنے والے، انگریزوں کے دور میں دیوبندی، بریلوی میں تقسیم ہوگئے ۔اب معاشرتی طور پر ہم برادریوں اورلسانی طور پر بولیوں یا زبانوں میں تقسیم ہیں۔مذہبی تقسیم تواس حد تک چلی گئی ہے کہ اب دیوبندی، بریلوی کے بعد روحانی سلسلے کا تعارف بھی کرانا پڑتا ہے۔ہم ایسے معاشرے میں جی رہے ہیں جہاں برداشت نہیں ہے بلکہ تصادم ہے۔اس ماحول میں جینے کیلئے رواداری ،تحمل ،بڑے دل کی ضرورت ہے۔مگر آج تو مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے۔ماتھے پر گن رکھ کر مسلک ماننے کا کہا جارہا ہے۔مسجد نبوی عیسائیوں کے رہنے سے ناپاک نہیں ہوتی تھی مگر آج غیر مسلک والے نمازی کے آنے سے ناپاک ہوجاتی ہے ۔ان کی وجوہات میں ناخواندگی ،طبقاتی اونچ نیچ ،خودغرضی ،موروثیت ،سیاسی مقاصد شامل ہیں۔ہر کوئی اپنے مسلک کو بڑھانے پر لگا ہوا ہے۔دیو بندی، بریلوی ،سپاہ صحابہ اور اہل تشیع سب ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں۔اپنے مسالک کوفروغ دینے کیلئے فیکٹریاں لگادی گئی ہیں۔اب تو حکومت نے ان فرقوں کوٹی وی چینلز کی بھی اجازت دے دی ہے ۔دیوبندیوں نے ٹی وی پر تقاریر شروع کردی ہیں۔دعوت اسلامی کا چینل شروع ہوگیا اور وہابی حضرات نے پیغام ٹی وی بنا لیا۔ہر مسلک کا اپنا عسکری ونگ ہے۔اسلام میرٹ ہے تو پھر یہاں بیٹا نااہل ہوکر بھی مہتمم کیوں ہے؟ یہاں پیر کا بیٹا گدی / سجادہ نشین ،چاہے کبوتر اڑائے چاہے کتے لڑوائے۔ضیاءالحق کے دور میں تفرقہ بازی کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا گیا۔غیر جماعتی الیکشن کرانے سے برادری ازم شروع ہوا۔سنی وشیعہ اسلامیات الگ ہوئیں اور ان کا وبال ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ان چیزوں کے انسداد کیلئے حکمت و دانائی کی ضرورت ہے۔

انتہا پسندی کے انسداد میں ادب .ادیب اور فنون لطیفہ کا کردار

حفیظ بزدار

’’فنون لطیفہ کا مقصد انسانی حیات کو سکون دینا ہے۔ ہر انسان کی جبلت ہے کہ وہ خوبصورتی کو پسند کرتا اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔فنون لطیفہ کسی سوچ کو صحیح راہ پر ڈالنے کا بہترین ذریعہ ہیں کیونکہ کوئی بھی شخص اپنے افکار کو پینٹنگز، تصویروں، موسیقی اور رقص کے ذریعے دوسروں تک پہنچا سکتا ہے اور لوگ زیادہ آسانی سے اس کے افکار کے اثر کو قبول کرتے ہیں۔ ہم اپنی زندگی کو فنون لطیفہ سے الگ نہیں کرسکتے۔ ماضی میں تمام صوفیاء کرام کے کلام کو جب موسیقی کے ساتھ پیش کیا جاتا تھا تو لوگوں پر رقت طاری ہوجاتی تھی اور اس کے اثر میں کھو جاتے تھے۔اسی طرح ہم خوبصورت تصویر دیکھ کر بھی اس کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔فنون لطیفہ انتہا پسندی کے اثرات کو ختم کرنے کے لیے نہایت طاقتور ہتھیار ثابت ہوسکتا ہے۔ طالبان کو بھی اندازہ ہوگیا ہے کہ

اگر پاکستان میں انتہا پسندی کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جمہوری نظام سے قبل برصغیر پاک وہند طویل عرصے تک شہنشاہوں، بادشاہوں، وڈیروں، چوہدریوں اور سرداروں کے تسلط میں رہا۔ یہ لوگ اپنی قوم یا قبیلوں پر لامحدود اختیارات رکھتے تھے۔

لوگ موسیقی یا تصویروں کے اثر کو جلد قبول کرتے ہیں اسی لیے دہشت گرد اپنی خبروں، تصویروں یا پیغامات کی ترسیل ٹی وی چینلز، لاؤڈ سپیکرز یا وال چاکنگ کے ذریعے سے کرنے لگے ہیں کیونکہ اس طرح لوگ زیادہ دہشت کا شکار ہوں گے۔ہمیں چاہیے کہ ہم انتہا پسندی کے خاتمے کے لیے فنون لطیفہ کواستعمال کریں تاکہ لوگوں کے ذہنوں سے مذہب کے نام پر قائم تنگ نظر تصورات کونکالا باہر کیا‘‘۔

میڈیا کیا ہے؟اس کی مختلف اقسام ،بدلتے ہوئے رجحانات اور انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

نوشیر خان

اگر پاکستان میں انتہا پسندی کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جمہوری نظام سے قبل برصغیر پاک وہند طویل عرصے تک شہنشاہوں، بادشاہوں، وڈیروں، چوہدریوں اور سرداروں کے تسلط میں رہا۔ یہ لوگ اپنی قوم یا قبیلوں پر لامحدود اختیارات رکھتے تھے۔انتہا پسندی کے ہر فعل کے پیچھے کچھ سیاسی، مذہبی، معاشی اور سماجی وجوہات رہیں۔ دنیا کے تمام معاشرے سماجی انتہا پسندی کا شکار ہے اور کسی معاشرے کو سیاسی انتہا پسندی کا سامنا ہے تو کسی میں معاشی استحصال جاری ہے۔اگر پاکستان میں انتہا پسندی کے آغاز کی بات کریں تو اس کا آغاز پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ہی ہوگیا تھا اور قرارداد مقاصد کو اس سلسلے کی پہلی کڑی کہا جاتا ہے۔جس نے مذہب کو سیاست میں شامل کرکے مذہبی انتہا پسندی کی بنیاد رکھی۔بھٹو کے دور میں احمدیوں کو قانوناً غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔اس سوچ کو مزید ہوا دیتے ہوئے جنرل ضیاءالحق نے ایک تناور درخت بنادیا اور اب اس کی جڑیں پورے ملک میں پھیل چکی ہیں۔ جنرل ضیاء الحق نے افغان جنگ میں امریکہ کی حمایت کی اور جہاد کے نام پر بہت سارے ہتھیار منگوائے اور پاکستان کو اسلحے کا ڈپو بنادیا۔ پاکستان میں انتہا پسندی کی موجودہ صورتحال بہت خطرناک ہے۔غربت، بے روزگاری اور ایٹمی ہتھیاروں کے پھیلاؤ اور خودکش حملوں جیسے کلچر کو فروغ مل رہا ہے۔اگر ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان مستحکم ہو اور ترقی کا سفر طے کرے تو یہاں پر بسنے والی قوموں کو مکمل حقوق دینا ہوں گے۔صرف یہی ایک راستہ ہے جس پر چل کر اس خطے کو بچایا جاسکتا ہے،ہمیں مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دینا ہوگا اور میڈیا پر ایسے اینکرز کو بولنے کی اجازت نہ دی جائے جو فرقہ پرستی کو ہوا دیتے ہیں۔اینکرز خود ہی مسئلہ بیان کرتے ہیں اور مسئلہ کا حل بھی خود ہی پیش کردیتے ہیں جو ان کا کام نہیں۔آج میڈیا کی ترقی نے دنیا کو ایک گلوبل ویلج بنادیا ہے اس لیے میڈیا کو معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بننا چاہئے۔رائے عامہ کی خبر کو سچائی سے عوام تک پہنچانا چاہئے۔کسی بھی پروفیشن میں جانے کے لیے باقاعدہ تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ میڈیا والوں کی کوئی تعلیم نہیں ہوتی۔جس کی وجہ سے یہ بے لگام ہیں ان کی بھی تربیت کی ضرورت ہے۔میڈیا میں گیٹ کیپر اور ایمپرا کا رول خاموش گونگی ساس کی طرح کا ہے۔گیٹ کیپر ایک ایسے عہدہ کا نام ہے جسکا کام ایسی تمام خبروں کو روکنا ہے جس سے معاشرے میں بدامنی یا انتشار پھیلے۔ میڈیا ہماری ریاست کا ایک مضبوط ستون ہے۔ اگر میڈیا دیانتداری سے اپنا کردار ادا کرے تو پاکستان کی ترقی میں اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

انتہا پسندی کیا ہے ، اسکی مختلف اقسام ، ہمارے زندگی پر اثرات اور ان کی روک تھام کے لیے لائحہ عمل

افضل بیگ

جب آپ اپنی بات کو منوانے کے لیے طاقت کا استعمال کریں اور اس بات پر بضد ہوں کہ جو میں سوچتا ہوں بس وہی درست ہے اور یہی سب پر مسلط کیا جائے تو یہ انتہا پسندی ہے۔ طاقت کا یہ استعمال زندگی کے کسی بھی پہلو میں دیکھا جاسکتا ہے چاہے وہ مذہبی ہو، سیاسی ہو یا معاشی۔اس سلسلے

میں سول سوسائٹی کی ذمہ داری ہے کہ وہ آگہی فراہم کرنے میں اپنا کردار ادا کرے اور جب معاشرے کے افراد کے بنیادی حقوق سلب کر لئے جاتے ہیں تو اس کا نتیجہ ہنگامی صورتحال ہوتا ہے۔انتہا پسندی ایسے روّیے کا نام ہے جہاں سے حقوق غصب ہونا شروع ہوتے ہیں جو روّیہ گھر سے شروع ہوتا ہے وہی ہمیشہ رہتا ہے۔شیعہ کو کافر قرار دینا ایک روّیہ ہے جو انتہا پسندی تک جا پہنچا ہے۔ایسے روّیوں میں سماجی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، مذہبی انتہا پسندی، نسلی انتہا پسندی اور لسانی انتہا پسندی شامل ہیں۔بہن کو وراثتی حقوق نہ دینا بھی انتہا پسندی ہے۔صنفی امتیاز اور ناانصافی کا رویہ بھی انتہا پسندی کے زمرے میں آتا ہے۔اور ایسے رویوں کو فروغ دینے میں موروثی عقائد اور ہمارا نصاب اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اپنا عقیدہ دوسروں پر مسلط کرنا مذہبی انتہا پسندی ہے۔ سیاست کے نام پر عوام کا ووٹ چھین لینا اور ان کو دھمکانا یا لالچ دینا سیاسی انتہا پسندی ہے اور رسم ورواج کے نام پر عورتوں پر ظلم

> جب آپ اپنی بات کو منوانے کے لیے طاقت کا استعمال کریں اور اس بات پر بضد ہوں کہ جو میں سوچتا ہوں بس وہی درست ہے اور یہی سب پر مسلط کیا جائے تو یہ انتہا پسندی ہے۔

کرنا، ان پر تیزاب پھینکنا، ان کو غیرت کے نام پر قتل کرنا سماجی انتہا پسندی کہلاتا ہے۔ہمیں چاہیے کہ ہم خود کو تبدیل کریں۔ مذہبی و دنیاوی علم حاصل کریں۔ اپنے ووٹ کا صحیح استعمال کریں اور اپنے رویوں میں مثبت تبدیلیاں پیدا کریں ورنہ ہم زوال کا شکار ہو جائیں گے۔

گلگت 5-4 ستمبر

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلئے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

اسرار الدین اسرار

انسانی حقوق کی تحریک کو فعال بنانے اور اسکی تعلیم عام کرنے کے لئے لوگوں کی سوچ اور ان کے نظریات کو بدلنے کی ضرورت ہے۔انہیں انسانی حقوق کے حوالے سے آگاہی فراہم کرنے کیلئے انسانی حقوق کے کارکن کے لئے ضروری ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ علم اور معلومات حاصل کرے، تاکہ دلیل کیساتھ انسانی حقوق کے نظریہ کو عام لوگوں تک پہنچانے میں آسانی ہو۔کسی بھی معاشرے میں تمام انسانوں کو ان کے حقوق کے حوالے سے آگاہی فراہم کرنے اور حقوق کے تحفظ کے لئے سول سوسائٹی کا بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ انسانی معاشرے میں آج تک جتنی بھی ترقی ہوئی ہے یہ انسانی ضروریات کے ساتھ ساتھ انسانی سوچ میں ترقی کی بدولت ہوئی ہے۔کوئی بھی چیز جب تک ہمارے دماغ میں ہوتی ہے وہ ہماری سوچ ہوتی ہے، اس کو جب عملی شکل میں لایا جائے تو یہ تجربہ بن جاتی ہے اور ہر تجربہ تاریخ کا حصہ بن جاتا ہے۔مثال کے طور پر گلگت بلتستان میں ہزاروں لوگ فرقہ واریت کا شکار بن گئے ہیں جس کے سبب اس خطے میں ترقی کی رفتار بہت سست رہی۔اب اگر ہم نئی تاریخ رقم کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی سوچ بدلنا ہوگی۔

اس کے علاوہ ریاست کے وجود، آئین سازی، عدلیہ کے نظام، مزدوروں کے لئے وقت اور اجرت کے تعین کے حوالے سے انسانی سوچ میں وقت کے ساتھ ساتھ جو تبدیلیاں آئیں وہ ہماری سماجی ترقی کا سبب بنیں۔معاشرے کے اندر مثبت سوچ پیدا کرنے میں سول سائٹی کو متحرک کرنے کی ضرورت ہے۔گلگت بلتستان میں چند ماہ قبل عوامی ایکشن کمیٹی کی ترغیب پر گندم کی سبسڈی کے لئے جو احتجاجی دھرنا دیا گیا، اس میں تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور ایک منظم طریقے سے اپنے مطالبات منوانے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ گلگت بلتستان میں مذہبی ہم آہنگی کی بھی ایک بڑی مثال ہے اور اس کی کامیابی میں سول سوسائٹی کی تنظیموں کا اہم کردار تھا۔

تمام شہریوں کو ان کے جائز بنیادی حقوق کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ بحثیت شہری اس ملک کے آئین نے ہمیں یہ حق دیا ہے کہ ہم اپنے بنیادی حقوق کے حصول کیلئے جدوجہد کریں،ہمیں پرامن احتجاج کا حق ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں جاننے کا بھی حق حاصل ہے کہ ہم کسی بھی ریاستی ادارہ سے متعلقہ امور کے متعلق تفصیلات حاصل کر یں۔تمام بنیادی حقوق کا شعور اور ان تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کو متحرک رکھنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور اس کی روک تھام کیلئے لائحہ عمل

سید مبارک شاہ

انتہا پسندی دو لفظوں کا مجموعہ ہے، انتہا اور پسندی۔ مطلب یہ کہ کسی بھی چیز کو انتہا تک پسند کرنا۔ اس سے مراد اپنی سوچ اور اپنے خیالات و نظریات کو دوسرے لوگوں پر اس طرح مسلط کرنا ہے کہ نہ تو کسی کی رائے کو تسلیم کیا جائے اور نہ ہی مفاہمت کا راستہ اختیار کیا جائے۔ یہ خیال کرنا کہ جو میں سوچتا اور سمجھتا ہوں وہی درست ہے اور باقی تمام نظریات اور تصورات غلط ہیں۔انتہا پسندی بیماری کی طرح ہے جس نے ہمارے سماج کو آہستہ آہستہ جہالت کی طرف دھکیل دیا ہے۔یہ مختلف صورتوں میں ہمارے معاشروں میں موجود ہے اور اس کے بھیانک اثرات ہماری زندگیوں پر مرتب ہو رہے ہیں۔ انتہا پسندی سے نہ صرف نجی و گھریلو معاملات متاثر ہو رہے ہیں بلکہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر بھی پاکستان کا تقویت پا رہا ہے۔

انتہا پسندی کی ان اقسام میں مذہبی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی، لسانی انتہا پسندی، علاقائی انتہا پسندی اور نسلی انتہا پسندی وغیرہ شامل ہیں۔گزشتہ چند سالوں کے دوران

> ریاست کے وجود، آئین سازی، عدلیہ کے نظام، مزدوروں کے لئے وقت اور اجرت کے تعین کے حوالے سے انسانی سوچ میں وقت کے ساتھ ساتھ جو تبدیلیاں آئیں وہ ہماری سماجی ترقی کا سبب بنیں۔ معاشرے کے اندر مثبت سوچ پیدا کرنے میں سول سائٹی کو متحرک کرنے کی ضرورت ہے۔ گلگت بلتستان میں چند ماہ قبل عوامی ایکشن کمیٹی کی ترغیب پر گندم کی سبسڈی کے لئے جو احتجاجی دھرنا دیا گیا، اس میں تمام مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے افراد نے کثیر تعداد میں شرکت کی اور ایک منظم طریقے سے اپنے مطالبات منوانے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ گلگت بلتستان میں مذہبی ہم آہنگی کی بھی ایک بڑی مثال ہے اور اس کی کامیابی میں سول سوسائٹی کی تنظیموں کا اہم کردار تھا۔

پاکستان میں مذہب کے نام پر کوئٹہ میں ہزارہ برادری پر کئی حملے ہوئے، مسجدوں کو تباہ کیا گیا۔فرقہ احمدیہ سے تعلق رکھنے والے کئی افراد کو قتل کیا گیا، توہین رسالت کے الزام میں اہم شخصیات سمیت کئی لوگوں کو قتل کیا گیا۔ یہ سب مذہبی انتہا پسندی کے زمرے میں آتے ہیں۔اس کے علاوہ علاقائی، نسلی اور لسانی بنیادوں پر بھی آئے دن انتہا پسندی کے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔

ہر انسان کی اپنی شناخت ہوتی ہے، چاہے وہ کسی بھی مسلک یا فرقے سے تعلق رکھتا ہو یا کسی بھی رسم و رواج یا ثقافت سے وابستہ ہو، وہ اس کے نزدیک اہمیت کی حامل ہوتی ہے، اس کیلئے اس کا مذہب اتنا ہی عزیز ہے جتنا ہم اپنے مذہب سے محبت رکھتے ہیں۔لہذا کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو قتل کرے یا اس کو نقصان

پہنچائے۔ ہمیں ایک دوسرے کے مذہب،عقیدے،اوررسم و رواج کی قدر کرنی چاہیے، ہم سب ایک ہی گلشن کے پھول ہیں اور ہر پھول کی اپنی الگ پہچان اورحسن ہے۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت۔

احمد جامی سخی

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کے حوالے سے اگر بات کی جائے تو سب سے پہلے ہمیں جمہوریت کے اصل مفہوم کو سمجھنا ، پھراس کے مطابق زندگی کے تمام شعبوں کے اندر جمہوری رویوں کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ جمہوریت کا مطلب اظہار رائے کی آزادی ہے ہرانسان کےنظریات کا احترام کرنا اورسب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی غلطیوں کو غیر مشروط طور پرتسلیم کرنا ہے۔انسانی سوچ اور رویوں میں مثبت تبدیلی لانے کا واحد واحد زریعہ تیلیم تعلیم ہے۔ نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت سے طلباء میں انسانی حقوق کے حوالے سے شعور اجاگر کرنے اورانہیں اپنے حقوق کے ساتھ دوسروں کے حقوق کا احترام کرنے کے لیے انسانی حقوق کے باب کو شامل کرنا چاہیے۔گلگت بلتستان میں ملک کے دوسرے حصوں کی نسبت خواندگی کی شرح قدرے بہتر ہے،تاہم اس میں مزید بہتری کی ضرورت ہے۔ ملک میں طبقاتی نظام تعلیم کی وجہ سے امیر اورغریب کے لئے تعلیمی اداروں کی درجہ بندی کی گئی ہے جس کی بدولت معیاری تعلیم سے یکساں طور پر استعفادہ نہیں کیا جاسکتا۔نئی نسل کے اندر جمہوری رویوں کےفروغ اورافراد کے مابین ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے موجودہ نصاب میں ترامیم اورنصاب میں انسانی حقوق کی شمولیت وقت کی اہم ضرورت ہے۔

دینور، ضلع گلگت 6-7 ستمبر

انسانی حقوق کے فروغ،حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کیلیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

ندیم عباس

جدید سیاسی معاشرہ تین بنیادی ستونوں یعنی ریاستی اداروں، سیاسی جماعتوں اورسول سوسائٹی پر استوار ہے۔ سول سوسائٹی سے مراد آزاد اورخود مختار تنظیمیں ہیں جو سیاسی جماعتوں اور ریاستی اداروں سے مختلف ہوتی ہیں۔ ان میں انسانی حقوق کے تحفظ پر مامور غیرسرکاری تنظیمیں، آزاد اخبارات،ٹی وی وریڈیو چینلز،ٹریڈ یونینیں، بارکونسلز، ایوان ہائے تجارت اورخیراتی ادارے اورغیر سیاسی مذہبی تنظیمیں وغیرہ شامل ہیں۔

اس نشست میں ہم صرف انسانی حقوق کے تحفظ پر مامور سول سوسائٹی کی تنظیموں کے کردار کا جائزہ لیں گے۔ ریاستی اداروں، سیاسی جماعتوں اورسول سوسائٹی، تینوں کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم ہے مگرانسانی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے سول سوسائٹی اس لیے زیادہ اہمیت کی حامل ہے کہ اس کا بنیادی کام ریاستی اقتدار کے استعمال کی متواتر نگرانی کرنا ہے جو کسی بھی معاشرے میں انسانی حقوق کے مقام کا تعین کر رہا ہوتا ہے جبکہ ریاستی ادارے اور سیاسی جماعتیں، دونوں ریاست کے ساتھ اپنے خاص تعلق اور سیاسی مصلحتوں کے باعث یہ فریضہ مؤثر اور منصفانہ انداز سے سرانجام نہیں دے پاتے۔

> جدید سیاسی معاشرہ تین بنیادی ستونوں یعنی ریاستی اداروں، سیاسی جماعتوں اورسول سوسائٹی پر استوار ہے۔سول سوسائٹی سے مراد آزاد اورخود مختار تنظیمیں ہیں جو سیاسی جماعتوں اور ریاستی اداروں سے مختلف ہوتی ہیں۔ ان میں انسانی حقوق کے تحفظ پر مامور غیرسرکاری تنظیمیں، آزاد اخبارات، ٹی وی و ریڈیو چینلز، ٹریڈ یونینیں، بار کونسلز، ایوان ہائے تجارت اور خیراتی ادارے اورغیر سیاسی مذہبی تنظیمیں وغیرہ شامل ہیں۔

اپنے اس خاص کردار کو مدنظر رکھتے ہوئے سول سوسائٹی نے نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیا میں انسانی حقوق کی پامالیوں کی نشاندہی کی اوران کی روک تھام کے لیے جدوجہد کی ہے۔امریکہ میں غلامی کے خاتمے کی تحریک کو 1833 میں قائم ہونیوالے امریکی سول سوسائٹی کے ایک بہت بڑے نیٹ ورک ''غلامی مخالف امریکی سوسائٹی'' کی 30 سالہ جدوجہد سے الگ کر کے نہیں دیکھا جاسکتا جس کی سینکڑوں ذیلی شاخیں تھیں اور لاکھوں کارکن تھے جنہوں نے امریکہ بھر میں غلامی کے خاتمے کے لیے رائے عامہ ہموار کی۔ اسی طرح 1950 کی دہائی میں امریکی سول سوسائٹی نے نسلی امتیاز کے خاتمے اورتمام امریکی شہریوں کے برابر حقوق کی تحریک چلائی۔ یورپ میں نشاۃ ثانیہ اوراصلاح کلیسا کی تحریکیں اس حوالے سے بہترین مثالیں ہیں جو ترقی پسند ادیبوں، فنکاروں، سماجی کارکنوں، دانشوروں، مذہبی مصلحین، مزدور اورکسان تنظیموں کی منظم جدوجہد کی عکاسی کرتی ہیں۔

برصغیر میں علی گڑھ تحریک، انجمن ترقی پسند مصنفین، آل انڈیا ٹریڈ یونین کانگریس سمیت درجنوں غیرسرکاری سماجی تنظیمیں معاشرے کی فلاح وبہبود،عوام کے سیاسی وسماجی شعوراوران کے حقوق کے تحفظ کے لیے کوشاں رہیں۔ برصغیر کے مسلمانوں کے حوالے سے دیکھا جائے تو ان کے حقوق کا پرچم کئی عشروں تک علی گڑھ ٹرسٹ جیسی سول سوسائٹی تنظیموں نے اُٹھائے رکھا اورانہیں اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے سیاسی جدوجہد کرنے کے قابل بنایا۔ برصغیر کے مسلمانوں کی اجتماعی سیاسی تاریخ 1906 میں شروع ہوتی ہے۔اس سے قبل سماجی، ادبی، اورمعاشرتی تنظیمیں ہی ان کے حقوق کی آواز بلند کرتی رہی ہیں۔

انسانی حقوق کے تحفظ میں سول سوسائٹی کے کردار کا یہ سلسلہ تقسیم ہندوستان کے بعد بھی جاری رہا۔ پاکستان میں انسانی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے خواتین کارکنوں کی تنظیمیں زیادہ موئثر اور منظم ثابت ہوئی ہیں۔آل ویمن ایکشن فورم (اے ڈبلیو اے ایف) کی کاوشوں سے 1948 میں 'مسلم شرعی خانگی قانون' منظور ہوا جس کے تحت عورتوں کو ہر قسم کی املاک کی ملکیت کا حق تفویض کیا گیا۔ 1956 کے دستور میں خواتین کے حقوق کا باب شامل کیا گیا اور 'مسلم خانگی قانون آرڈیننس 1961 منظور ہوا۔

ضیاء الحق کی خواتین دشمن قانون سازی اور پالیسیوں نے عام طور پرانسانی حقوق کے تمام کارکنوں جبکہ خاص طور پر خواتین کارکنوں کے لیے چیلنج کی فضا قائم کردی اورانہیں اپنے سلب کیے گئے حقوق کے لیے کٹھن جدوجہد کرنا پڑی۔ ویمن ایکشن فورم، شرکت گاہ، پاکستان ویمن وکلاء ایسوسی ایشن، تحریک نسواں، پاکستان ویمن ڈیموکریٹک فورم اور عورت فاؤنڈیشن سمیت متعدد خواتین تنظیمیں معرض وجود میں آئیں۔ان تنظیموں کی تحریک کے نتیجے میں ضیاء کی آمریت کے خاتمے کے بعد خواتین دوست قانون سازی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوا۔ 1989 میں 'خواتین ڈویژن کو، وزارت برائے ترقی نسواں کا درجہ ملنا، فرسٹ ویمن بینک اور ویمن پولیس اسٹیشنز کا قیام، 1994 میں 'انکوائری کمیشن برائے خواتین' کا قیام، سندھ اور پشاور ہائی کورٹس میں خواتین ججز کی تعیناتی، 1995 میں قرآن کے ساتھ شادی کو غیر اسلامی قرار دیا جانا، 1996 میں 'خواتین کے خلاف تمام اقسام کے امتیازی سلوک کے خاتمے کے عالمی میثاق' کی توثیق، 2000 میں 'غیرت کے نام پر قتل کو منصوبہ بند قتل قرار دیا جانا، 2003 میں عدالتی فیصلے کے ذریعے عورت کو ولی کی اجازت کے بغیر اپنی مرضی سے شادی کرنے کا قانونی اختیار ملنا، 2005

میں غیرت کے نام پر قتل کے لیے سزائے موت یا 25 برس قید کی سزا کا مقرر ہونا، 2006 میں 'خواتین تحفظ قانون' کی منظوری، 2009 میں گھریلو تشدد (روک تھام وتحفظ) قانون کی منظوری اور 2011 میں تیزاب گردی کے جرم کے خاتمے کے لیے قانون سازی سمیت دیگر خواتین دوست پالیسیوں اور قانونی اصلاحات کا نفاذ سول سوسائٹی کی کاوش سے ہی ممکن ہوا ہے۔ سول سوسائٹی نے مقتدر ریاستی اداروں اور ملک کی سیاسی جماعتوں کے خواتین مخالف رویے کو تبدیل کیا اور انہیں عورتوں کے حقوق بارے اقدامات کرنے پر مجبور کیا۔ اپریل 1999 میں صائمہ عمران نامی لڑکی کو پسند کی شادی کرنے پر لاہور میں اس کے وکیل کے چیمبر میں گولی مار کر قتل کر دیا

ملک کے مذہب زدہ سیاسی نظام کے باعث نسبتاً ترقی پسند سیاسی جماعتیں بھی مذہبی اقلیتوں کے حقوق کو اپنے ایجنڈے کا حصہ بنانے سے گریزاں تھیں جبکہ ریاست نے شروع دن سے ہی مذہبی اقلیتوں پر مظالم میں شریک جرم کا کردار ادا کیا ہے۔ انسانی حقوق کے کارکنوں نے اس مسئلے پر آواز بلند کی اور اقلیتوں کے بارے میں امتیازی قوانین سمیت ان تمام اسباب کے خاتمے کا مطالبہ کیا جو اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزیوں کی بنیادی وجہ ہیں۔ یہ مطالبہ کرنے پر متعدد سول سوسائٹی کارکنوں کو جان کی قربانی بھی دینا پڑی۔

گیا۔ اگست 1999 میں انسانی حقوق پر یقین رکھنے والے چند سینیٹرز نے مذمتی قرارداد پیش کی۔ چیئرمین سینیٹ نے قرارداد پر بحث تک ہونے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ صرف 4 کے علاوہ تمام اراکین سینیٹ کی رائے یہ تھی کہ ایک عورت کے قتل کا مسئلہ اتنا اہم نہیں کہ اس پر سینیٹ کا وقت صرف کیا جائے۔ مطلب یہ کہ سیاسی جماعتیں اور ریاستی ادارے عورت کے مسائل کو قومی معاملات کا حصہ بنانے سے انکاری تھے مگر سول سوسائٹی نے ان معاملات پر رائے عامہ کو تبدیل کیا، بین الاقوامی برادری کو پاکستان کی عورتوں کی حالت زار سے آگاہ کیا، میڈیا کی توجہ اس جانب دلوائی اور نتیجتاً ریاست اور سیاسی جماعتوں کو اپنی پالیسیوں میں تبدیلی لانا پڑی۔

پاکستان میں جمہوریت کے استحکام کے حوالے سے 'عدلیہ بحالی تحریک' سب سے اہم مرحلہ تھا جو بنیادی طور پر وکلاء اور سول سوسائٹی کی تنظیموں کی تحریک تھی۔ مشرف کی آمریت کے خلاف سول سوسائٹی نے مارچ 2007 میں تحریک شروع اور اس کی کامیابی کے روشن امکانات دیکھتے ہوئے سیاسی جماعتیں بھی اکتوبر 2007 کے آخر میں اس کا حصہ بن گئیں۔

ملک کے مذہب زدہ سیاسی نظام کے باعث نسبتاً ترقی پسند سیاسی جماعتیں بھی مذہبی اقلیتوں کے حقوق کو اپنے ایجنڈے کا حصہ بنانے سے گریزاں تھیں جبکہ ریاست نے شروع دن سے ہی مذہبی اقلیتوں پر مظالم میں شریک جرم کا کردار ادا کیا ہے۔ انسانی حقوق کے کارکنوں نے اس مسئلے پر آواز بلند کی اور اقلیتوں کے بارے میں امتیازی قوانین سمیت ان تمام اسباب کے خاتمے کا مطالبہ کیا جو اقلیتوں کے حقوق کی خلاف ورزیوں کی بنیادی وجہ ہیں۔ یہ مطالبہ کرنے پر متعدد سول سوسائٹی کارکنوں کو جان کی قربانی بھی دینا پڑی۔

جبری غائب کیے گئے افراد کا معاملہ نام نہاد 'قومی مفاد' کے نام پر دبایا جا رہا تھا۔ ہر برس ریاست سے اختلاف رائے رکھنے والے سینکڑوں لوگوں کو جبری غائب کر کے قتل کر دیا جاتا ہے۔ تشویشناک امر یہ تھا کہ اس معاملے پر کوئی بات نہیں کرتا تھا۔ سول سوسائٹی کی جدوجہد سے اس مسئلے پر خاموشی توڑی گئی اور نتیجتاً میڈیا، عدلیہ، پارلیمان اور انتظامیہ کے حلقوں میں اس کا نوٹس لیا گیا اور کم از کم اس معاملے پر بحث وتمحیص کی فضا قائم ہوئی ہے جو مسئلے کے حل کی طرف پہلا قدم ہے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سول سوسائٹی کی کاوشوں سے ریاست نے یکے بعد دیگرے انسانی حقوق سے متعلقہ بیشتر عالمی معاہدات کو تسلیم کر لیا ہے جس کے باعث ریاستی قوانین اور پالیسیوں کو انسانی حقوق کے حوالے سے عالمی معیار کے مطابق لانے کے امکانات میں اضافہ ہوا ہے۔

مگر ان تمام کامیابیوں کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ ملک میں انسانی حقوق کی صورتحال دن بدن بگڑتی جا رہی ہے۔ 2013 میں 14000 سے زائد افراد کے قتل کی رپورٹ پولیس کو درج کروائی گئی تھی اور جو رپورٹ نہیں ہوئے تھے ان کی تعداد علیحدہ ہے۔ 3218 افراد صرف کراچی میں تشدد کے باعث مارے گئے ہیں۔ 869 عورتیں غیرت کے نام پر قتل ہوئیں۔ کم از کم 56 خواتین کو محض اس لیے قتل کر دیا گیا کہ انہوں نے بیٹی کو جنم دیا تھا۔ صرف پنجاب سے جنسی تشدد کے 2576 واقعات منظر عام پر آئے ہیں۔ 12 ملین بچے مشقت کا شکار ہیں جن میں سے نصف کی عمر 10 برس سے کم ہے۔ 2013 کے پہلے چھ ماہ کے دوران 1204 بچوں کو جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا گیا جن میں 68 فیصد لڑکیاں تھیں۔ تقریباً 2 ملین افراد غلامی کی جدید اشکال کا شکار ہیں۔

200 سے زائد فرقہ وارانہ حملوں میں 687 افراد مارے گئے۔ پشاور گرجا گھر پر خودکش حملے میں 100 سے زائد مسیحی ہلاک ہوئے اور لاہور میں مسیحی آبادی پر حملہ کر کے 100 سے زیادہ گھر جلا دیے گئے۔ 7 احمدی ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنے۔ تضحیک مذہب سے متعلق قانون کے خلاف مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ '1927 سے 1985 تک تضحیک مذہب کے '10 واقعات رپورٹ ہوئے تھے جبکہ '1985 میں اقلیت دشمن قانون سازی کا نتیجہ یہ نکلا کہ 1985 سے اب تک تضحیک مذہب کے 40000 واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔ اقلیتی عورتوں کی جبری شادی وتبدیلی مذہب پر قانون سازی نہیں ہوئی۔ اس کے لیے رائے عامہ ہموار کرنے اور لابی کرنے کی ضرورت ہے۔ 91 امدادی کارکنوں کو نشانہ بنا کر مارا گیا۔ 27 فروری 2014 کو 'جبری غائب کیے گئے بلوچوں کی آواز' کے قائد ماما قدیر نے لاہور میں میڈیا کو بتایا کہ اب تک تقریباً 1500 بلوچوں کی مسخ

200 سے زائد فرقہ وارانہ حملوں میں **687** افراد مارے گئے۔ پشاور گرجا گھر پر خودکش حملے میں **100** سے زائد مسیحی ہلاک ہوئے اور لاہور میں مسیحی آبادی پر حملہ کر کے **100** سے زیادہ گھر جلا دیے گئے۔ **7** احمدی ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنے۔ تضحیک مذہب سے متعلق قانون کے خلاف مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ '**1927** سے **1985** تک تضحیک مذہب کے '**10** واقعات رپورٹ ہوئے تھے جبکہ '**1985** میں اقلیت دشمن قانون سازی کا نتیجہ یہ نکلا کہ **1985** سے اب تک تضحیک مذہب کے **40000** واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔

شدہ لاشیں بازیاب ہو چکی ہیں اور 18000 سے زائد افراد غائب ہیں جن میں 170 خواتین اور 169 بچے بھی شامل ہیں۔ اب تو سندھ میں بھی لوگوں کو جبری غائب کرنے اور ان کی مسخ شدہ لاشوں کی برآمدگی کے واقعات تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ بلوچستان کی محترمہ کریمہ بلوچ کو تین برس قید اور ڈیڑھ لاکھ روپے جرمانہ کی سزا سنائی گئی۔ اس کا قصور یہ تھا کہ اس نے 2006 میں دیگر خواتین کے ساتھ مل کر جبری غائب شدہ افراد کی رہائی کے لیے احتجاجی مظاہرہ کیا تھا۔ دوسری طرف ان گمشدگیوں میں ملوث کسی بھی ملزم کو سزا نہیں ہو سکی۔ انسانی حقوق کے کارکنوں کا فرض ہے کہ انصاف فراہم کرنے میں ناکام اپنے عدالتی نظام کے نقائص کو اُجاگر کریں۔

یہ صورتحال انتہائی تشویشناک اور توجہ طلب ہے۔

دیگر وجوہات کے علاوہ انسانی حقوق کی پامالیوں میں اضافہ کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پامالی کرنے والے انسانی حقوق کے محافظین سے زیادہ منظّم ہیں اور تعداد میں بھی زیادہ ہیں۔سول سوسائٹی کو چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں عوام کو اپنے ساتھ ملائیں اور زیادہ منظّم انداز میں تگ و دو کریں۔عوام کی جرٔت کے بغیر اس تحریک کو کامیاب نہیں بنایا جا سکتا۔عوام کو فروعی معاملات کی بجائے اپنے حقیقی مسائل پر سوچ بچار کرنے پر قائل کرنا چاہیے۔انہیں حقوق کے متعلق حساس بنانے کی ضرورت ہے۔ملکی وسائل کے استعمال پر نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔لوگوں کو بتایا جائے کہ ان کے وسائل کہاں خرچ کیے جا رہے ہیں اور یہ کہ وہ صرف ان کی فلاح و بہبود پر ہی صرف ہونے چاہئیں۔ریاست کے ساتھ کشیدگی کی فضا قائم کئے بغیر قانون کے اندر رہتے ہوئے اس پر حقوق کے تحفظ کے لیے دباؤ ڈالا جائے اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر ہم خیال لوگوں کے ساتھ نیٹ ورکنگ کی جائے۔ایک بڑا مسئلہ انسانی حقوق کے عالمی معاہدات کی مطابقت میں ملکی قانون سازی کا ہے۔ان معاہدات کے پروٹوکولز کی توثیق کے لیے حکومت پر دباؤ بڑھانا چاہیے۔سول سوسائٹی کو چاہیے کہ وہ پاکستان میں انسانی حقوق کی صورت حال میں اقوام متحدہ اور انسانی حقوق کے دیگر بین الاقوامی اداروں کی مداخلت بڑھانے کی کوشش کرے تا کہ ریاست کو حقوق کے تحفظ کے لیے حقیقی معنوں میں بین الاقوامی دباؤ کا سامنا کرنا پڑے۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

ڈاکٹر سجاد

طرز فکر میں تبدیلی لانے کیلئے ہمیں اپنے رویوں میں تبدیلی لانے اور دنیا میں آنے والی تبدیلیوں کو حقائق کی بنیاد پر تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔تعلیم کا مطلب سمجھ بُوجھ حاصل کرنا ہے تا کہ اچھے اور برے میں تمیز کی جا سکے۔ پہلے کی نسبت اب علمی میدان میں بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے، کتابوں سے لیکر انٹرنیٹ تک معلومات کا ذخیرہ موجود ہے۔ ہمیں اس سے استفادہ کرنا چاہئے تا کہ جدید ترقی کے دور میں ہم بھی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں جگہ بنا سکیں۔اس کے لئے ضروری ہے کی نصاب میں جدید سائنسی مواد شامل کیا جائے اور نصاب میں وقت کے ساتھ ساتھ ترامیم کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ ہماری موجودہ نصابی کتب میں ایسا مواد شامل کیا گیا ہے جس کا موجودہ دور سے کوئی تعلق نہیں۔ بعض کتب میں ایسی شرانگیز چیزیں شامل کی گئی ہیں جن سے نفرت اور انتہاپسندی کو فروغ ملتا ہے۔

معاشرے سے انتہاپسندانہ رویوں کو ختم کرنے اور لوگوں کے درمیان مذہبی ہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے تعلیم کو فروغ دینے کی ضرورت ہے۔ ہمارے ملک میں طبقاتی نظام تعلیم رائج ہے،ان میں پبلک، پرائیویٹ اور دینی مدارس شامل ہیں اور ان میں الگ الگ نصاب پڑھایا جاتا ہے۔جس کی وجہ سے معاشرے میں متعصّبانہ اور انتہاپسندانہ رویوں کو فروغ ملتا ہے۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں معیاری تعلیم کا فقدان ہے۔ اس کے علاوہ تعلیم اس قدر منہگی ہو چکی ہے کہ غریب تو دور، متوسط طبقہ کے لوگ اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلا سکتے۔موجودہ نصاب سے ہم تعلیم یافتہ افراد تو پیدا کر رہے ہیں لیکن ایک اچھے اور با کردار شہری پیدا نہیں کر رہے۔ تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم شامل کی جائے اور نصاب میں موجود خامیوں کو دُور کیا جائے۔

مذہبی و مسلکی رواداری کا فروغ اور نفرت و تعصب کے انسداد کے لئے لائحہ عمل

عبدالخالق تاج

دنیا میں تقریباً پانچ سو سے زائد چھوٹے بڑے مذاہب موجود ہیں اور یہ مزید کئی مسالک میں تقسیم ہیں۔ بڑے مذاہب میں اسلام، عیسائیت، ہندومت اور بدھ مت وغیرہ شامل ہیں۔اسلام کے اندر بھی کئی فرقے ہیں جن میں اہل سنت، اہل تشیع، اسماعیلی وغیرہ شامل ہیں، اس کے علاوہ یہ فرقے مزید گروپس میں تقسیم ہیں۔ہر فرقے کی اپنی الگ اہمیت ہے، اگر میں مسلمان ہوں تو اس میں میرا کوئی کردار نہیں ہے، یا اگر ایک شخص عیسائی یا بدھ مت گھرانے سے تعلق رکھتا ہو تو اس میں اس کی کوئی غلطی نہیں ہے۔ ہم جس مذہب سے تعلق رکھتے ہیں وہ ہمارے والدین کا مذہب ہے، جو سبھی کے لیے قابل احترام ہوتا ہے۔ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ ہم دوسروں کے مذاہب کو برا بھلا کہیں۔ہم ایک ایسے معاشرے میں زندگی گزار رہے ہیں جس کا ہر پہلو ہم نے مذہب سے جوڑ رکھا ہے۔معمولی سی بات کو بھی مذہب کا رنگ دیکر ہم فساد پر اتر آتے ہیں،قوت برداشت اور صبر و تحمل کا تصور ہم میں نہیں ہے۔

فرقہ واریت اور تعصب کی سب سے بڑی وجہ تعلیم کی کمی تو ہے ہی لیکن اس وجہ مذہبی شخصیات کی اندھی تقلید بھی ہے، چاہے ہم کتنے تعلیم یافتہ ہی کیوں نہ ہوں ہم ان کی کہی ہوئی ہر بات کو حرفِ آخر سمجھتے ہیں اور بلا تصدیق اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ہم میں سوالات کرنے کی جرات ہونی چاہئے۔ہمیں خود مذہب کے بارے میں علم حاصل کرنا چاہئے۔

جب ہم گلگت بلتستان کی بات کرتے ہیں تو ہم سب ایک مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، ہماری ثقافت اور طرزِ زندگی یکساں ہے پھر بھی ہم ماضی سے لیکر اب تک ایک نہیں ہو سکے۔ثقافت اور مذہب تو انسانوں کو جوڑتے ہیں،لیکن ہم بد قسمتی سے انہیں توڑنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ ہمارے بعض علماء ہمیں رواداری اور اخلاقیات کا درس کم دیتے ہیں جبکہ تاریخ سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر کوئی اختلاف کا پہلو نکال کر فرقوں کے اندر جھگڑے پیدا کرتے ہیں۔ جب ہم گلگت میں ایک ہی جگہ پر بلا تفریق کسی ثقافتی پروگرام میں اکٹھے شامل ہو سکتے ہیں تو ایک ساتھ ایک ہی مسجد میں نماز کیوں نہیں پڑھ سکتے۔ہم ایک دوسرے کو قبول نہیں کرتے اور ایک دوسرے کو کافر قرار دیکر خوش ہوجاتے ہیں۔ہمیں اپنے مسلک اور مذہب کے ساتھ دیگر مذاہب کے علوم کا بھی مطالعہ کرنا چاہیے اور انفرادی طور پر اور معاشرتی طور پر انتہا پسندی اور عدم رواداری کے انسداد اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنے کے لیے تگ و دو کرنی چاہئے۔

منی مرگ، ضلع استور 10-9 ستمبر

میڈیا کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، بدلتے رجحانات اور انتہاپسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

اسرار الدین اسرار (صوبائی کوآرڈینیٹر ایچ آر سی پی)

میڈیا کا لفظ آج کل ہر خاص و عام کی زبان پر ہے،اس سے کیا مراد ہے؟اس سے مراد کسی خبر یا اطلاع کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانے کا ذریعہ ہے۔اس کے کئی ذرائع ہو سکتے ہیں، تا ہم اس کی دو بڑی قسمیں ہیں؛ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا۔پرنٹ میڈیا میں اخبارات، رسائل،میگزین اور پمفلٹ وغیرہ شامل ہیں جبکہ الیکٹرانک میڈیا میں ٹیلی وژن، ریڈیو اور انٹرنیٹ وغیرہ شامل ہیں۔

ریاستی میڈیا کا کنٹرول ریاست کے پاس ہوتا ہے اور اس میں زیادہ تر ریاست کے مفاد سے جڑی خبریں نشر کی جاتی ہیں۔ ریاستی میڈیا کا آغاز برصغیر کے بادشاہ شیر شاہ سوری نے اپنے دور حکومت میں کیا تھا۔جس نے اپنی ریاست میں ایک ایسا نظام متعارف کروایا تھا جس میں ریاست کے تمام حصوں سے خبریں جمع کر کے اپنے مفاد کی خبریں رعایا تک پہنچائی جاتی تھیں۔پرائیویٹ میڈیا کی بنیاد منافع پر رکھی جاتی ہے۔اس میں اکثر سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ملک کے بعض نجی میڈیا ہاوسز ذاتی شہرت کی لڑائی

میں حقیقت کے برعکس خبریں دیتے ہیں جس نے غیر شعوری طور پر عدم رواداری اور انتہا پسندی کو فروغ دیا ہے۔

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ میڈیا ہاوسز کے حوالے سے حکمت عملی تیار کرے۔ ذرائع ابلاغ سے منسلک اکثر افراد غیر تربیت یافتہ ہوتے ہیں، جس کے باعث غیر ذمہ دارانہ رپورٹنگ اور تبصروں سے انتہا پسندی کو فروغ مل رہا ہے۔ حادثات کے بعد کے تباہی کے مناظر براہ راست دکھا کر لوگوں میں خوف وہراس پیدا کیا جاتا ہے، اور یہی انتہا پسندوں کا بنیادی مقصد ہے۔ میڈیا سے منسلک افراد کی تربیت کا انتظام کرنے کی ضرورت ہے تا کہ میڈیا کو معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بنایا جاسکے۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لئے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

ندیم عباس

25 مارچ 2014 کو وزارت تعلیم پاکستان نے ''تعلیمی گوشوارہ پاکستان، 2013'' جاری کیا۔ گوشوارے کی رپورٹ کے مطابق ملک میں شرح خواندگی 57 فیصد ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ملک کی تقریبا آدھی آبادی لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں۔ خواندگی کے لحاظ سے 221 ممالک کی فہرست میں پاکستان کا نمبر 180 ہے جبکہ جنوبی ایشیا میں یہ سب سے کم شرح خواندگی والا ملک ہے۔

مارچ 2014 میں ہی ایک غیر سرکاری تنظیم سپارک نے ''پاکستانی بچوں کی حالت-2013'' شائع کی جس میں بتایا گیا ہے کہ پاکستان کا شماران ممالک میں دوسرے نمبر پر ہے جہاں بچوں کی غیر معمولی تعداد سکول سے باہر ہے۔ اس حوالے سے ہم صرف نائجیریا سے بہتر حالت میں ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ تین سے پانچ برس کی عمر کے 7 ملین بچوں نے ابھی تک پرائمری کی تعلیم مکمل نہیں کی۔ شہری علاقوں میں 33 فیصد جبکہ دیہاتی علاقوں میں 60 فیصد بچوں نے پرائمری تعلیم مکمل نہیں کی ہے۔

انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (آئی ایل او) کے پیش کردہ اعداد وشمار کے مطابق پاکستان میں 12 ملین بچے مشقت کا شکار ہیں جنہیں سکول میں ہونا چاہیے تھا۔ بچوں کے حقوق پر کام کرنیوالے یواین او کے ادارے یونیسف کے مطابق یہ تعداد 2012 میں 10 ملین تھی۔ ایک برس میں اس میں کمی ہونے کی بجائے بیس لاکھ کا اضافہ ہوا ہے۔ تعلیم کے موضوع پر کام کرنیوالے ایک ادارے الف اعلان کے مطابق پاکستان کے تمام بچوں کو پرائمری تعلیم مکمل کروانے کے لیے فوج کے بجٹ کا محض پانچواں حصہ درکار ہے۔ پاکستان کا شمار دنیا کے اُن آٹھ ممالک میں ہوتا ہے جو تعلیم پر سب سے کم خرچ کرتے ہیں۔ اور اگر بچوں کے سکول میں اندراج کے حوالے سے ہونے والی پیش رفت کی رفتار یہی رہی تو پاکستان 2088 میں یہ ہدف پورا کر سکے گا۔

یہ اعداد وشمار یقیناً پریشان کن ہیں اور اپنے شہریوں کو تعلیم کی فراہمی کے آئینی فریضے کی ادائیگی میں ریاستی ناکامی کی نشاندہی کرتے ہیں تاہم سرکاری سکولوں کی نصابی کتب کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں اپنے تعلیمی نظام کی نہایت تشویشناک شکل نظر آتی ہے اور یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ ریاست جنہیں تعلیم فراہم نہیں کر رہی ان کے ساتھ تو دشمنی کر ہی رہی ہے مگر جن شہریوں کو جس طرح کی تعلیم دے رہی ہے وہ ان کے لیے اور مجموعی طور پر پورے ملک کے لیے مفید کم اور نقصان دہ زیادہ ثابت ہورہی ہے کیونکہ طلباء و طالبات کو جس طرح کا تعلیمی نصاب پڑھایا جارہا ہے اس سے وہ سماج دوست نہیں بن رہے۔ ہماری تعلیم جمہوریت پسند، روادار، انسانیت دوست اور انسانی حقوق پر یقین رکھنے والی قوم پیدا کرنے میں ناکام ہے۔

25 مارچ 2014 کو وزارت تعلیم پاکستان نے ''تعلیمی گوشوارہ پاکستان، 2013'' جاری کیا۔ گوشوارے کی رپورٹ کے مطابق ملک میں شرح خواندگی 57 فیصد ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ملک کی تقریبا آدھی آبادی لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں۔ خواندگی کے لحاظ سے 221 ممالک کی فہرست میں پاکستان کا نمبر 180 ہے جبکہ جنوبی ایشیا میں یہ سب سے کم شرح خواندگی والا ملک ہے۔

ہمارے نصاب میں سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ ملک کی تعلیمی پالیسیوں میں نظریہ پاکستان کے تحفظ کو تعلیمی نظام کا بنیادی مقصد قرار دیا گیا اور پھر اسی نہج پر تعلیمی عمارت استوار کی گئی۔ نظریہ پاکستان کی بنیاد دوقومی نظریے پر رکھی گئی ہے جس کی رو سے پاکستان کے مسلم اور غیر مسلم افراد دو الگ قومیں ہیں۔ تاریخ، عمرانیات، جغرافیہ، معاشرتی علوم، معلومات عامہ، سیاسیات حتیٰ کہ اردو اور انگریزی جیسے مضامین کی مقصدیت اور افادیت کو بھی اس نام نہاد اور خودساختہ نظریے کی بھینٹ چڑھایا گیا ہے۔ مسلم طالب علموں اور شہریوں کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ پاکستان کے غیر مسلم افراد ملک کے شہری نہیں ہیں۔ دنیا بھر کی جدید قومی ریاستوں میں تعلیم کا سب سے بڑا مقصد قومیت سازی ہے مگر ہمارے تعلیمی نظام نے حتی الوسع کوشش کی ہے کہ پاکستان میں قومیت سازی کا عمل کامیاب نہ ہو۔

تاریخ کا مضمون سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے۔ برصغیر کی تاریخ کو اس طرح پیش کیا گیا ہے جیسے اسلام مسلسل دیگر مذاہب بالخصوص ہندومت کے ساتھ جنگ و جدل کی حالت میں رہا اور اپنی بقاء کی جنگ لڑرہا ہے۔ تاریخ کو نظریہ پاکستان کی مطابقت میں لانے کی کوشش میں حقائق کو مسخ کیا گیا۔

پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی نویں جماعت کی مطالعہ پاکستان کے صفحہ 20 پر قرارداد پاکستان کا پس منظر اور پاکستان کے قیام کا جواز بیان کرتے ہوئے لکھا گیا ہے،'' ہندوازم دوسرے عقائد کی طرح اسلام کو اپنے اندر ضم کرنے کی کوشش کررہا تھا۔'' حالانکہ حقیقت یہ ہے اسلام کو ہندومت سے کوئی خطرہ نہیں تھا اور یہ کہ شدھی اور سنگھٹن جیسی تحریکیں بھی نچلے طبقے کے ہندوستانیوں کو ہندومت کی طرف راغب کرنے کی تحریکیں تھیں۔ اپنے مذاہب کی تبلیغ دنیا بھر کے مذہبی مبلغین کرتے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں نے اسلام کی تبلیغ کے لیے دیوبند جیسے درجنوں مدارس قائم کیے ہوئے تھے مگر ہمارے نصاب میں ہندوؤں کی طرف سے ہندومت کی تبلیغ کو اسلام کے خاتمے کی تحریک قرار دیا جاتا ہے۔

اسی کتاب کے صفحہ 19 پر درج ہے،'' پاکستان کا مطالبہ پوری مسلم امہ نے نہایت غور وخوض کے بعد کیا تھا''۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا مطالبہ پوری مسلم امہ کا متفقہ مطالبہ نہیں تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مفتی محمود، مولانا مودودی جیسے نامور علماء اور جمعیت علمائے ہند، اور جماعت اسلامی جیسی مسلم تنظیموں نے پاکستان کے مطالبے کی مخالفت کی تھی۔ صفحہ 21 پر ہے،'' مسلمان اسلام کے نام پر ایک ایسی ریاست چاہتے تھے جہاں وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگیاں آزادانہ طور پر اسلامی اصولوں کے مطابق بسر کر سکیں۔'' یہ بھی سراسر جھوٹ ہے۔ تحریک پاکستان کے حوالے سے مسلم لیگ کا قیام اور قرارداد پاکستان کی منظوری اہم مراحل ہیں جو پاکستان کے قیام کے مقصد کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔ پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ کے منشور کے مطابق اس جماعت کے قیام کا مقصد ہندوستان کے مسلمانوں کے سماجی و معاشی مفادات کے تحفظ کے لیے منظّم جدوجہد کرنا تھا۔ جبکہ ''قرارداد پاکستان'' کا بنیادی مطالبہ برطانوی سلطنت کے اندر رہتے ہوئے یا اس سے آزاد ہو کر صوبائی خودمختاری کا حصول تھا۔ مسلم لیگ کے منشور یا قرارداد پاکستان کی دستاویز میں کہیں بھی اسلامی ریاست کے قیام یا اسلامی قانون کے نفاذ کا ذکر نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کا پہلا وزیر قانون

ایک ہندو جوگندر ناتھ منڈل کو بنایا گیا۔ نصاب ان تاریخی حقائق سے چشم پوشی کرتا ہے۔

نصابی کتابوں میں مسلمان سپہ سالاروں کی ہندو راجاؤں کے خلاف عسکری مہمات کی جھوٹ پرمبنی مدح سرائی کر کے طالب علموں میں متشددانہ جذبات کو فروغ دیا جاتا ہے اور انہیں مذہب کے نام پر غیر مسلموں پر دھاوا بولنے کا جواز مہیا کرتی ہیں۔ محمد بن قاسم، شہاب الدین غوری، سلطان محمود غزنوی، احمد شاہ ابدالی کی ہندو راجاؤں کے خلاف لڑی گئی جنگوں کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس طلبا کو یہ بتایا جانا چاہیے کہ مسلمان حکمرانوں نے جہاں ہندو راجاؤں کے خلاف جنگیں کی تھیں وہیں وہ اپنے مخالف مسلمان حکمرانوں کے خلاف بھی صف آراء ہوئے تھے۔ ظہیرالدین بابر نے برصغیر میں اقتدار کسی غیر مسلم سے نہیں بلکہ ایک مسلمان ابراہیم لودھی سے چھینا تھا اور اسے قتل بھی کیا تھا۔ اسی طرح شیر شاہ سوری نے ہمایوں کو شکست دی تھی جو کہ غیر مسلم نہیں تھا۔ اورنگ زیب اپنے مسلمان باپ کو تامرگ زندان میں ڈال کر اور اپنے بھائیوں کو قتل کر کے مسند اقتدار پر بیٹھا تھا۔ یہ مثالیں ثابت کرتی ہیں کہ یہ درحقیقت اقتدار کی جنگ تھی جسے ہماری کتب مذہبی لڑائی کے طور پر بیان کرتی ہیں۔

مسلمانوں کی معاشی وسماجی پسماندگی بیان کرتے ہوئے پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی شائع کردہ نصابی کتاب مطالعہ پاکستان میں کہا گیا ہے، ''مسلمانوں کے ساتھ تعصب اور دشمنی کے باعث برطانیہ نے انہیں سرکاری ملازمتوں اور فوج سے نکال دیا اور سرکاری ملازمتوں کے دروازے ان پر بند کر دیے۔'' حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی معاشی وسماجی پسماندگی کی وجہ ہندوؤں اور انگریزوں کی سازش نہیں تھی بلکہ اس کا بنیادی سبب مسلمانوں کی ذہنی جہالت اور پسماندگی تھی جو کہ اب بھی ان کی بدحالی کا سبب ہے۔ انگریز جدید تعلیم لے کر برصغیر میں آئے تھے جو اس دور میں ترقی کے لیے واحد شرط تھی۔ برصغیر کے بعض جید مسلم علماء نے جدید تعلیم کو کفر قرار دیا تھا جس کے باعث مسلمان جدید تعلیم کے حصول سے انکاری تھے اور نتیجتاً دوسری قوموں سے پیچھے رہ گئے تھے۔ طالب علموں کو ان تاریخی حقائق سے آگاہ کرنا ضروری ہے تاکہ ہم بطور قوم جدید تعلیم سے انحراف کی پالیسی ترک کریں۔

نویں جماعت کے نصاب میں شامل مطالعہ پاکستان کی کتاب کے صفحہ 126 پر بنگال کی علیحدگی کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ ''ہندو اساتذہ نے مشرقی پاکستان میں نوجوانوں کو مغربی پاکستان کے خلاف بغاوت پر اکسایا تھا''۔

صفحہ 125 پر ہے، ''مشرقی پاکستان میں ہندو سرمایہ داروں کے معاشی استحصال کی وجہ سے وہاں کے مسلمان معاشی بدحالی کا شکار تھے جس کے باعث مغربی اور مشرقی پاکستان میں معاشی تفاوت موجود تھا''۔

صفحہ 127 پر درج ہے کہ ''مشرقی پاکستان کی علیحدگی بڑی طاقتوں کی سازش کا نتیجہ تھی''۔

نصاب میں اس سچائی کو بیان نہیں کیا گیا کہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے اسباب مغربی پاکستان خصوصاً پنجاب کے ہاتھوں بنگالیوں کا معاشی استحصال، بنگال کو صوبائی خودمختاری کا نہ ملنا، عام انتخابات کے بعد بنگالیوں کو اقتدار منتقل نہ کیا جانا اور بنگال میں فوجی آپریشن کے دوران قتل عام، لوٹ مار اور عصمت دری کے افسوسناک واقعات تھے۔ سقوط بلوچستان سے بچنے کے لیے سقوط بنگال سے متعلق اصل حقائق کو نصابی کتب میں جگہ دی جائے۔

اس وقت صورتحال یہ ہے کہ غیر مسلم طلباء کو زبردستی اسلام کی تعلیم دی جارہی ہے۔ آئین کی دفعہ 22(1) کے مطابق اردو، انگریزی، معاشرتی علوم اور معلومات عامہ سمیت تمام لازمی مضامین میں اسلامی تعلیمات کا ذکر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ مضامین غیر مسلم طالب علموں کو بھی پڑھائے جاتے ہیں۔

25 مارچ **2014** کو وزارت تعلیم پاکستان نے ''تعلیمی گوشوارہ پاکستان، **2013**'' جاری کیا۔ گوشوارے کی رپورٹ کے مطابق ملک میں شرح خواندگی **57** فیصد ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ملک کی تقریباً آدھی آبادی لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں۔ خواندگی کے لحاظ سے **221** ممالک کی فہرست میں پاکستان کا نمبر **180** ہے جبکہ جنوبی ایشیا میں یہ سب سے کم شرح خواندگی والا ملک ہے۔

پہلی جماعت کے لیے پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی منظور کردہ معلومات عامہ کی کتاب کے 6 اسباق اور جماعت دوئم کے 4 اسباق مکمل طور پر اسلامی تعلیمات سے متعلق ہیں۔ اردو کی جماعت اول میں تین، جماعت دوئم میں 6، جماعت سوئم میں 7، جماعت چہارم میں 4، جماعت پنجم میں 4، جماعت ششم میں 5، جماعت ہفتم میں 3، جبکہ جماعت ہشتم میں 4 اسباق اسلام سے متعلق ہیں جو کہ غیر مسلم طلباء و طالبات کو نہیں پڑھائے جانے چاہئیں مگر ریاست انہیں زبردستی پڑھا رہی ہے۔ اسی طرح انگریزی کے مضمون کی جماعت سوئم سے ہشتم تک کی درسی کتابوں میں اسلامی مذہبی تعلیمات پرمبنی اسباق شامل ہیں۔ دیگر صوبوں کی کُتب کا بھی یہی حال ہے۔ نصاب میں قومی ہیروز کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جماعت چہارم تک کی کتابوں میں تقریباً تمام ہیروز سیاسی شخصیات ہیں۔ اور اس سے آگے کی جماعتوں میں زیادہ تر ہیروز عسکری شخصیات ہیں۔ ان میں کوئی سویلین شخصیت ہیرو نہیں۔ ہماری تعلیم ہمیں بتاتی ہے کہ کوئی ڈاکٹر، انجینئر، سائنسدان، وکیل، استاد، ادیب، دانشور، سماجی کارکن یا انسانی حقوق کا محافظ ہمارا ہیرو قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اس صورتحال میں اگر پڑھے لکھے نوجوان ملک کی فوجی قیادت کو اپنا ماڈل اور رہبر سمجھیں اور سماجی وسیاسی رہنماؤں کو درخور اعتنا نہ سمجھیں تو اس میں کوئی حیرت نہیں ہونی چاہیے۔

خیبر پختونخوا میں جماعت ہفتم کی اردو کی کتاب میں علم دین کو بطور ہیرو پیش کر کے تضحیک مذہب کے ملزم کے قتل کی حوصلہ افزائی کی گئی اور قاتل کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔ خواتین ہیروز میں صرف فاطمہ جناح اور بیگم رعنا لیاقت علی شامل ہیں۔ گویا ان دو کے علاوہ گزشتہ 62 برسوں میں پاکستان کوئی بڑی خاتون شخصیت پیدا نہیں کرسکا۔ ان میں سے بھی رعنا لیاقت علی خان کا صرف ایک بار جبکہ فاطمہ جناح کا محض چار بار ذکر کیا گیا ہے۔ ہمارا نصاب پاکستان کے کسی غیر مسلم کو بھی بطور ملکی ہیرو پیش نہیں کرسکا۔ پاکستان کو نوبیل انعام کا اعزاز دلوانے والے ڈاکٹر عبدالسلام، 1971 کی جنگ میں ملک کا دفاع کرنے والے گروپ کیپٹن سیسل چوہدری اور میروین مڈلکوٹ، معروف قانون دان جوگندر ناتھ منڈل، جسٹس اے آر کارنیلیس، جسٹس دراب پٹیل، جسٹس رانا بھگوان داس، ادیب ودانشور منشی پریم چند، اردشیر کاؤس جی، جولیس سالک، بپسی سدھوا اور ملک کے پہلے قومی ترانے کے مصنف جگن ناتھ آزاد میں سے کوئی بھی ہمارا قومی ہیرو نہیں ہے۔ نہ ہی دیوان بہادر ایس پی سنگھا، فضل الہیٰ اور سی ای گبن ہمارے ہیرو ہیں جنہوں نے 1947ء میں پاکستان کی حمایت میں ووٹ ڈالے تھے محض اس وجہ سے وہ ہمارے ہیرو نہیں کیونکہ وہ غیر مسلم تھے۔

شہریوں میں سویلین اور غیر عسکری امور اور خدمات کا جذبہ پیدا کرنے کی بجائے ان میں عسکری و جارحانہ جذبات کو فروغ دینے کے اقدامات کیے گئے۔ اس مقصد کے لیے خصوصی کورسز متعارف کروائے گئے۔ اس حوالے سے ہمارے جمہوری رہنماؤں کی کوششیں بھی شامل حال رہی ہیں۔ 1970 کی دہائی میں وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے 'جنگ کے اصول' اور 'دفاع پاکستان' کے نام سے بالترتیب گیارہویں اور بارہویں جماعت کے لیے دو مضامین پر مشتمل دو سالہ کورس متعارف کروایا جو بعد میں انٹرمیڈیٹ کے لیے

چھ مضامین پر مشتمل 600 نمبر کا ''ملٹری سائنس گروپ'' کی صورت اختیار کر گیا۔ نویں اور دسویں کی عمرانیات کی کتابوں میں آمریت کی خوبیاں بیان کی گئی ہیں جبکہ سیاسیات کی کتب میں مذہبی طرز حکومت کو مثالی طرز حکومت کہا گیا ہے۔ حقوق کا ذکر 'اسلامی حقوق' کے تناظر میں کیا گیا ہے۔ انسانی حقوق کی عالمی اور ملکی تحریک کا ذکر نہیں اور اس تحریک میں سول سوسائٹی کے کردار پر مکمل خاموشی ہے۔ کتابوں میں بار بار 'مسلم بھائی چارے کے فروغ' کا ذکر ملتا ہے۔ یہ نہیں بتایا جاتا کہ دنیا صرف مسلم ریاستوں پر مشتمل نہیں ہے۔ مسلم ریاستیں دنیا کی کل ریاستوں کا محض ایک چوتھائی ہیں اور باقی دنیا کے ساتھ دوستانہ تعلقات اور بھائی چارہ بھی نہایت ضروری ہے۔ نویں جماعت کی عمرانیات کی کتاب میں 'ملک میں آئینی پیش رفتیں' کے باب میں محض 1973 کے آئین کی اسلامی دفعات کا ذکر ہے۔ گویا ملک کی آئینی تاریخ 1973 کے آئین کی اسلامی دفعات سے شروع ہوتی ہے اور وہیں پر آکر ختم ہو جاتی ہے۔ نصابی کتب کے حوالے سے ان تمام امور سمیت دیگر امور بھی توجہ طلب ہیں۔ نصاب میں بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت ہے خصوصاً برصغیر کی تاریخ کے مضمون کو نئے سرے سے تحریر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے جرمنی اور پولینڈ کی مثال سے ہم سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ جرمنی اور پولینڈ دونوں ممالک کے سرکاری تعلیمی اداروں میں پڑھائی جانیوالی تاریخ متنازعہ تھی اور اس میں ایک دوسرے کے خلاف زہر اگلا جاتا تھا اور وہ دونوں ممالک کے مابین دشمنی کے فروغ کا سبب تھی۔ مگر ان ممالک کی حکومتوں کی معاونت سے وہاں کے دانشوروں نے پولینڈ اور جرمنی کے مابین تعلقات کی نئی تاریخ رقم کی جو دونوں ممالک کے لیے قابل قبول تھی۔ اس طرح اس مشترکہ تاریخ کے مضمون کو دونوں ممالک نے اپنے سکولوں میں پڑھانے کے لیے رائج کیا اور من گھڑت تاریخی مفروضوں سے جان چھڑائی جو دونوں ممالک کے درمیان دشمنی کو فروغ دے رہے تھے۔ اس کے علاوہ ریاست کو چاہیے کہ وہ دسمبر 1960 میں منظور ہونے والے 'تعلیم میں امتیاز کے خاتمے کا عالمی میثاق' پر دستخط کر کے اس کی توثیق کرے تا کہ ملک کے تعلیمی نظام کو عالمی معیارات کے مطابق لانے کے لیے منظم جدوجہد ہو سکے۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور اس کی روک تھام کے لئے لائحہ عمل

پروفیسر نذیر احمد

انتہا پسندی سے مراد کسی بھی معاملے میں حد سے آگے نکلنا اور اپنے خیالات کے سوا تمام مفروضات کو رد کرنا ہے۔ اسکی کئی اقسام ہیں، اس کی چند قسمیں درجہ ذیل ہیں؛

ا۔ مذہبی انتہا پسندی؛ مذہب یا مسلک کے نام پر اپنے نظریات کو دوسرے لوگوں پر مسلط کرنا اور ان کے عقائد کو تسلیم نہ کرنا اس زمرے میں آتے ہیں۔ اس کی مثال پاکستان میں جماعت احمدیہ کے لوگوں کو قتل کرنے کا سلسلہ اور ملک میں مذہبی فسادات اور توہین رسالت کے نام پر لوگوں کو قتل کرنا ہے۔ ۲۔ نسل یا قومیت کی بنیاد پر انتہا پسندی کا تعلق بھی اپنے آپ کو نسلی یا خاندانی اعتبار سے دوسروں سے ممتاز کرنے سے ہے۔ ماضی میں قومیت کی بنیاد پر کئی فسادات ہوئے ہیں۔ آج بھی ملک میں نسل اور قومیت کی بنیاد پر کئی تحریکیں موجود ہیں۔ ۳۔ قبائلی انتہا پسندی میں وہ تمام فرسودہ رسومات ہیں جو آج کے دور میں بھی مختلف قبائل میں موجود ہیں، جو انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہیں۔ ان میں وٹہ سٹہ کی شادی، قرآن کے ساتھ شادیاں اور دیگر انسان دشمن رواج شامل ہیں۔ انتہا پسندی کی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ جب انسان کو خدشہ لاحق ہو جائے کہ کسی بھی وجہ سے اُس کی پہچان اور شناخت ختم ہونے والی ہے تو وہ انتہا پسند بن جاتا

ہمارے سماج میں جو برائیاں وقت کے ساتھ مضبوط ہو گئی ہیں، ان میں انتہا پسندی سرِ فہرست ہے جو ہمارے معاشرے کے لئے تباہی کا سبب ہے۔ جب ہم انتہا پسندی کی بات کرتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں صرف مذہبی انتہا پسندی آتی ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ انتہا پسندی کا اصل مفہوم کیا ہے، یہ ایک سوچ ہے جس کا اثر ہمارے رویوں پر پڑتا ہے، جس میں اپنے مفاد اور مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے آخری حد تک پہنچ جانا شامل ہے۔

ہے اور اسے آخری ہتھیار کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ سیاسی محرومی اور معاشی تنگدستی سے بھی انتہا پسندی کو فروغ ملتا ہے۔ غیر جمہوری ریاستوں میں اور بعض اوقات جمہوری ریاستوں میں بھی شہریوں کے ساتھ متعصّبانہ رویے اختیار کیے جاتے ہیں، جن کی بدولت معاشرے کے مظلوم گروہ انتہا پسند بن جاتے ہیں۔ انتہا پسندی کی ایک اور اہم وجہ مذہبی عقائد کے ساتھ حد سے زیادہ لگاؤ اور معاشرے کے دوسرے افراد کے ساتھ مذہبی ہم آہنگی کا فقدان ہے۔ معاشرے سے انتہا پسندی کے انسداد کے لئے ضروری ہے کہ انفرادی مفاد سے بڑھ کر اجتماعی مفاد کی اہمیت کے حوالے سے لوگوں میں شعور اجاگر کیا جائے اور ایسے مولویوں کی حوصلہ شکنی کی جائے جو مذہب کو ذاتی مفاد کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ جمہوریت کے فروغ اور انصاف کے بہتر نظام کی بدولت بھی انتہا پسندی کو روکا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ نصابی کتب میں وقت کے ساتھ ترامیم سے بچوں کو جدید علوم سے ہم آہنگی اور نفرت و انتہا پسندانہ رویوں کے ادراک میں مدد ملے گی۔

گانچھے 14-15 ستمبر

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور اس کی روک تھام کے لئے لائحہ عمل

محسن علی

ہمارے سماج میں جو برائیاں وقت کے ساتھ مضبوط ہو گئی ہیں، ان میں انتہا پسندی سرِ فہرست ہے جو ہمارے معاشرے کے لئے تباہی کا سبب ہے۔ جب ہم انتہا پسندی کی بات کرتے ہیں تو ہمارے ذہنوں میں صرف مذہبی انتہا پسندی آتی ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ انتہا پسندی کا اصل مفہوم کیا ہے، یہ ایک سوچ ہے جس کا اثر ہمارے رویوں پر پڑتا ہے، جس میں اپنے مفاد اور مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے آخری حد تک پہنچ جانا شامل ہے۔ اس کی کئی اقسام ہیں، ان میں مذہبی انتہا پسندی، نسلی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی اور لسانی انتہا پسندی شامل ہیں۔ معاشرے میں موجود انتہا پسندانہ سوچ اور رویوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور نئی نسل اس سے بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ انتہا پسند اپنے مذموم مقاصد کے حصول کیلئے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ ہمارے ریاستی ادارے ان کے سامنے بے بس دکھائی دے رہے ہیں۔ انتہا پسندی کے عوامل میں تعلیم کی کمی، مذہب کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا، جہادی تقاریر کرنا اور شر انگیز تحریریں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ملک میں بڑھتی ہوئی بیروزگاری اور غربت بھی انتہا پسندی کے فروغ کے عوامل ہیں۔

ان حالات میں بحیثیت ایک شہری اور سول سوسائٹی کے رکن ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم مل کر انتہا پسندی کو روکنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں اور ریاستی اداروں کو یہ باور کرائیں کہ وہ ایمانداری اور دیانتداری سے اپنی ذمہ داریاں پوری کریں۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

ڈاکٹر ثناءاللہ

تعلیم انسانی سوچ اور رویوں میں مثبت تبدیلی لانے

کے لئے واحد ذریعہ ہے۔ہم میں سے ہر ایک کا یہ خیال ہے کہ ہمارا بچہ یا بچی معاشرے کا ایک کامیاب فرد ثابت ہو،اس کے پاس اچھی نوکری ہو، گاڑی، مکان، دولت اور شہرت سبھی کچھ اس کے پاس ہو، یہ تمام والدین کا خواب ہوتا ہے۔ اس خواب کے حصول کے لئے اکثر والدین اپنے بچوں کی خواہشات کو نظر انداز کرتے ہیں،انہیں مستقبل میں کیا بننا ہے اس کا تعین صرف اور صرف اپنی مرضی سے کرتے ہیں،جس کی وجہ سے بچے اپنی دلچسپی کے مضامین پڑھنے کے بجائے والدین کی طرف سے مسلط کیے گئے مضامین پڑھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ابتدائی طور پر بچوں کی بہتر پرورش کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں بچپن میں معیاری تعلیم دینا چاہیئے اس کے بعد اسے آزادی دینی چاہیئے کہ وہ اپنی زندگی کا فیصلہ خود کرے ،کیوں کہ جب آپ زندگی کا مقصد طے کر لیتے ہیں تو تعلیم اس کے حصول کا ذریعہ ہوتی ہے۔

ہمارے تعلیمی نصاب کو جدید علوم سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت ہے، نصاب کا تعلق تعلیم کے معیار سے ہے، جب تک اس میں بہتری پیدا نہیں کی جاتی معیاری تعلیم کا حصول ناممکن ہے، ہمارے موجودہ نصاب میں مذہب کے پہلو کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے، یہاں تک کہ طبعیات، کیمیا اور طب کے مضامین میں بھی مذہب کو شامل کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور دوسرے مذاہب کے بچوں کو بھی اسلام زبردستی پڑھایا جاتا ہے، جو کہ انسانی حقوق اور مذہبی آزادی کے خلاف ہے۔اس کے علاوہ ماضی کے مسلمان فاتحین کی تاریخ کو نصاب میں شامل کر کے بچوں کے اندر دوسرے مذاہب کے بارے میں منفی خیالات پیدا کیے جاتے ہیں۔

نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت سے طلباء میں انسانی حقوق کے حوالے سے شعور اجاگر ہوگا اور ان میں اپنے حقوق کے ساتھ دوسروں کے حقوق کا احترام بھی پیدا ہوگا۔

مذہبی و مسلکی رواداری کا فروغ اور نفرت و تعصب کے انسداد کے لئے لائحہ عمل

ناہید بی بی

مذہب ہر انسان کا ذاتی معاملہ ہے، جو خدا اور انسان کے مابین ہے۔اس میں کسی دوسرے شخص کا کوئی کردار نہیں اور نہ ہی اس کے کردار کی کوئی گنجائش ہے۔ ہر شخص کو اپنے عقائد سے اتنی ہی محبت ہے جتنی ہمیں دینِ اسلام سے ہے۔کسی بھی شخص کو کافر قرار دے کر اسے جان سے مار دینے کا حق بھی ہم نے اپنے پاس محفوظ کیا ہوا ہے، اور اسے ہم اپنے مفاد کے لئے ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ تمام انسان آزاد پیدا ہوتے ہیں اور ہر ایک کو اپنے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے۔ پاکستان میں مذہب کے نام پر ماضی سے لیکر اب تک کئی واقعات ہوئے ہیں جو ہماری مذہبی جنونیت کی مثال ہیں۔ ریاست کے ہر شہری کو اپنے اپنے مذہبی عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی حاصل ہے، انہیں اظہار رائے کی آزادی، سیاسی، معاشی اور سماجی انصاف کے حصول اور اپنی مرضی کے مطابق مذہب تبدیل کرنے کا حق ہے۔ دین اسلام میں بھی مذہب کے حوالے سے کسی پر جبر نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

پاکستان میں مذہب کے نام پر قتل و غارت، ایذا رسانی اور دیگر پر تشدد واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ترقی کی دوڑ میں دوسری اقوام سے پیچھے ہیں۔ مذہبی اور مسلکی فسادات کی وجہ سے نہ صرف ملک کی اندر انتشار اور تجسس پایا جاتا ہے بلکہ دنیا میں پاکستان کی بہت بدنامی ہوئی ہے۔ جو بحیثیت قوم ہمارے لحہ فکریہ ہے۔اس لئے ضروری ہے کہ ہم مذہب اور مسلک کی بنیاد پر چھوٹے چھوٹے اختلافات کو نظرانداز کر کے ایک قوم بن جائیں اور اپنے ملک وقوم کی ترقی میں اپنا مثبت کردار ادا کریں۔

جمہوریت اورانسانی حقوق، انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

ندیم عباس

جمہوریت سے مراد ایسا طرز حکومت ہے جس میں ریاست کا اقتدار اعلیٰ عوام کے پاس ہو۔ پھر یہ کہ ریاستی اقتدار اور تمام ریاستی اداروں میں سماج کے مذہبی، معاشی، ثقافتی، صنفی، سیاسی، لسانی، مذہبی اور مسلکی طبقوں سمیت تمام معاشرتی حلقوں کی برابر شراکت ہونی چاہیے۔ اقتدار اعلیٰ میں شراکت اور ریاستی اداروں میں نمائندگی کے حوالے سے متذکرہ طبقوں اور شہریوں کے مابین امتیازی سلوک برتنا جمہوریت کی نفی ہے۔

جمہوریت میں قانون کا ماخذ عوام ہوتے ہیں اور اس کا نفاذ بھی ان پر ہوتا ہے۔ جبکہ بادشاہت، اشرافیہ اور مذہبی طرز حکومت سمیت تمام آمرانہ حکومتوں میں قانون کا نفاذ تو عوام پر ہوتا ہے مگر اس کا ماخذ عوام نہیں ہوتے۔ آئین کا ماخذ عوام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عوام آئین و قانون سے مقدم ہیں اور تمام اداروں سے بالاتر ہیں۔ وہ جب کبھی ضرورت محسوس کریں آئین و قانون میں اتفاق رائے سے تبدیلی لا سکتے ہیں۔ دیگر طرز ہائے حکومت میں انہیں ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ جمہوریت ایسا طرز حکومت ہے جس میں کوئی حکمران نہیں ہوتا کیونکہ عوام خود اپنے حکمران ہوتے ہیں۔ جمہوریت کی ایک بنیادی شرط یہ ہے کہ اس میں قانون سازی سمیت تمام ریاستی پالیسیوں کا مقصد عوام کی فلاح و بہبود ہوتا ہے چنانچہ جمہوریت عوام دوست حکومت ہوتی ہے۔ انفرادی اور معاشرتی حدود کی تفریق ہوتی ہے۔

جمہوریت کا ایک اور بنیادی اصول یہ ہے کہ آئین اور قانون کا شہری کے ساتھ واسطہ صرف اور صرف اس کی 'شہریت' کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ اس کی صنف، مذہب، مسلک، زبان، رنگ وغیرہ سے قانون کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ جمہوری نظام میں لوگوں کے انفرادی عقائد، خیالات، رجحانات اور وابستگیاں جو کہ معاشرے میں مشترک نہیں ہوتیں، انہیں ایک طرف رکھ کر ایک سماجی مشاورت کے ذریعے مشترکہ سیاسی اصول وضوابط وضع کیے جاتے ہیں جو تمام معاشرتی شناختوں کے لیے قابل قبول ہوں اور جن میں سب لوگوں کے مفاد کو تحفظ ملتا ہو۔ انفرادی اور معاشرتی حدود کی تفریق ہوتی ہے۔ معاشرہ فرد کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتا جبکہ فرد معاشرتی حدود و قیود کا احترام کرتا ہے نتیجتاً بیک وقت یکسانیت اور تکثیریت کو برقرار رکھنا ممکن ہوتا ہے۔ مشترکہ شناخت اور انفرادی پہچان دونوں کے تحفظ کا خیال رکھا جاتا ہے۔

پاکستان کے جمہوری نظام میں کئی نقائص ہیں۔ اقتدار اعلیٰ عوام کے پاس نہیں ہے۔ آئین و قانون کو نظریات کے تقدس کا پابند کر کے عوام پر مقدم قرار دے دیا گیا ہے۔ قانون سازی کا مقصد حقوق کا تحفظ اور عوام کی فلاح و بہبود نہیں ہوتا۔ انفرادی اور معاشرتی اقدار میں تفریق نہیں جس کا نتیجہ انفرادی آزادیوں کی پامالی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ریاست کے اقتدار اور ریاستی اداروں میں نمائندگی کے حوالے سے شہریت کی بجائے دیگر شناختوں کو معیار بنایا جاتا ہے اور امتیاز برتا جاتا ہے۔ یہاں پر ہم سیاسی نظام میں عورتوں اور مذہبی اقلیتوں کی شراکت کا جائزہ لیتے ہیں جس سے ہمیں اپنے سیاسی نظام میں غیر منصفانہ اور غیر مساوی شراکت کا اندازہ کرنے میں آسانی ہوگی۔

کابینہ میں خواتین کی شمولیت کا حال یہ ہے کہ وہ وزیراعظم، سپیکر، ڈپٹی سپیکر، 20 وفاقی وزراء، 3 مشیران، 5 خصوصی معاونین، 10 وزرائے مملکت، اور 14 پارلیمانی سیکرٹریز پر مشتمل 55 رکنی وفاقی کابینہ میں خاتون وزراء کی تعداد صرف 2 ہے۔ حالانکہ ہماری موجودہ قومی اسمبلی کا 20-29 فیصد حصہ خواتین پر مشتمل ہے۔ اور کابینہ میں بھی اسی تناسب سے خواتین کی شراکت ضروری ہے۔ بلوچستان

کابینہ میں کوئی خاتون نہیں۔ افسوسناک بات یہ ہے کہ وزارت ترقی نسواں بھی مرد وزیر کے پاس ہے۔ خیبر پختونخوا کابینہ میں بھی کوئی خاتون شامل نہیں۔ پنجاب کابینہ میں 2 خاتون وزراء ہیں۔ سندھ کابینہ میں صرف 1 خاتون شامل ہے۔ چیف الیکشن کمشنر، 4 اراکین، 4 صوبائی الیکشن کمشنز اور 2 افسران پر مشتمل الیکشن کمیشن آف پاکستان میں کوئی بھی خاتون رکن شامل نہیں ہے۔

یہی تناسب عدلیہ میں عورتوں کی نمائندگی کا ہے۔ سپریم کورٹ، اسلام آباد ہائی کورٹ اور سندھ ہائی کورٹ میں کوئی خاتون جج نہیں ہے۔ لاہور ہائی کورٹ کے 40 ججز میں 2، پشاور ہائی کورٹ کے 18 ججوں میں 2 جبکہ بلوچستان ہائی کورٹ کے 8 ججوں میں سے صرف ایک خاتون جج ہے۔ 'عدالتی کمیشن' میں خواتین کو نمائندگی نہیں دی گئی۔ اعلیٰ عدلیہ میں خواتین ججز کی شرح 4 فیصد ہے جبکہ 1996 میں بیجنگ میں اقوام متحدہ کی کانفرنس میں منظور ہونیوالے میثاق کی رو سے یہ شرح 33 فیصد ہونی چاہیے۔ پاکستان نے متذکرہ میثاق پر دستخط کر رکھے ہیں اور مذکورہ عالمی میثاق کی رو سے اعلی عدلیہ میں خواتین کی مؤثر نمائندگی کو یقینی بنانے کا پابند ہے مگر پاکستان نے تاحال اس حوالے سے کوئی اقدامات نہیں کیے۔

جہاں تک ہمارے سیاسی نظام میں اقلیتوں کی شراکت کی بات ہے تو اس وقت وفاقی کابینہ میں صرف ایک اقلیتی وزیر ہے۔ پختونخوا میں وزیر اعلی، گورنر، 12 وزراء اور 5 مشیران سمیت 19 رکنی کابینہ میں کوئی غیر مسلم شامل نہیں۔ ملک کی حالیہ تاریخ میں پہلی بار قائم ہونیوالی 'انتخابی اصلاحاتی کمیٹی' میں بھی کوئی اقلیتی فرد شامل نہیں ہے اور نہ ہی الیکشن کمیشن پاکستان میں اقلیتوں کی نمائندگی ہے۔ عدلیہ میں شراکت کا یہ حال ہے کہ سپریم کورٹ میں کوئی اقلیتی جج نہیں ہے۔ وفاقی شرعی عدالت میں ان کی نمائندگی نہیں باوجود اس حقیقت کے کہ شرعی عدالت کے فیصلوں کا اطلاق ان پر بھی اتنا ہی ہوتا ہے جتنا کہ مسلمانوں پر ہے۔ اعلیٰ عدلیہ کے ججوں کی تعیناتی کے لیے قائم 'عدالتی کمیشن' میں ان کا کوئی نمائندہ نہیں ہے۔ وفاقی ملازمتوں میں اقلیتوں کے لیے 5 فیصد کوٹہ مختص ہے مگر ان کی انتہائی قلیل تعداد ہے اور جو ہیں وہ بھی نچلی سطح کے ملازم ہیں۔

جہاں تک جمہوریت اور حقوق کے تعلق کی بات ہے تو انہیں ایک دوسرے سے الگ کر کے نہیں دیکھا جا سکتا۔ تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حق اسی کے پاس ہوتا ہے جس کے پاس حکومت ہوتی ہے۔ بادشاہوں کے پاس حکومت تھی تو صرف ان کے حقوق ہی محفوظ تھے۔ اشرافیہ کے پاس حکومت آئی تو ان کے حقوق کو تحفظ مل گیا۔ جبکہ عوام کی حکومت میں عوام کے حقوق کو قابل ترجیح قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ عوام کے حق کے تحفظ کے لیے عوام کی حکومت کا قیام ضروری ہے۔ مزید برآں حقوق لفظ 'شہری' سے وابستہ ہیں۔ 'شہری' کی اصطلاح سے قبل ریاست میں رہائش پذیر افراد کے لیے 'رعایا' کا لفظ استعمال ہوتا تھا جن کے کوئی حقوق نہیں ہوتے تھے۔ ان پر صرف فرائض عائد تھے۔ حقوق صرف ریاست کے ہوتے تھے۔ فرد جب رعایا سے شہری میں تبدیل ہوا تو اسے حقوق تفویض ہوئے جن کا تحفظ ریاست پر ہر صورت میں لازم قرار دیا گیا۔ جمہوریت کی بدولت ریاست اور فرد کا مساوی تعلق قائم ہوا اور یہ قرار پایا کہ فرد ریاست کے عائد کردہ فرائض کا تحفظ کرے گا جبکہ ریاست فرد کے عائد کردہ حقوق کا تحفظ کرے گی۔ علاوہ ازیں کسی بھی سیاسی معاشرے میں فرد کا پہلا سیاسی حق حکومت کرنے کا ہے۔ باقی تمام سیاسی حقوق اس کے ساتھ وابستہ ہیں اور عوام کے حکومت کرنے کے حق کی عملی شکل کو ہی جمہوریت کہتے ہیں۔ اس لیے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ جمہوریت اور انسانی حقوق ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔

جہاں تک ہمارے سیاسی نظام میں اقلیتوں کی شراکت کی بات ہے تو اس وقت وفاقی کابینہ میں صرف ایک اقلیتی وزیر ہے۔ پختونخوا میں وزیر اعلی، گورنر، **12** وزراء اور **5** مشیران سمیت **19** رکنی کابینہ میں کوئی غیر مسلم شامل نہیں۔ ملک کی حالیہ تاریخ میں پہلی بار قائم ہونیوالی 'انتخابی اصلاحاتی کمیٹی' میں بھی کوئی اقلیتی فرد شامل نہیں ہے اور نہ ہی الیکشن کمیشن پاکستان میں اقلیتوں کی نمائندگی ہے۔ عدلیہ میں شراکت کا یہ حال ہے کہ سپریم کورٹ میں کوئی اقلیتی جج نہیں ہے۔ وفاقی شرعی عدالت میں ان کی نمائندگی نہیں باوجود اس حقیقت کے کہ شرعی عدالت کے فیصلوں کا اطلاق ان پر بھی اتنا ہی ہوتا ہے جتنا کہ مسلمانوں پر ہے۔

اب معاشی ترقی پر بات کرتے ہیں۔ معاشی ترقی کے چار لازمی عناصر یا شرائط: شہرکاری، صنعت کاری، تعلیم اور دولت ہیں۔ یہ چاروں ایک دوسرے کے لیے علت ومعلول (cause and effect) کا کام کرتے ہیں۔ کسی ملک کی معاشی ترقی کو ناپنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہاں شہرکاری، صنعت کاری، تعلیم اور دولت کی مقدار یا سطح کیا ہے۔ شہرکاری معاشی ترقی کی طرف پہلا قدم ہے۔

1925 میں جنوبی کوریا کی 5 فیصد آبادی شہر پذیر تھی جو 2010 میں بڑھ کر 80 فیصد ہوگئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنوبی کوریا بیرونی امداد اور قرضوں پر انحصار کرنے والے پسماندہ ملک سے ترقی یافتہ ملک میں تبدیل ہوگیا۔ چنانچہ معاشی ترقی کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ دیہات کاری سے شہرکاری کی طرف سفر کیا جائے مگر بے ہنگم اور غیر منصوبہ بند شہرکاری نہ ہو جس طرح کی پاکستان میں ہوئی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے صرف دیہاتوں میں غربت تھی اب وہ شہروں میں بھی سرایت کر گئی ہے۔ سٹیٹ بینک آف پاکستان کی سالانہ معاشی رپورٹ 2013 کے مطابق شہری مراکز میں بسنے والے لوگ دیہات پذیر افراد کی نسبت زیادہ غریب ہیں۔ چھوٹے، درمیانے اور بڑے درجے کے شہر بسانے کی بجائے صرف چند بڑے شہر آباد کرنے اور وہاں بھی بنیادی سہولیات اور روزگار کا بندوبست نہ کرنے کا نتیجہ یہی نکلنا تھا۔

جہاں تک صنعت کاری کی بات ہے تو اس کے لیے پہلی شرط سرمایہ کاری کے لیے سازگار ماحول کا ہے جو ہمارے ہاں نہیں ہے۔ اکانومسٹ انٹیلی جنس یونٹ (آئی آئی یو) نے سرمایہ کاری کے لیے سازگار ماحول رکھنے والے ممالک کی درجہ بندی رپورٹ شائع کی ہے جس کے مطابق پاکستان کا درجہ 82 ممالک کی فہرست میں 72 نمبر پر ہے اور جنوبی ایشیا میں یہ سب سے نیچے ہے۔

نئی صنعت لگ نہیں رہی اور جو ہے وہ بھی دہشت گردی، توانائی کے بحران اور دیگر مسائل کے باعث بند ہو رہی ہے۔ سوات میں ریشم کی صنعت جس کے ساتھ لگ بھگ 72000 افراد کا روزگار وابستہ تھا وہ طالبانائزیشن کا نشانہ بن گئی۔ یونائیٹڈ لیبر یونین سوات کے مطابق جو 47 فیکٹریاں دہشت گردی سے بچی تھیں وہ توانائی کے بحران کی نذر ہوگئی ہیں۔ وزارت قومی صحت ریگولیشنز وکوآرڈینیشنز کے سیکرٹری نے جولائی 2013 میں سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے قومی صحت ریگولیشنز وکوآرڈینیشنز کو بتایا کہ فارماسیوٹیکل کی 35 غیر ملکی کمپنیوں میں سے 11 ناسازگار ملکی حالات کے باعث بند ہوگئی ہیں۔ سٹیل، ٹیکسٹائل اور دیگر صنعتوں کا بھی یہی حال ہوا ہے۔

عالمی بینک کی رپورٹ 2014 میں بتایا گیا کہ غربت کو ماپنے کا بین الاقوامی معیار 2 ڈالر فی آدمی فی دن کے مطابق پاکستان کی 60.19 فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے ہے۔ سرمائے کے ارتکاز میں بہت اضافہ ہو رہا ہے جو غریب عوام کو مزید غریب کرنے کا سبب ہے۔ سٹیٹ بینک پاکستان کی 2013 کی سالانہ معاشی رپورٹ کے مطابق، 'پاکستان

میں معاشی عدم مساوات گزشتہ 10 برسوں سے بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ شہری علاقوں میں آمدنی اور اصراف، دونوں کا تیزی سے ارتکاز ہو رہا ہے'۔ بینک کے مطابق شہروں کے متمول 20 فیصد گھرانے کل آمدنی کا 60 فیصد حاصل کر رہے ہیں جبکہ کل اصراف کا 57 فیصد خرچ کرتے ہیں۔ نچلی سطح کے 20 فیصد گھرانوں کو کل آمدنی کا صرف 5 فیصد مل رہا ہے جبکہ کل اصراف میں بھی ان کا حصہ 5 فیصد ہی ہے۔

ترقی کا چوتھا عنصر تعلیم ہے۔ پیشہ وارانہ اور فنی تعلیم وتربیت اور مہارت سازی تو دور کی بات وزارت تعلیم پاکستان کی رپورٹ 2014 کے مطابق ملک کی تقریباً نصف آبادی پڑھنے لکھنے کے ہی قابل نہیں۔ چنانچہ معاشی ترقی کے لیے چار لازمی شرائط میں سے پاکستان ایک بھی شرط پر پورا نہیں اترتا۔

بے روزگاری میں بھی تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ پاکستان کے معاشی سروے 14-2013 کے مطابق بے روزگاری کی شرح 10-2009 میں 5.6 فیصد سے بڑھ کر 13-2012ء میں 6.2 فیصد ہو گئی ہے۔ بے روزگاری میں اضافے کی ایک بڑی وجہ آبادی میں اضافہ ہے۔ 'عالمی آبادی ڈیٹا شیٹ' کے مطابق ملک کی آبادی 1.95 فیصد سے بڑھ رہی ہے اور یہ شرح جنوبی ایشیا کے تمام ممالک سے زیادہ ہے اور یہی رفتار جاری رہی تو 2050 تک یہ 363 ملین تک پہنچ جائے گی۔ کروڑوں کی تعداد میں ان پڑھ اور بے روزگار لوگوں کو کیسے سنبھالا جائے گا اس کے بارے میں ہماری ریاست فکر مند نہیں ہے۔

غربت اور غذائی تحفظ کا مسئلہ براہ راست زراعت کے ساتھ جڑا ہوا ہے جس کے حل کے لیے زرعی اصلاحات ناگزیر ہیں۔ 'سوسائٹی برائے تحفظ ماحول، (سکوپ) کے مطابق ملک کی 64 فیصد قابل کاشت زرعی زمین 4 فیصد زمینداروں کی ملکیت میں ہے جبکہ 65 فیصد چھوٹے کاشتکاروں کے پاس 15 فیصد اراضی ہے۔

پاکستان کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو بنیادی سہولیات اور حفاظتی نیٹ ورک فراہم کرے تاکہ ان کا معیار زندگی بلند ہو اور نتیجتاً ریاست کی معاشی پیداوار میں اضافہ ہو سکے۔ اس کے لیے وسائل سے زیادہ ترجیحات اہمیت کی حامل ہیں۔ سویڈن نے 1891 میں جب 'بیماری انشورنس قانون' متعارف کروایا اور ناروے نے 1894 میں 'معاوضہ جاتی قانون' لاگو کیا تھا تو اس وقت ان ممالک میں فی فرد آمدنی اس سے کم تھی جو اس وقت پاکستان میں فی فرد آمدنی ہے۔

مزید یہ کہ معاشی ترقی برائے معاشی ترقی ہی نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کا ہدف انسانی ترقی ہونا چاہیے۔ انسانی ترقی کے حوالے سے ہمارا حال یہ ہے کہ یو این ڈویلپمنٹ پروگرام کے شائع کردہ انسانی ترقی کے گوشوارے کے مطابق انسانی ترقی کے حوالے سے 187 ممالک کی فہرست میں پاکستان کا نمبر 146 ہے۔ انسانی ترقی کے میدان میں پاکستان جنوبی ایشیا کے تمام ممالک سے پیچھے ہے۔ ہمارے ترقیاتی منصوبوں کا ہدف بھی عوام کی ترقی کی بجائے انفراسٹرکچر کی ترقی ہوتا ہے۔ پنجاب حکومت نے 2013 کے بجٹ میں خواتین کی ترقی کے لیے 1 ارب روپے، اقلیتوں اور انسانی حقوق کے لیے دو ارب ڈیڑھ کروڑ جبکہ انفراسٹرکچر کی ترقی کے لیے 92 ارب روپے مختص کیے۔ صرف ایک منصوبے 'لاہور میٹرو بس سروس' پر 44 ارب روپے لگائے گئے۔ ہمارے ہاں بعض اوقات 'انسانی ترقی'، انفراسٹرکچر کی ترقی کی نذر کر دی جاتی ہے۔ لیاری ایکسپریس وے کراچی بنایا گیا تو 30000 گھروں کو مسمار کر دیا گیا جس کے نتیجے میں 250000 افراد بے گھر ہوئے۔ بے گھر ہونے والے لوگ بے روزگار ہو گئے۔ علاوہ ازیں 40 فیصد بچے اور 60 فیصد لڑکیاں دوبارہ اپنی تعلیم شروع نہ کر سکے۔ چنانچہ ہماری معاشی پسماندگی کا بنیادی سبب درست ترجیحات کا فقدان بھی ہے۔

انتہا پسندی کیا ہے، اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور اس کی روک تھام کے لئے لائحہ عمل

محمد جمیل

انتہا پسندی سے مراد ہر وہ سوچ اور عمل ہے جس سے معاشرے کے دوسرے افراد منفی طور پر متاثر ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم مختلف ثقافتوں سے تعلق رکھتے ہیں، ہمارا ماحول، رہن سہن، مذہبی عقائد اور حتیٰ کہ جسمانی ساخت وشکل وصورت ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اس فرق کا نام تکثیریت ہے، اگر ہم اس کو قبول نہیں کرتے تو یہ انتہا پسندی ہے۔ یہ دراصل اپنے احساسات اور نظریات کو دوسروں سے بالاتر سمجھنا اور دوسروں پر مسلط کرنا ہے۔

انتہا پسندی کی اقسام میں مذہبی انتہا پسندی، لسانی انتہا پسندی، سیاسی انتہا پسندی اور سماجی انتہا پسندی وغیرہ شامل ہیں۔ پاکستان میں مذہبی انتہا پسندی تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنی ذاتی پسند ناپسند کو مذہبی معاملات میں شامل کر لیا ہے۔ پاکستان میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں، توہین رسالت کے جرم میں کئی افراد کو قتل کیا گیا، حالانکہ کسی انسان کو جان سے مارنے کا مذہب حکم دیتا ہے اور نہ آئین۔ سزا وجزا سنانے کا کام عدلیہ کا ہے۔

دنیا میں کوئی بھی مذہب انتہا پسندی اور نفرت کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ مذہب کی من مانی تشریح کی وجہ سے انتہا پسندی کو فروغ ملتا ہے۔ چند مفاد پرست عناصر اپنے فائدے کیلئے مذہب کی غلط تشریح کرتے ہیں اور نفرت آمیز مواد کے ذریعے نفرت اور انتشار پھیلاتے ہیں۔

دین اسلام ہمیں رواداری، مساوات، صبر وتحمل اور انسانیت کی خدمت کا درس دیتا ہے اور اسلام میں کسی قسم کے جبر اور نہ دوسرے لوگوں کے عقائد اور مذہب میں مداخلت کرنے کی کوئی گنجائش ہے۔ چند انتہا پسند جہاد کے نام پر عام شہریوں کو نشانہ بنا رہے ہیں، جو کہ جہاد کے مفہوم کے قطعاً برعکس ہے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ شر پسند عناصر پر قابو پانے کے لئے اقدامات کرے، اس کے علاوہ میڈیا اور سول سوسائٹی کے اداروں کو بھی اپنا کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ تشدد کے ردعمل میں ہمیں غیر متشدد مزاحمت کا راستہ اختیار کرنا چاہئے اور اس مسئلے پر تعلیم کے فروغ کے ذریعے ہی قابو پایا جا سکتا ہے۔

طرز فکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت۔

پروفیسر حسن شاہ

انسان کی پہلی درسگاہ ماں کی گود ہوتی ہے اس کے بعد گھر کا ماحول اور پھر معاشرے کا انسان کی شخصیت پر گہرا اثر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ سکول، کالج اور یونیورسٹی تک انسان جو کچھ سیکھتا ہے اس کا اثر رویوں اور کردار میں نظر آتا ہے۔

انسان کے اندر مثبت سوچ پیدا کرنے کے لئے نصاب کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ ہمارے نصاب میں وہ تمام خصوصیات نہیں ہیں جو ایک فرد کو باکردار شہری اور اچھے انسان بنانے کے لئے کافی سمجھی جاتی ہیں۔ ہم ایک انتہا پسند معاشرے میں زندگی گزار رہے ہیں۔ نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت وقت کی ضرورت ہے، ہمارے موجودہ نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کو جگہ دینے کی بجائے ماضی کے جنگی کارناموں اور بادشاہوں کی فتوحات کی کہانیوں کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے، جس سے بچوں کے اندر تعصّبانہ اور جارحانہ سوچ پروان چڑھتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں یکساں تعلیمی نصاب رائج ہونا چاہئے۔ موجودہ نصاب بوسیدہ ہو چکا ہے جس میں بہت سی غلطیاں ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی تجدید ہوتی رہنی چاہئے اور اس میں موجود بوسیدہ مضامین کو نکال کر ان کی جگہ اخلاقیات، جدید سائنس اور انسانی حقوق سے متعلق مضامین شامل کرنے چاہئیں۔

ایبٹ آباد 23-24 اگست

انسانی حقوق کے فروغ، حقوق کی تحریک کو مستحکم کرنے کے لیے حکمت عملی کی تشکیل اور عوام تک رسائی حاصل کرنے میں سول سوسائٹی کا کردار

پراجیکٹ آفیسر ایچ آر سی پی، حفیظ بزدار صاحب نے اپنے موضوع کو تین حصوں میں تقسیم کیا یعنی انسانی حقوق کا فروغ، تحریک کو مستحکم کرنا اور حکمت عملی، عوام تک رسائی اور سول سوسائٹی کا کردار

1- انسانی حقوق کا فروغ: دنیا کے وجود میں آنے کے بعد انسانوں میں معاشرے کا شعور نہیں تھا اور بہت عرصے تک لوگ حیوانوں کی سی زندگی گزار رہے تھے لیکن آہستہ آہستہ اُن میں اکٹھے رہنے اور ایک دوسرے سے اپنی ضروریات پوری کرنے اور ایک دوسرے پر انحصار کرنے کا شعور اُجاگر ہوا اور یوں معاشرہ وجود میں آتا چلا گیا پھر اس معاشرے میں آگہی بھی پیدا ہونے لگی کہ انسان کی ضروریات کیا ہیں یعنی وہ اپنے حقوق یا فرائض ادا کرنے کے لیے کس حد تک جا سکتا ہے۔ اس دور میں نہ تو ریاست کا کوئی وجود تھا اور نہ ہی حکمرانی اور قانون کا کوئی تصور تھا لیکن جب انسانوں میں مادہ پرستی کا عنصر پیدا ہوا اور حکمرانی کرنے کا شوق اُبھرا تو لوگ ایک دوسرے سے متصادم ہو گئے اور بادشاہت اور اقتدار وجود میں آئے جس نے ریاست کو جنم دیا۔ پھر اُس ریاست کو چلانے کے لیے ایک نظام بنایا گیا اور کچھ اصول وضوابط ترتیب دیئے جن پر عملدرآمد نا گزیر ٹھہرایا گیا۔

ہر حق کے پیچھے ایک فرض چھپا ہوتا ہے اور وہ ہماری ہر جائز ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ ہر حق کسی کا فرض ہوتا ہے اور ہر فرض کسی کا حق۔ ریاست اپنے باشندوں کو جائز حق دینے کی پابند ہوتی ہے جیسا کہ آزادی سے رہنے کا حق، مذہب کے پرچار کا حق، خوراک اور تعلیم کا حق اور ایسے بہت سے حقوق جو زندگی کے بنیادی حقوق کہلاتے ہیں۔ اس طرح ہر حق کے پیچھے ہمارا ایک دعویٰ ہے تاریخ میں کچھ ایسے ادوار گزرے ہیں جن میں لوگوں نے ایسے کٹھن وقت کا سامنا بھی کیا جبکہ ریاست اُن کے تحفظ میں ناکام رہی۔

1939 میں دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی جس کے دوران لگ بھگ چھ کروڑ لوگ مارے گئے۔ تاریخ کا وہ دور انتہائی خونریز اور نہ بھولنے والا ہے۔ کیونکہ اُس میں انسانی حقوق پامال ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی جانوں کا ضیاع بھی ہوا۔ الغرض اس جنگ کا سبب مادی مفادات کے ساتھ ساتھ مذہبی اور ریاستی اقتدار کے حصول کی خواہش تھی۔ ہر بادشاہ یا حکمران یہی چاہتا تھا کہ وہ پوری دنیا کو غلام بنا کر رکھے اور اس مقصد کے حصول میں بہت سی قیمتی جانوں کا ضیاع ہوتا۔

اگر غور کریں تو ہم بخوبی جان سکتے ہیں کہ حقوق کی پامالی اور فرائض کی عدم ادائیگی ہی معاشرے کے بگاڑ اور زوال کا سبب بنتے ہیں۔ ریاست نے جو قوانین رائج کئے ہوتے ہیں اُن پر عمل کرنا وہاں کے باشندوں کا فرض ہوتا ہے اور ریاست کا فرض ہے کہ وہ اپنے باشندوں کو اُن کے حقوق دلوائے اس دوطرفہ عمل کے سبب کبھی انسانی حقوق یا ریاستی قانون کی پامالی نہیں ہوتی۔ انسانی حقوق کے فروغ میں سول سوسائٹی کا کردار انتہائی اہم ہوتا ہے کیونکہ میرا فرض کسی کا حق ہے اور میرا حق کسی کا فرض۔ ہم سب اس معاشرے میں ایک دوسرے کیلئے لازم وملزوم ہیں اگر ہم ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں گے تو کبھی ناانصافی نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی ریاست ہمارے ساتھ کوئی بُرا سلوک کرے گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کے حقوق کو پورا کریں اور انسانی حقوق کے فروغ کیلئے کوشاں رہیں۔

دوسری جنگ عظیم کی تباہ کاریوں کے بعد دنیا کے بہت سے ممالک اکٹھے ہوئے اور 10 دسمبر 1948ء کو انسانی حقوق کا ایک عالمی ادارہ تشکیل دیا گیا جس میں کچھ قوانین بنائے گئے جن کی منظوری اس ادارے کے رکن ممالک نے دی۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ آج کل اُسی قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ اور ہر جگہ تصادم اور جنگ وجدل کی صورت حال ہے۔ اگر لوگ خود ہی اس صورت حال پر قابو پانے کی ہمت کریں اور انفرادی سوچ اور کوشش کو اجتماعی رنگ دیں تو دنیا کے کسی بھی انسان یا ملک کے حقوق پامال نہیں ہوں گے اور ہر کوئی ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھے گا۔

میڈیا کیا ہے؟ اسکی مختلف اقسام، بدلتے ہوئے رجحانات اور انتہا پسندی کے انسداد یا فروغ میں میڈیا کا کردار

سید کوثر نقوی:

انتہا پسندی ایک پیچیدہ عمل ہے جس میں انتہا کی حد تک سیاسی اور مذہبی نظریات کارفرما ہوتے ہیں۔ ایک شخص جو سیاسی یا مذہبی عقائد میں انتہا پسند ہو اور تشدد کو پروان چڑھاتا ہو دہشت گردی کی تعریف میں آئے گا۔ ٹیرر ازم (Terrorism) کا مطلب تشدد کے ذریعے سیاسی مقاصد حاصل کرنا ہے، کسی شخص یا گروہ کی طرف سے غیر قانونی دھمکی دینا تشدد کرنا یا کسی ملکیت کو نقصان پہنچانے کو دہشت گردی کہتے ہیں۔ جس کی مختلف شکلیں ہو سکتی ہیں۔

جدید میڈیا کی دہشتگردی: ۔میڈیا جہاں لوگوں کو باخبر رکھتا ہے وہاں میڈیا خوف وہراس پھیلانے اور اپنی ریٹنگ بڑھانے کے چکر میں ایسی چیزیں رپورٹ کرتا ہے جو معاشرے کے لوگوں کیلئے کسی مصیبت سے کم نہیں ہوتیں۔ میڈیا آج کل جس طرح دہشتگردی کو فروغ دے رہا ہے ویسا شاید ہی کبھی ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دہشتگردوں کو زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ کیونکہ میڈیا کے ذریعے کافی حد تک اُن کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ وہ میڈیا کے ذریعے خوف وہراس پھیلانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور اپنی سرگرمیوں کو تیز کرتے ہیں۔ میڈیا کو یا تو آگاہی نہیں کہ وہ بالواسطہ دہشتگردوں کے مقصد کو پورا کر رہا ہے یا پھر وہ یہ سب جان بوجھ کر اپنی ریٹنگ بڑھانے کے لیے کرتا ہے۔ شاید میڈیا کو یہ احساس نہیں کہ وہ قوم کو تباہ کر رہا ہے، گمراہ کر رہا ہے۔

چینلز جس طرح پرتشدد مناظر دکھاتے ہیں، اُس سے نہ صرف بڑوں پر بلکہ بچوں پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔ لیکن اس دور میں جو چینل زیادہ سنسنی خیز خبریں اور پرتشدد مناظر دکھائے گا اُس کی ریٹنگ اُتنی ہی بڑھے گی لیکن ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے کی دوڑ میں میڈیا والے یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ لوگوں کو کس قدر گمراہ کر رہے ہیں۔

آج کل کے دور میں تو سوشل میڈیا اتنا آزاد ہو گیا ہے کہ دہشت گرد کھلم کھلا اُسے اپنے مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ سوشل میڈیا کا انتخاب اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اِس تک رسائی آسانی سے حاصل کر لیتے ہیں۔ اور دوسرے عام لوگ بھی اِس کو استعمال کرتے ہیں تو یوں اُن کا پیغام آسانی سے پھیل سکتا ہے۔

دہشتگردی کے اثرات کم کرنے کے لیے چند تجاویز:

1۔ میڈیا کو ایسے پروگرام دکھانے چاہئیں جن میں مثبت معلومات زیادہ اور پرتشدد مناظر کم ہوں۔
2۔ میڈیا بغیر تعصب کے ایسا سچ دکھائے جس کے ذریعے لوگوں کو اپنی صحیح رائے قائم کرنے میں مدد ملے۔
3۔ لوگوں کو غلط تاثر سے بچانے کیلئے میڈیا کو صاف اور آسان زبان کا انتخاب کرنا چاہیے۔
4۔ حکومت کو میڈیا کے لیے ٹھوس اور جامع قانون سازی کرنی چاہئے۔

نجی ٹی وی چینلز کا کردار: پرنٹ الیکٹرانک میڈیا کے درمیان جو مقابلہ ہے اس کی وجہ سے دونوں نے ابھی تک اپنا اصل اور صحیح مقام نہیں پایا۔ یہاں ٹی وی چینلز پر صرف بریکنگ نیوز کا مقابلہ ہوتا ہے۔ چاہے خبر میں سچائی ہو یا نہ ہو ٹی وی چینلز اسے بریکنگ نیوز بنا کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے۔ غیر ارادری طور پر میڈیا دہشت گردی اور انتہا پسندی کو فروغ دے رہا ہے۔ چینلز میں کام کرنے والے زیادہ تر لوگ غیر تربیت یافتہ ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ میڈیا کے لیے کوئی جامع یا ٹھوس قوانین نہیں اور ضابطہ اخلاق نہیں بنایا گیا۔

قواعد وضوابط: میڈیا کے لیے ایسے قواعد وضوابط بنانے چاہئیں جن سے باہر نہ نکل پائیں اور ٹھیک طرح سے سمجھا سکیں۔ میڈیا میں کام کرنے والوں کے لیے قواعد وضوابط بھی بنا دینے چاہئیں تا کہ وہ ایک اچھے ماحول میں کام کریں اور ان پر کوئی سیاسی یا ریاستی دباؤ نہ ہو۔ پیمرا کو اپنا کردار مثبت انداز میں ادا کرنا چاہئے۔

صحافی طبقہ: صحافی طبقے کو غیر جانبدارانہ رویہ اپنانا چاہئے اور غلط رپورٹنگ اور ''خدمت کی ادائیگی'' سے اپنا دامن بچانا چاہئے۔

صحافی طبقے کے لیے کچھ تجاویز: ہمیشہ اس رپورٹ یا معلومات سے بچیں جو آپ کے پیچھے آئیں۔ کیونکہ ان میں حقیقت کم ہوتی ہے۔ کیمرہ آپ کا دوست نہیں اس سے حتی الوسیع جان چھڑائیں۔ اپنی خبر کی تصدیق کم از کم دو ذرائع سے کریں۔ ضابطہ اخلاق کا خیال رکھیں اور غیر جانبدارانہ صحافت کریں۔

طرزفکر میں مثبت تبدیلی اور جمہوری رویوں کے فروغ کے لیے تعلیمی اداروں اور نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت کی اہمیت

ڈاکٹر رفیعہ جدون

ثقافت انسانی رویوں، سوچ، روابط، زبان، کام کاج، عقائد، اقدار، رسم ورواج اور اخلاقیات کا امتزاج ہوتی ہے۔ جس کے ذریعے لوگ ایک دوسرے سے روابط رکھتے ہیں اور یہ ثقافتی مظاہر نئی نسل تک منتقل کرتے ہیں۔

مخلوط ثقافت: ہر معاشرے میں مخلوط ثقافت کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اس حوالے سے ثقافتی تضادات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی زیادہ تر وجہ لوگوں کی نقل مکانی اور زبانوں کا مختلف ہونا ہے۔ اس کے علاوہ ریاست کچھ ایسے اصول وضوابط بناتی ہے جو ان ثقافتی تصادمات کا باعث بنتے ہیں۔ ثقافت ہمیں شناخت دیتی ہے۔ یہ ہمیں ہر اس چیز کا احساس دلاتی ہے جس کا تعلق ہماری ذات، معاشرے اور روح سے ہوتا ہے بعض اوقات سب سے بڑا مسئلہ زبان کا ہوتا ہے جو روابط رکھنے میں پیش آتا ہے۔ کیونکہ جب تک آپ کو زبان نہیں آتی تب تک آپ اس زبان کے بولنے والوں کی ثقافت کو بھی نہیں سمجھ سکتے۔ ایک دوسرے کی زبان یا ثقافت سے باخبر رہنا معاشروں اور لوگوں کو قریب لاتا ہے۔ طرز فکر میں تبھی تبدیلی آ سکتی ہے جب ہمیں ایک دوسرے کے بارے میں اور مختلف ثقافتوں کے بارے میں علم ہوگا۔ ضروری نہیں کہ ہم ہر معاملے میں ایک دوسرے کی تقلید کریں۔ ضروری یہ ہے کہ ہم اس میں سے اچھی چیزوں کو کس حد تک اپناتے ہیں جس سے ہماری سوچ اور ہمارے معاشرے میں تبدیلی آ سکتی ہے۔ اگر ہم غور کریں تو ہمارے تعلیمی نظام اور نصابی طریقے بہت پرانے ہیں جو ہمارے تعلیمی نظام میں مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ اگر ہم اس میں مثبت تبدیلی اور طریقہ کار کو اپنائیں تو کافی حد تک ہمارا نصابی اور تعلیمی نظام بہتر ہوسکتا ہے۔

تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کی تعلیم کی شمولیت

ہمارا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگوں کو اپنے بنیادی حقوق یا عمومی انسانی حقوق کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہوتا یہاں تک کہ پڑھ لکھ کر بھی ہم کافی حد تک اس سے بے خبر رہتے ہیں۔ اگر تعلیمی نصاب میں انسانی حقوق کو ایک مضمون کے طور پر شامل کر لیا جائے تو بچپن ہی سے سب کو اپنے اور دوسروں کے حقوق کا پتہ ہوگا اور اِس طرح ہماری سوچ بھی اُسی طرح کی بنتی جائے گی۔ ہم نصاب میں بہت سی غیر ضروری تبدیلیاں تو کرتے ہیں لیکن کبھی کوئی ایسی چیز شامل نہیں کی جس سے واقعی معاشرے اور لوگوں کے طرز فکر میں مثبت تبدیلی آئے۔ ہم اپنے تعلیمی نصاب میں یہ تو بتاتے ہیں کہ کتنی جنگیں ہوئیں اور کیوں ہوئیں لیکن یہ نہیں بتاتے کہ اُن میں کتنی قیمتی جانیں ضائع ہوئیں۔ اور اموال کو کتنا نقصان پہنچا الغرض ہماری ہر کہانی میں صرف ایک ہیرو اور اُس کی بہادری کے کارنامے ہوتے ہیں۔ مطلب کوئی ایسی بات نہیں ہوتی جس سے بچے کوئی مثبت سبق حاصل کریں ابھی تک ہم نے اپنے نصاب میں کوئی جدید چیز شامل نہیں کی۔ محض پرانی چیزوں میں ردوبدل کرتے رہتے ہیں اگر ہم غور کریں تو وقت کا تقاضہ یہ ہے کہ سب لوگوں کو اپنے اور دوسروں کے حقوق کے بارے میں پتہ ہونا چاہئے تبھی رویوں اور سوچ میں تبدیلی آئے گی۔ اور معاشرہ بگاڑ سے بچے گا۔

دستاویزی فلم

کہا جاتا ہے کہ ایک تصویر ہزار لفظوں سے بہتر ہے یعنی جو کچھ ایک تصویر کے ذریعے ہم لوگوں کو سمجھا سکتے ہیں وہ ہزار لفظ استعمال کر کے بھی نہیں سمجھا سکتے۔ اسی لئے ورکشاپ کے شرکاء کو ایک مختصر ڈرامہ دکھایا گیا۔ جس کا نام ''ہم انسان'' تھا۔ اس ڈرامے کو دکھانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک معاشرے میں رہتے ہوئے اقلیت کا لفظ کیوں استعمال کرتے ہیں کیا ہوا جو ہمارا مذہب اور ہمارے عقائد مختلف ہیں جب ہم انسان ہیں تو پھر یہ تعصب اور نفرت کیوں؟ جبکہ ہم جانتے ہیں کہ سب سے پہلے دنیا میں انسان کا وجود سامنے آیا۔ یہ مذہب، ثقافت، معاشرے، فرقے سب اس کی پیداوار ہیں۔ محبت، امن اور ترقی کی بنیاد صرف اور صرف انسانیت ہے۔

سٹڈی سرکل

ڈرامہ دیکھنے کے بعد شرکاء کی آراء اور خیالات جاننے کے لئے شرکاء سے ایک سٹڈی سرکل کروایا گیا ان کو جو کتاب دی گئی تھی اس میں سے ایک ایک آرٹیکل دیا گیا اور یہ ہدایت دی گئی کہ اس آرٹیکل کا مقصد بیان کرنا ہے تا کہ معلوم ہو کہ اس آرٹیکل کے لکھنے کا مقصد کیا ہے؟ سب شرکاء نے اپنے اپنے آرٹیکل کا مرکزی خیال اور مقصد بیان کیا۔

انتہا پسندی کیا ہے؟ اس کی مختلف اقسام، ہماری زندگیوں پر اثرات اور روک تھام کیلئے لائحہ عمل، مذہبی مسلک، ہم آہنگی اور رواداری کا فروغ اور نفرت و تعصب کے انسداد کیلئے لائحہ عمل

مصباح الرحمٰن

انتہا پسندی: انتہا پسندی ایک رویے کا نام ہے جب آپ اپنے نظریات اور عقائد کو دوسرے شخص پر مسلط کرنا چاہتے ہیں اور اُس میں دلیل کی جگہ دھونس سے کام لیتے ہیں تو اِس کو انتہا پسندی کہتے ہیں۔ انتہا پسندی کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ اگر دیکھا جائے تو ہر انسان اپنے خیالات اور نظریات کے مطابق زندگی گزارنے کا پورا پورا حق رکھتا ہے۔ لیکن جب وہ اپنے وہی خیالات یا نظریات دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کرتا ہے تو یہ انتہا پسندی ہے۔ جو سوچ اور نظریات سے شروع ہو کر عملی انتہا پسندی تک چلی جاتی ہے اور معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔

انتہا پسندی کی اقسام:۔

1۔ مذہبی انتہا پسندی
2۔ سیاسی انتہا پسندی
3۔ سیکولر انتہا پسندی

ہم صرف مذہبی انتہا پسندی پر بات کریں گے۔

مذہبی انتہا پسندی کو اگر تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو اس سے مراد اپنے ہم مذہب یا غیر مذہب افراد سے متعلق تعصّبانہ رویہ اور عدم برداشت ہے جس سے فتنہ وفساد اور قتل و غارت گری کو فروغ ملتا ہے انتہا پسندی ایک ایسا رویہ ہے جو کسی سوچ پر ردِعمل سے پیدا ہوتا ہے جس کے پیچھے معاشی، معاشرتی، سماجی اور سیاسی وجوہات کارفرما ہوتی ہیں۔

مذہبی انتہا پسندی بنیاد پرستی سے بالکل مختلف ہے۔ کیونکہ اس میں تشدد کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو فرد اور ریاست دونوں کا احاطہ کرتا ہے۔ بعض عناصر اسلامی تعلیمات کو اپنے ذاتی مقاصد کیلئے استعمال کرتے ہیں اور مذہبی انتہا پسندی کو فروغ دیتے ہیں۔

سیکولر قوتوں کی طرف سے انتہا پسندی کو روکنے کے غلط

اقدام بھی انتہا پسندی کو فروغ دے رہے ہیں مثلاً مذہب کے خلاف معاندانہ رویہ اور مذہبی روایات کے بارے میں غیر سنجیدہ گفتگو وغیرہ جس سے مذہب کے پیروکاروں میں اشتعال پیدا ہوتا ہے۔اس کی مثال سابق گورنر سلمان تاثیر کی طرف سے میڈیا پر توہینِ رسالت کے قوانین کے متعلق نامناسب گفتگو ہے۔اسلام میں مذہبی انتہا پسندی کی بہت سی وجوہات ہیں۔

1۔ باہمی اختلافات،فرقہ بندی اور مسلک پرستی۔
2۔ سقوطِ بغداد کے بعد تحقیق ،غوروفکر اور اجتہاد کے دروازے کا بند ہونا۔
3۔ مغربی تسلط اور مسلمان ممالک پر قابض ہونا۔
4۔ غلامی سے نکلنے کیلئے چلائی جانے والی تحریکیں اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور دوسری تحریکیں۔
5۔ عرصہ دراز سے اُمتِ مسلمہ میں حل طلب سیاسی مسائل کے حوالے سے عالمی برادری کی لاپرواہی اور چشم پوشی ۔
6۔ مسلم ممالک کی ناکام حکومتیں۔
7۔ مغربی ممالک کا بے جا طاقت کا استعمال اور مسلم دنیا کا استحصال کے علاوہ بہت سی وجوہات ہیں جو انتہا پسندی کی بنیاد ہیں۔تاریخی پس منظر میں دیکھیں تو مذہب کی من مانی تشریح کا آغاز جنگ صفین سے ہوا جب حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان صلح کیلئے حکم ثالثی جاری ہوا تو حضرت علیؓ کی فوج کے ایک گروہ نے جو شدت پسندی اور قتل و غارت کا حمایتی تھا قرآن مجید کی ایک آیت کی غلط تشریح کی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حکم یعنی ثالث نہیں ہوسکتا جبکہ یہ اس آیت کا غلط مفہوم تھا۔ دراصل اس کا مفہوم یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور شخص کا حکم اُس کے مقابلے میں نہیں مانا جاسکتا۔اس غلط اور من مانی تشریح نے قتل و غارت گری اور فتنہ وفساد کے ایک نئے دور کو جنم دیا جس کے نتیجے میں خارجی شرپسند گروہ وجود میں آیا حضرت علیؓ کو بھی اُسی خارجی گروہ نے شہید کیا تھا اور اگر آج کے دور میں دیکھا جائے تو خارجیوں کا وہ گروہ آج بھی کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔

جمہوریت اور انسانی حقوق اور معاشی ترقی کے مابین تعلق

ادریس اعوان

جمہوریت کا مطلب ہے عوام کی حکومت عوام کیلئے عوام کے ساتھ، یعنی جمہوریت عوام کی مرضی و منشاء کو کہتے ہیں ۔عوام ریاست میں اپنے نمائندے منتخب کرتی ہے اور وہ منتخب نمائندے پھر عوام کی فلاح و بہبود اور اُن کے بنیادی حقوق کیلئے کوشاں رہتے ہیں۔المیہ یہ ہے کہ بہت سی ریاستوں میں سیاسی پارٹیوں نے خوف اور تشدد کو اپنی سیاست کی بنیاد بنا رکھا ہے۔جس کی وجہ سے نہ صرف جمہوریت کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ عوام کا بھی استحصال ہوتا ہے اور عوام کو سہولیات اور وہ بنیادی حقوق نہیں دیئے جاتے جو دینی اور دنیاوی دونوں قوانین کا حصہ ہیں۔اقتدار کی جنگ جمہوریت کو کچل دیتی ہے۔اور جمہوریت صرف آئین کے لکھے ہوئے اوراق اور ڈکشنری تک محدود ہوکر رہ جاتی ہے۔

پروفیسر بشیر احمد سوز

زندگی کے کسی بھی معاملے میں انتہائی سطح پر پہنچ جانا انتہا پسندی کہلاتا ہے۔اس عمل کے دوران دانستہ یا نادانستہ طور پر گردوپیش کے حالات نظرانداز کر کے اپنی ہی دُھن میں اپنے مقصد تک رسائی حاصل کرنے کا نام انتہا پسندی ہے۔چاہے وہ مقصد دوسروں کی نظر میں اچھا ہو یا بُرا۔ایسا شخص یا گروہ، مفاہمت، اعتدال یا حالات سے بے خبر اور بے پرواہ ہوتا ہے۔ایسے لوگ اکثر عقل سے کام لینے سے گریز کرتے ہیں۔جذباتیت جب جنوں خیز ہونے لگتی ہے تو نتائج تباہی اور بربادی کی صورت میں سامنے آنے لگتے ہیں۔انتہا پسندی کی درجہ بندی کی جائے تو یہ کئی زاویوں سے ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں ظہور پذیر ہوتی ہے۔کہیں تو ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا اور کبھی یہ عملی طور پر ہمیں تباہ کن حالات سے دوچار کرتی ہے۔کبھی کبھی ایک ریاست کے اندر کئی ریاستیں ہوتی ہیں اور بہت سے بااثر لوگ اُن ریاستوں کے آقا ہوتے ہیں،قانون اُن کا، فیصلے اُن کے،کوئی آج تک اُن کا کچھ بھی نہیں بگاڑ پایا۔

ادب،ادیب اور فنونِ لطیفہ کا کردار

ادب اُس تحریر کو کہا جاتا ہے جو تہذیب و شائستگی کی علامت ہو جو کسی زبان کے جملہ اوصاف کی آئینہ دار ہو اور جو انسانی مشاہدات، تجزیات اور تجربات کو پیش کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتی ہو جو پُر تاثیر اور دلآویز ہو اور جو روزمرہ محاورے سے یوں پیراستہ ہو کہ وہ عام لوگوں کے قریب تر ہونے کے باوجود اپنی اثر آفرینی کی وجہ سے نستعلیق ہو۔ ادب، تنقید اور تخلیق کے اوصاف سے مرتب اور مروج ہوتا ہے اس میں آدابِ زندگی کے سبھی عناصر موجود ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ادب کی جمع آداب ہے۔

فنونِ لطیفہ

لطیف جذبات واحساسات اور نفیس خیالات سے تیار ہونے والے مرقعے خواہ وہ شعر کی صورت میں ہوں یا مصوری، موسیقی اور سنگ تراشی کی شکل میں، فنونِ لطیفہ ہی میں شمار ہوتے ہیں۔رقص، فنِ تعمیر، ڈرامہ، ادبیات، فنِ خطاطی وغیرہ سبھی فنونِ لطیفہ کا حصہ ہیں۔

جس طرح اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے اور مصور کائنات بھی، قدرت نے اس کائنات کو مخلوقات، نباتات اور جمادات سے زیب و زینت عطا کی ہے، زمین و آسمان اسکی کرشمہ سازیوں کے ایسے نمونے ہیں کہ عقل انسانی اس کے جلال و جمال کو دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے۔اللہ نے انسان کو جو خوبیاں عطا کی ہیں ان میں تخلیق کا وصف سب سے نمایاں ہے جو شخص کائنات کو اور یہاں بسنے والی مخلوق کو دل کی نگاہ سے دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس مادی دنیا میں اپنے تخلیقی عمل کے ذریعے نمایاں کردار ادا کرسکتا ہے شرط صرف یہ ہے کہ وہ فطرت شناس ہو اور انسانیت کے لیئے نیک جذبات رکھتا ہو اور اُسکی ذہنیت انتہا پسندی سے کوسوں دور ہو۔

ضلع ایبٹ آباد کے مسائل

کرہ عرض پر ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں پر مسائل نہ ہوں۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے ضلع ایبٹ آباد کے شرکاء، جو اس ورکشاپ میں شامل تھے، سے ان کے ضلع کے مسائل کے حوالے سے پوچھا گیا اور ضلعی سطح پر انتہا پسندی کے رجحان کے حوالے سے ایک فارم دیا گیا جو تمام شرکاء نے گروپ کی شکل میں پُر کیا۔ضلع ایبٹ آباد میں سب سے بڑا اور بنیادی مسئلہ تعمیرات ہے یعنی ایبٹ آباد شہر میں جتنی زیادہ آبادی ہے اتنا ہی وہ شہر چھوٹا ہے اور کوئی ایسا منصوبہ نہیں جس سے وہ شہر کشادہ ہو سکے۔اس کے علاوہ یہ بھی مسئلہ ہے کہ وہاں تعلیم کی شرح 80% ہونے کے باوجود بے روزگاری بہت زیادہ ہے اور اس کے تدارک کے حوالے سے کوئی خاطر خواہ پیش رفت نہیں ہوئی۔انتہا پسندی کے مسائل میں سب سے بڑا مسئلہ مذہبی جماعتوں کا ایک دوسرے کے خلاف پراپیگنڈہ ہے جس کیلئے وہ کسی بھی حد تک چلے جاتے ہیں۔

شرکاء کی رائے ورکشاپ کے بارے میں

تمام شرکاء نے ایسے ورکشاپ کو ایچ۔ار۔سی۔پی کا بہترین اقدام مانا اور یہ رائے دی کہ ایسے تربیتی ورکشاپ پاکستان کے کونے کونے میں کروائے جانے چاہئیں۔

تقسیم اسناد

ایچ آر سی پی ٹیم کی نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور شرکاء کو سرٹیفکیٹ اور اعزازیہ دینے کی تقریب کے بعد اس دوروزہ تربیتی ورکشاپ کا اختتام ہوا۔

خیبر پختونخوا معلومات تک رسائی کا ایکٹ 2013 کے تحت درخواست دینے کا طریقہ کار

مرحلہ وار ہدایات:

1- درج ذیل فارم پُر کریں یا معلومات سادہ کاغذ پر لکھیں۔

2- اپنے شناختی کارڈ کی کاپی درخواست فارم کے ساتھ منسلک کریں۔

3- اپنی درخواست متعلقہ نامزد افسر کو ارسال کریں۔ اگر محکمہ نے افسر نامزد نہ کیا ہو تو محکمہ کے سربراہ کو درخواست ارسال کریں۔

4- درخواست بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک ارسال کریں۔

5- اپنی درخواست کی کاپی اور رجسٹرڈ ڈاک کی رسید اپنے پاس آئندہ حوالہ کے لیے محفوظ رکھیں۔

6- مطلوبہ معلومات آپ کو 10 دنوں میں مہیا کی جائیں گی۔ اگر سرکاری محکمہ کو معلومات اکٹھی کرنے میں مشکلات درپیش ہوں تو محکمہ مزید 10 دن لے سکتا ہے۔

7- اگر مطلوبہ معلومات کا تعلق کسی فرد کی زندگی یا جائیداد سے ہے تو ایسی معلومات 2 دنوں میں مہیا کی جائیں گی۔

اگر مطلوبہ معلومات مہیا نہ کی جائیں تو۔

☆ آپ متعلقہ محکمہ کے خلاف خیبر پختونخوا معلوماتی کمیشن کو سادہ کاغذ پر شکایت کر سکتے ہیں۔

☆ (شکایت کے ساتھ درخواست فارم کی کاپی، شناختی کارڈ کی کاپی اور رجسٹری کی کاپی لف کریں)

☆ معلوماتی کمیشن آپ کی شکایت پر 60 دن میں فیصلہ کرے گا۔

نمونہ درخواست

سرکاری ادارے کا نام جس سے معلومات درکار ہے..........................

درکار معلومات کا عنوان ....

درکار معلومات کی تفصیل..........................

درخواست گزار کا نام..........................

شناختی کارڈ نمبر..........................(شناختی کارڈ کی کاپی لف کریں)

والد کا نام..........................

پتہ ....

رابطہ نمبر..........................

دستخط درخواست گزار .... تاریخ ....

(بشکریہ CPDI)

آئین میں اٹھارہویں ترمیم

ایک انقلابی قدم

اٹھارہویں ترمیم کے تحت ہر صوبائی حکومت مندرجہ ذیل شعبوں میں با اختیار ہے:

☆صحت ☆تعلیم ☆خوراک وزراعت ☆امور نوجوانان

☆زکوٰۃ اور عشر ☆ثقافت ☆بہبود آبادی ☆لائیوسٹاک اور ڈیری ترقی

☆سماجی حکومت اور دیہی ترقی ☆سماجی بہبود اور خصوصی تعلیم ☆سیر و سیاحت ☆ماحولیات

☆خصوصی اقدامات ☆مقامی حکومت اور دیہی ترقی ☆محنت و افرادی قوت ☆اقلیتی امور

☆کھیل ☆خواتین کی ترقی

☆صوبائی حکومت کا فرض ہے کہ ان تمام شعبوں میں عوام کو سہولیات فراہم کرے۔

☆عوام کا یہ فرض ہے کہ ان حقوق اور سہولیات کے حصول تک حکومت پر دباؤ برقرار رکھیں

(بشکریہ CDPI)

آپ پنجاب کے شفافیت اور معلومات تک رسائی کے قانون 2013ء **(Punjab Transparency and Right to Informaiton Act 2013)** کے تحت:

☆ سرکاری اداروں سے معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ سرکاری افسران اور منتخب نمائندوں کو جوابدہ بنا سکتے ہیں۔

☆ سرکاری اداروں کی کارکردگی پر نظر رکھ سکتے ہیں۔

آپ پوچھ سکتے ہیں کہ

☆ آپ کے منتخب نمائندے نے اسمبلی کے کتنے اجلاسوں میں شرکت کی؟

☆ کسی سرکاری محکمے کا بجٹ کیا ہے اور وہ کس طرح استعمال ہو رہا ہے؟

☆ سرکاری محکمے میں کسی بھی کام کے سلسلے میں آپ کی دی جانے والی درخواست پر اب تک کیا اقدامات کیے گئے ہیں؟

پنجاب شفافیت اور معلومات تک رسائی کا قانون 2013ء کے تحت درخواست دینے کا طریقہ کار

مرحلہ وار ہدایات:

1- درج ذیل فارم پُر کریں یا معلومات سادہ کاغذ پر لکھیں۔

2- اپنے شناختی کارڈ کی کاپی درخواست فارم کے ساتھ منسلک کریں

3- اپنی درخواست متعلقہ پبلک انفارمیشن آفیسر کو ارسال کریں۔ اگر محکمہ نے افسر نامزد نہ کیا ہو تو محکمہ کے سربراہ کو درخواست ارسال کریں۔

4- درخواست بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک ارسال کریں۔

5- اپنی درخواست کی کاپی اور رجسٹرڈ ڈاک کی رسید اپنے پاس آئندہ حوالہ کے لیے محفوظ رکھیں۔

6- مطلوبہ معلومات آپ کو 14 دنوں میں مہیا کی جائیں گی۔ اگر سرکاری محکمہ کو معلومات اکٹھی کرنے میں مشکلات درپیش ہوں تو محکمہ مزید 14 دن لے سکتا ہے۔

7- اگر مطلوبہ معلوماتی کا تعلق کسی فرد کی زندگی یا آزادی سے ہے تو ایسی معلومات 2 دنوں میں مہیا کی جائیں گی۔

اگر مطلوبہ معلومات مہیا نہ کی جائیں تو

☆ آپ پبلک انفارمیشن آفیسر کے فیصلے کے خلاف 60 دن کے اندر محکمے کے سربراہ سے شکایت کر سکتے ہیں اور محکمے کا سربراہ اس قانون کے تحت 14 دن کے اندر آپ کی شکایت پر فیصلہ کرنے کا پابند ہے۔ یا

☆ آپ متعلقہ محکمہ کے خلاف پنجاب انفارمیشن کمیشن کو سادہ کاغذ پر شکایت کر سکتے ہیں۔

(شکایت کے ساتھ درخواست فارم کی کاپی، شناختی کارڈ کی کاپی اور رجسٹری کی کاپی لف کریں)

☆ پنجاب انفارمیشن کمیشن آپ کی شکایت پر 30 دن میں فیصلہ کرے گا اور فیصلہ کرنے میں زیادہ سے زیادہ 60 دن لے سکتا ہے لیکن اس صورت میں وجوہات تحریری طور پر بیان کرنا ہوں گی۔

نمونہ درخواست

درخواست گزار کا نام..........................

شناختی کارڈ نمبر..........................(شناختی کارڈ کی کاپی لف کریں)

والد کا نام..........................

پتہ..........................

رابطہ نمبر..........................

سرکاری ادارے کا نام جس سے معلومات درکار ہے۔..........................

حوالہ قانون: پنجاب شفافیت اور معلومات تک رسائی کا قانون 2013ء

درکار معلومات کا عنوان..........................

درکار معلومات کی تفصیل..........................

دستخط درخواست گزار .... تاریخ ....

خودکشی کے واقعات

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہد حق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی گئی رپورٹوں کے مطابق 25 اگست سے 24 ستمبر تک کے دوران ملک بھر میں 222 افراد نے خودکشی کر لی۔ خودکشی کرنے والوں میں 72 خواتین شامل تھیں۔ اسی عرصہ کے دوران 80 افراد نے خودکشی کرنے کی کوشش کی جنھیں بروقت طبی امداد دے کر بچا لیا گیا۔ اقدام خودکشی کرنے والوں میں 41 خواتین شامل ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق خودکشی کرنے والوں میں 133 افراد نے گھریلو جھگڑوں و مسائل سے تنگ آ کر اور 18 نے معاشی تنگدستی سے مجبور ہو کر خودکشی کر لی۔ خودکشی کے واقعات میں 121 نے زہر کھا/پی کر، 49 نے خودکو گولی مار کر اور 30 نے گلے میں پھندا ڈال کر جان دے دی۔ خودکشی اور اقدام خودکشی کے 302 واقعات میں سے صرف 25 واقعات کی ایف آئی آر درج ہوئی۔

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
25اگست	سلیم وگن	مرد	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	سندھ	-	روزنامہ کاوش
25اگست	ماروی تمرانی	خاتون	16برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گھوٹکی، سندھ	-	روزنامہ کاوش
25اگست	مظہر	مرد	30برس	-	-	-	پھندا ڈال کر	لدھیوالہ وڑائچ، گوجرانوالہ	-	روزنامہ نوائے وقت
25اگست	ذیشان	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	امتحان میں فیل ہونے پر	زہر خورانی	32/2 آر، اوکاڑہ	-	روزنامہ ایکسپریس
25اگست	محمد بلال	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 56/5 ایل، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
25اگست	محمد احسن	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	نئی آبادی، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
25اگست	شہزاد وسیم	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مار کر	112/9 ایل، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
26اگست	آسیہ بی بی	خاتون	18برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	18/1 آر اے، رینالہ خورد	-	روزنامہ نوائے وقت
26اگست	عابدہ بی بی	خاتون	40برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	محلّہ فیصل ٹاؤن، کامونکی	-	روزنامہ نوائے وقت
26اگست	ماجدہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	موضع سجارن، قصور	-	روزنامہ نوائے وقت
26اگست	شکیل احمد	مرد	52برس	-	شادی شدہ	-	خودکو گولی مار کر	شادمان کالونی، گجرات	-	روزنامہ جنگ
26اگست	طاہر جاوید	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 5/57 ایل، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
26اگست	کلثوم بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کوئٹہ	درج	روزنامہ انتخاب
26اگست	ارشد علی سوہو	مرد	21برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	قمبر، سندھ	-	روزنامہ کاوش
26اگست	امداد مہر	مرد	20برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	گوٹھ سمیع مہر، پنوعاقل، سکھر، سندھ	-	شاکر جمالی
27اگست	ارم	خاتون	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہو کر	زہر خورانی	گاؤں شمسہ، نارنگ منڈی	-	روزنامہ نوائے وقت
27اگست	اشفاق	مرد	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہو کر	زہر خورانی	پنڈی سٹاپ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
27اگست	محمد انیس	مرد	45برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	موضع بھیکو، پھالیہ	-	روزنامہ جنگ
27اگست	فیاض	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 9/179 ایل، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
27اگست	فیصل	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	6/89 آر، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
28اگست	شمشاد بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جھابڑاں منڈی، شیخوپورہ	-	روزنامہ ڈان
28اگست	-	خاتون	15برس	-	غیر شادی شدہ	-	خودکو گولی مار کر	کلی اوریاغی، لورالائی	-	روزنامہ ڈان
28اگست	عزیز اللہ	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مار کر	کالج محلّہ، لورالائی	-	روزنامہ ڈان
28اگست	ثقلین	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	صابر آباد، جوہر آباد	-	روزنامہ نئی بات
28اگست	عبدالحمید	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	محلّہ شیخاں والا، ڈسکہ	-	روزنامہ جنگ
28اگست	نتاشا	خاتون	16برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع لالے والی کلووال، سیالکوٹ	-	روزنامہ جنگ
28اگست	صفیہ بی بی	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	محلّہ محمد پورہ، سمبڑیال	-	روزنامہ جنگ
28اگست	محمد بلال	مرد	20برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	چک نمبر 757، واربرٹن	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
28اگست	عاصم	مرد	26برس	-	-	نشہ نہ ملنے پر	پھندا ڈال کر	بلاک نمبر28، جوہر آباد	-	روزنامہ جنگ
28اگست	عادل	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	چک 175 گ ب، سمندری	-	روزنامہ جنگ
28اگست	عزیز	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	واہنڈو، گوجرانوالہ	-	روزنامہ نوائے وقت
28اگست	ثمینہ خالد	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	اقبال ٹاؤن، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
28اگست	تسلیم بی بی	خاتون	24برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رحیم آباد، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ ملتان
29اگست	ایمان	خاتون	15برس	-	غیر شادی شدہ	امتحان میں فیل ہونے پر	پھندا ڈال کر	ماڈل ٹاؤن، گوجرانوالہ	-	روزنامہ نوائے وقت
29اگست	شمشاد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	گوجرانوالہ	-	روزنامہ نوائے وقت
29اگست	نیلم	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	وزیرآباد	-	روزنامہ نوائے وقت
29اگست	ظفر	مرد	23برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	175 گ ب، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
29اگست	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	پسرور	-	روزنامہ نوائے وقت
29اگست	فرید	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	مورو، سندھ	-	روزنامہ نوائے وقت
9اگست	ممتاز علی	مرد	30برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	کشمور	درج	روزنامہ جنگ ملتان
29اگست	خادم علی	مرد	16برس	-	غیر شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	ملوک کورونہ، ڈھیری، چارسدہ	درج	روزنامہ ایکسپریس
29اگست	اختیار خاتون	خاتون	35برس	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	گولو محلہ ٹھل، جیکب آباد، سندھ	-	روزنامہ کاوش
30اگست	طاہر بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک158/10 آر، خانیوال	-	روزنامہ خبریں
30اگست	محمد عرفان	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک158/10 آر، خانیوال	-	روزنامہ خبریں
30اگست	ش	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نوشہرہ، جدید	-	روزنامہ خبریں
30اگست	شبانہ	خاتون	28برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈہرکی، رحیم یارخان	-	روزنامہ خبریں
30اگست	عامر	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	چک22/10 آر، کچا کھوہ	-	روزنامہ جنگ
30اگست	کلثوم	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	چاہ خانن، منکیرہ	-	روزنامہ جنگ
30اگست	رمضان	مرد	22برس	-	شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	موضع پنجہ، مٹھہ ٹوانہ	-	روزنامہ جنگ
30اگست	نجمہ بی بی	خاتون	27برس	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	گاؤں امام ڈھیری، سوات	درج	روزنامہ آج
30اگست	فریدہ	خاتون	29برس	-	شادی شدہ	-	زہرخورانی	ڈھیرائی بابابی کانجو، سوات	درج	روزنامہ آج
30اگست	صبا اینا	خاتون	18برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	میرواہ نہر خیرپور میرس، سندھ	-	روزنامہ کاوش
31اگست	عائشہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	گجرپورہ، لاہور	-	روزنامہ دنیا
31اگست	شکیل	مرد	30برس	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈالکر	تھانہ رضا آباد، فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
31اگست	ہاشم	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	رضا آباد، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
31اگست	کرم علی	مرد	25برس	-	غیر شادی شدہ	-	زہرخورانی	-	-	روزنامہ نئی بات
31اگست	آصف علی	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	چمن	درج	روزنامہ انتخاب
31اگست	رفیع اللہ	مرد	22برس	-	غیر شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	پشاور	درج	روزنامہ ایکسپریس
یکم ستمبر	-	خاتون	-	-	-	-	-	گاؤں ڈھکی موڑ، ڈی آئی خان	درج	روزنامہ ایکسپریس
یکم ستمبر	عائشہ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چک204 رب، فیصل آباد	-	ایکسپریس ٹریبون
یکم ستمبر	شاہدہ	خاتون	-	-	-	-	پھندا ڈال کر	چک66 ج ب، فیصل آباد	-	ایکسپریس ٹریبون
یکم ستمبر	امتیاز	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	قلعہ دیدار سنگھ	-	روزنامہ نئی بات
یکم ستمبر	رانی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بستی غریب آباد، لڈن	-	روزنامہ نئی بات

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
کیم ستمبر	غلام سکینہ	خاتون	27برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	رحیم یار خان	-	روزنامہ خبریں
کیم ستمبر	صدام حسین دیناری	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خود کو گولی مار کر	نزد گڑھی یاسین، شکار پور، سندھ	-	روزنامہ کوشش
2 ستمبر	سلمٰی بی بی	خاتون	16برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
2 ستمبر	اختر علی مستوئی		مرد	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	گوٹھ رحیم مگسی، میرو خان، قمبر، سندھ	-	روزنامہ کوشش
3 ستمبر	فرحان	مرد	24برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	مرشد آباد، پسرور	-	روزنامہ نئی بات
3 ستمبر	رخسانہ	خاتون	22برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع ٹھٹھہ نجابت، ساہیوال	-	روزنامہ نئی بات
3 ستمبر	حیدر	مرد	15برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 89/6 آر، ساہیوال	-	روزنامہ نئی بات
3 ستمبر	صفیہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہر خورانی	منوں آباد، مریدکے	-	روزنامہ نئی بات
3 ستمبر	امجد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گجرات	-	روزنامہ جنگ
3 ستمبر	غلام فاطمہ	خاتون	60برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	موضع پیروالا، امین پور بنگلہ	-	روزنامہ جنگ
3 ستمبر	لیاقت علی	مرد	22برس	-	-	ذہنی معذوری	نہر میں کود کر	منکیرہ	-	روزنامہ جنگ
3 ستمبر	سردار خان	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	داؤ خیل	-	روزنامہ نوائے وقت
3 ستمبر	شہلا	خاتون	30برس	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	ابوظہبی کالونی، رحیم یار خان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
3 ستمبر	فلک شیر	مرد	45برس	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	چک پی 86، رحیم یار خان	درج	روزنامہ جنگ ملتان
3 ستمبر	امتیاز مگسی	بچہ	11برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	-	سندھ	-	روزنامہ کاوش
4 ستمبر	محمد وسیم	مرد	26برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	پیپلز کالونی، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
4 ستمبر	منور حسین	مرد	-	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	چک 215 رب، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
4 ستمبر	حسن	مرد	15برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	جاننہ سکیم، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
4 ستمبر	یاسین اللہ	مرد	15برس	-	غیر شادی شدہ	-	خود کو گولی مار کر	مٹہ مغل خیل شبقدر، چارسدہ	درج	روزنامہ آج
4 ستمبر	آمنہ	خاتون	18برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	نوشہرہ	درج	روزنامہ آج
3 ستمبر	پٹھان بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	زہر خورانی	وارڈ نمبر آٹھ، بھوآنہ، فیصل آباد	-	ایکسپریس ٹریبون
5 ستمبر	رخسانہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک نظام، گوجرانوالہ	-	ایکسپریس ٹریبون
5 ستمبر	آصف محمود	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 359 ج ب، نواں لاہور	-	روزنامہ نئی بات
5 ستمبر	عبدالغنی	مرد	70برس	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہر خورانی	245 رب، فیصل آباد	-	روزنامہ نئی بات
6 ستمبر	محمد گوہر	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	للیانی، قصور	-	روزنامہ نوائے وقت
6 ستمبر	صفدر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	سلطان روڈ، اٹھارہ ہزاری	-	روزنامہ نوائے وقت
6 ستمبر	نبیل	مرد	30برس	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندا ڈال کر	گجرات	-	روزنامہ نوائے وقت
6 ستمبر	اللہ دتہ	مرد	-	-	-	ذہنی معذوری	پھندا ڈال کر	سدھا، نور پور تھل	-	روزنامہ جنگ
6 ستمبر	علی احمد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	فتح پور، اوکاڑہ	-	روزنامہ جنگ
6 ستمبر	ناصرہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	4/70 آر، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
6 ستمبر	نادیہ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	4/70 آر، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
6 ستمبر	صباء	خاتون	17برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
6 ستمبر	شبانہ	خاتون	16برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	صادق آباد	-	روزنامہ جنگ ملتان
6 ستمبر	کرشن جی	مرد	26برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ ملتان
6 ستمبر	صفدر	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	سلطان روڈ، گڑھ مہاراجہ	-	روزنامہ جنگ ملتان

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
6 ستمبر	گلشن جتوئی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	سچل کالونی لاڑکانہ، سندھ	-	روزنامہ کاوش
7 ستمبر	-	مرد	18 برس	-	-	-	-	نصیر آباد، لاہور	-	روزنامہ جنگ
7 ستمبر	طلحہ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کلورکوٹ	-	روزنامہ جنگ
7 ستمبر	جعفر حسین	مرد	36 برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	چک 77 رب، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
7 ستمبر	نظیراں چاچڑ	خاتون	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندا ڈال کر	اوباڑو، گھوٹکی	-	روزنامہ جنگ
7 ستمبر	محمد یوسف	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	جلال پور بھٹیاں	-	روزنامہ نوائے وقت
7 ستمبر	-	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	نہر میں کود کر	11 جی ڈی، گوگیرہ	-	روزنامہ نوائے وقت
7 ستمبر	قربان منگی	مرد	22 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گوٹھ چنالی، اوباوڑو، گھوٹکی، سندھ	-	روزنامہ کاوش
8 ستمبر	نعیم شہزاد	مرد	25 برس	-	-	-	پھندا ڈال کر	راولپنڈی	-	روزنامہ ڈان
8 ستمبر	اکبر علی	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مار کر	کس کورونہ، مردان	درج	روزنامہ آج
9 ستمبر	حبیب احمد	مرد	26 برس	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	سمندری، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
9 ستمبر	فقیر احمد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	محلّہ نور پارک، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
9 ستمبر	وقاص مشتاق	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	گئوشالہ، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
9 ستمبر	شبانہ منگی	خاتون	40 برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	منگی محلہ، رتوڈیرو، لاڑکانہ، سندھ	درج	روزنامہ کوشش
10 ستمبر	بلال	مرد	20 برس	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	چونگ، لاہور	-	روزنامہ جنگ
10 ستمبر	آصف رفیق	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	جھنگ بازار، لاہور	-	روزنامہ جنگ
10 ستمبر	-	خاتون	20 برس	-	-	-	ٹرین تلے کود کر	چک 191 رب، چک جھمرہ	-	روزنامہ جنگ
10 ستمبر	مہتاب	مرد	-	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	اقبال کالونی، سرگودھا	-	روزنامہ جنگ
10 ستمبر	-	مرد	70 برس	-	-	-	نہر میں کود کر	فاروق آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
10 ستمبر	غزالہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فرید ٹاؤن، گوجرانوالہ	-	روزنامہ نوائے وقت
10 ستمبر	محمد سجاد	مرد	-	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مار کر	نوشہرہ	درج	روزنامہ ایکسپریس
10 ستمبر	نذیر احمد شر	مرد	18 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	میرواہ، خیرپور میرس	-	روزنامہ کاوش
11 ستمبر	تنویر حسین	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مار کر	129 ج ب، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
11 ستمبر	قیصر	مرد	55 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 209 رب، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
11 ستمبر	فیاض	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	وڑچھ، قائد آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
11 ستمبر	حسنین شبیر	مرد	21 برس	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	خودکو گولی مار کر	چک 129 رب، چک جھمرہ	-	روزنامہ نوائے وقت
11 ستمبر	محمد نذیر	مرد	45 برس	-	-	ذہنی معذوری	پھندا ڈال کر	صدر بیرونی، راولپنڈی	-	ایکسپریس ٹریبون
11 ستمبر	پٹھان بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کلیانوالہ، کنجوانی	-	روزنامہ جنگ
11 ستمبر	ساجد	مرد	18 برس	-	-	مالی حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	بدلی شریف، رحیم یار خان	-	ایکسپریس ٹریبون
12 ستمبر	حسن	مرد	22 برس	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	بزرگوال، گجرات	-	روزنامہ جنگ
12 ستمبر	ثمینہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کندیاں، قصور	-	روزنامہ جنگ
12 ستمبر	اظہر	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کوٹھ جھنگ شمیم، حویلی لکھا	-	روزنامہ جنگ
12 ستمبر	-	مرد	70 برس	-	-	-	ٹرین تلے کود کر	ریلوے سٹیشن، مرید کے	-	روزنامہ جنگ
12 ستمبر	ندیم	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	چوری کا الزام لگنے پر	زہر خورانی	محلّہ اسلام پورہ، سانگلہ ہل	-	روزنامہ نوائے وقت
12 ستمبر	بلی	خاتون	15 برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	صادق آباد	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
12 ستمبر	جنتی مائی	خاتون	40 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	صادق آباد	-	روزنامہ جنگ
12 ستمبر	-	خاتون	-	-	-	-	نہر میں کود کر	شادن لنڈ	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	محمد فاروق	مرد	35 برس	-	شادی شدہ	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	نشتر کالونی، لاہور	-	روزنامہ ایکسپریس
13 ستمبر	حیدر علی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	فیصل کالونی، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	-	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	علی ٹاؤن، فیصل آبا	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	ابرار	مرد	21 برس	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	سر سید ٹاؤن، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	محمد عرفان	مرد	21 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	دامن مہاڑ، جوہر آباد	-	روزنامہ جنگ
13 ستمبر	حاکم بروہی	مرد	22 برس	-	-	بیروزگاری سے دلبرداشتہ	خود کو گولی مار کر	نبی شاہ وگن، شکار پور، سندھ	-	روزنامہ کاوش
14 ستمبر	نبیل	مرد	22 برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	بیڈن روڈ، لاہور	-	روزنامہ ڈان
14 ستمبر	بشیر خان	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	ڈیرہ اللہ یار، جعفر آباد	-	روزنامہ ڈان
14 ستمبر	ب م	خاتون	25 برس	-	شادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	شاہ گرام، سوات	درج	روزنامہ آج
14 ستمبر	ہمت علی	مرد	19 برس	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	گوٹھ وڈی جاکھری، سندھ	-	روزنامہ کاوش
15 ستمبر	حارث	مرد	19 برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	پھندا ڈال کر	شاہدرہ، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
15 ستمبر	خالد	مرد	45 برس	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	ریل بازار، فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
15 ستمبر	عمیر	مرد	14 بر	-	غیر شادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	سرائے عالمگیر	-	روزنامہ نوائے وقت
15 ستمبر	-	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	محلہ عیدگاہ، منچن آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
15 ستمبر	عباد علی	مرد	24 برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	رحمان آباد، محمد آباد، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
15 ستمبر	-	مرد	27 برس	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہر خورانی	محلہ محمد پورہ، عارف والہ	-	روزنامہ جنگ
15 ستمبر	بابر	مرد	20 برس	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	چوہنگ، لاہور	-	روزنامہ نئی بات
15 ستمبر	اختر بی بی	خاتون	23 برس	-	غیر شادی شدہ	منگنی ٹوٹنے پر دلبرداشتہ	زہر خورانی	موسے والی، پاکپتن	-	روزنامہ نئی بات
15 ستمبر	راشد	مرد	21 برس	-	غیر شادی شدہ	-	زہر خورانی	موضع پیروی ہٹی، پاکپتن	-	روزنامہ نئی بات
15 ستمبر	زاہد	مرد	28 برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہر خورانی	گجر پورہ، لاہور	-	روزنامہ نیوز
15 ستمبر	قمر عباس	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	کسوکے، حافظ آباد	-	روزنامہ خبریں
15 ستمبر	حسن آراء	خاتون	-	-	-	-	زہر خورانی	گاؤں باڑی، بندمندنی، چارسدہ	درج	روزنامہ ایکسپریس
15 ستمبر	خالد خان	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	گاؤں اتمانزئی، چارسدہ	درج	روزنامہ آج
15 ستمبر	جاوید کنرانی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خود کو گولی مار کر	ٹھل، جیکب آباد، سندھ	-	روزنامہ کاوش
16 ستمبر	شکیلہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خود کو آگ لگا کر	عبداللہ ٹاؤن ہنجروال، لاہور	-	روزنامہ ایکسپریس
16 ستمبر	زرینہ	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	کالج میں داخلہ نہ ملنے پر	دریا میں کود کر	سرگودھا	-	روزنامہ نئی بات
16 ستمبر	-	مرد	19 برس	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہر خورانی	محلّہ راوی نگر، سمندری، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
16 ستمبر	شہزاد	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	تتلے عالی	-	روزنامہ جنگ
16 ستمبر	نبیلہ	خاتون	30 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	تتلے عالی، گوجرانوالہ	-	روزنامہ جنگ
16 ستمبر	عمران	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
16 ستمبر	اکرم	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
16 ستمبر	شہادت علی	مرد	45 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ننکانہ	-	روزنامہ جنگ
16 ستمبر	شاہنواز	مرد	22 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	اسماعیل پور لودھراں	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
16 ستمبر	کلثوم مائی	خاتون	28برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	صادق آباد	-	روزنامہ آغاز سفر
16 ستمبر	شاہنواز	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	سبی	درج	روزنامہ انتخاب
16 ستمبر	سعید بروہی	خاتون	22برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	نزد سجاول جونیجو، قمبر، سندھ		روزنامہ کاوش
17 ستمبر	عظمیٰ	خاتون	25برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	سنت نگر، لاہور	-	روزنامہ جنگ
17 ستمبر	عرفان	مرد	35برس	-	-	ذہنی معذوری	زہرخورانی	جڑانوالہ، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
17 ستمبر	زاہد بٹ	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	منٹگمری بازار، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
17 ستمبر	توصیف احمد	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	جوہر آباد	-	روزنامہ جنگ
17 ستمبر	نوراحمد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	مصطفیٰ آباد، حافظ آباد	-	روزنامہ جنگ
17 ستمبر	طلعت	مرد	17برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	کھڈالی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
17 ستمبر	زبیدہ	خاتون	-	-	-	-	ٹرین تلے کودکر	احمد پور شرقیہ، بہاولپور	-	خواجہ اسد اللہ
17 ستمبر	سفیرالدین	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	ژوب	درج	روزنامہ انتخاب
17 ستمبر	اقبال	مرد	22برس	-	-	-	خودکو گولی مارکر	ملوک آباد، بینگورہ، سوات	درج	روزنامہ آج
18 ستمبر	-	مرد	16برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ماموں کانجن	-	روزنامہ نوائے وقت
18 ستمبر	ر	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	نہر میں کودکر	موچھ	-	روزنامہ نوائے وقت
18 ستمبر	مقدس	خاتون	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیصل آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
18 ستمبر	شہباز	مرد	-	-	-	-	-	گوجرہ	-	روزنامہ نوائے وقت
18 ستمبر	رمضان	مرد	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چڑامنڈی، گوجرہ	-	روزنامہ جنگ
18 ستمبر	اصغر	مرد	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گاؤں محمد شریف، امین پور بنگلہ	-	روزنامہ جنگ
18 ستمبر	امتیاز علی	مرد	-	-	-	ذہنی معذوری	پھندا ڈال کر	شرقپور	-	روزنامہ دنیا
19 ستمبر	انور بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	اسلام آباد، ننکانہ	-	روزنامہ جنگ
19 ستمبر	شبیر حسین	مرد	29برس	-	-	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	علامہ اقبال کالونی، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
19 ستمبر	ثوبیہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ایمن آباد، کاموکی	-	روزنامہ جنگ
19 ستمبر	محمد شریف	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	فیض آباد	-	روزنامہ جنگ
19 ستمبر	عبید اسلم	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع نارنگ سنیال، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
19 ستمبر	ذنیرہ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	موضع نارنگ سنیال، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ
19 ستمبر	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	نہر میں کودکر	گاؤں کوٹلہ، ڈی آئی خان	درج	روزنامہ آج
19 ستمبر	ایوب عسکر	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مارکر	گاؤں چمکنی، پشاور	درج	روزنامہ آج
20 ستمبر	شہباز	مرد	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	گلشن اقبال، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
20 ستمبر	حفیظ اللہ	مرد	28برس	-	-	ذہنی معذوری	خودکو گولی مارکر	64ای بی، عارف والہ	-	روزنامہ جنگ
20 ستمبر	نذیر احمد	مرد	35برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کمرمشانی	-	روزنامہ جنگ
20 ستمبر	غلام مصطفیٰ	مرد	21برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	دلے والا	-	روزنامہ جنگ
20 ستمبر	عبدالرؤف	مرد	55برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	بلاک 16، سرگودھا	-	روزنامہ جنگ
20 ستمبر	نوشیر	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈھڈی والا، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
20 ستمبر	عمران	مرد	25برس	-	-	گھریلو جھگڑا	ٹرین تلے کودکر	فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
20 ستمبر	عبدالرشید	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو آگ لگاکر	اوکاڑہ	-	روزنامہ نئی بات

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
20 ستمبر	محمد عباس	مرد	60 برس	-	-	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	الہ آباد	-	روزنامہ نوائے وقت
21 ستمبر	فضل	مرد	-	-	شادی شدہ	معاشی حالات سے دلبرداشتہ	خودکو گولی مارکر	شاد باغ، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
21 ستمبر	س	خاتون		-	شادی شدہ	-	پھندا ڈال کر	جنڈانوالہ	-	روزنامہ نوائے وقت
21 ستمبر	محمد ارشد	مرد	32 برس	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہرخورانی	موضع چک طاہر، پھالیہ	-	روزنامہ نوائے وقت
21 ستمبر	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	خودکو گولی مارکر	گاؤں سفید ڈھیر، پشاور	درج	روزنامہ آج
22 ستمبر	تنویر	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	بہاولپور	-	روزنامہ نیوز
22 ستمبر	شوکت	مرد	-	-	-	-	پھندا ڈال کر	کوئٹہ	-	روزنامہ ڈان
23 ستمبر	شکیل احمد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	پھندا ڈال کر	شیخوپورہ روڈ، شاہ کوٹ	-	روزنامہ نوائے وقت
23 ستمبر	قربان	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مارکر	میانوالی	-	روزنامہ نوائے وقت
23 ستمبر	ناصر	مرد	-	-	-	ذہنی معذوری	ٹرین تلے کودکر	نارروال	-	روزنامہ نوائے وقت
23 ستمبر	ندیم خان	مرد	-	-	-	-	خودکو گولی مارکر	واں بھچراں	-	روزنامہ جنگ
23 ستمبر	زاہد اقبال	مرد	16 برس	-	غیر شادی شدہ	-	زہرخورانی	جڑانوالہ، فیصل آباد	-	ایکسپریس ٹریبون
24 ستمبر	غلام محمد	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	سمن آباد، فیصل آباد	-	روزنامہ دنیا
24 ستمبر	رضوان	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	مدینہ ٹاؤن، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	عظیم	مرد	-	-	غیر شادی شدہ	-	زہرخورانی	بٹالہ کالونی، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	زریاب	مرد	-	-	-	-	-	دیونہ منڈی، گجرات	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	مہوش	خاتون	-	-	شادی شدہ	طلاق پردلبرداشتہ ہوکر	خودکو گولی مارکر	سرائے عالمگیر	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	-	خاتون	15 برس	-	غیر شادی شدہ	بیماری سے دلبرداشتہ ہوکر	پھندا ڈال کر	دلے والا	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	عقیل	مرد	22 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	خودکو گولی مارکر	دسہرہ گراؤنڈ، ساہیوال	-	روزنامہ جنگ

اقدام خودکشی:

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
25 اگست	رفیع اللہ	مرد	38 برس	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	نہر میں کودکر	لنڈ پور، گجرات	-	روزنامہ نوائے وقت
25 اگست	اعجاز	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کھیالی، گوجرانوالہ	-	روزنامہ نوائے وقت
26 اگست	-	خاتون	-	-	-	ٹرین تلے کودکر	-	صادق آباد	درج	روزنامہ جنگ
26 اگست	صنم جوگی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	میرواہ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
28 اگست	زاہدہ حمید	خاتون	27 برس		-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	محلہ وزیرنگر، پاکپتن	-	روزنامہ نیوز
28 اگست	روبینہ بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	چوک پٹھانستان، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
28 اگست	مینو مائی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	بستی مولویاں، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
28 اگست	نصرت بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	باغوبہار، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
28 اگست	سعید احمد	مرد	18 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	چک 73، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
28 اگست	سکینہ بی بی	خاتون	15 برس	-	-	مالی حالات سے دلبرداشتہ	-	چک 115، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
28 اگست	مصری بی بی	خاتون	18 برس	-	-	مالی حالات سے دلبرداشتہ	-	باغوبہار، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
28اگست	منورعلی	خاتون	-	-	-	مالی حالات سے دلبرداشتہ	-	رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
28اگست	فوزیہ	خاتون	16برس	-	-	مالی حالات سے دلبرداشتہ	-	اقبال آباد، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
29اگست	آمنہ دستی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو حالات سے دلبرداشتہ	زہرخورانی	ٹھری میرواہ، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
31اگست	ن	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	کندھ کوٹ، کشمور، سندھ	-	روزنامہ کاوش
یکم ستمبر	رزاق ڈونوناریجو	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	خیرپورمیرس، سندھ	-	روزنامہ کاوش
2ستمبر	کمال احمد	مرد	-	-	-	مالی حالات سے دلبرداشتہ	-	بستی مولویاں، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
2ستمبر	علی نواز	مرد	25برس	-	-	مالی حالات سے دلبرداشتہ	-	اقبال آباد، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
2ستمبر	ظفرعلی	مرد	22برس	-	-	مالی حالات سے دلبرداشتہ	-	چک 9 سی، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
2ستمبر	حسنین مائی	خاتون	45برس	-	شادی شدہ	مالی حالات سے دلبرداشتہ	-	آبادپور، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
2ستمبر	صدام حسین	مرد	19برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	لیاقت پور، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
2ستمبر	آصف	مرد	22برس	-	-	-	-	بستی کانجو، لیاقت پور	-	روزنامہ جنگ
2ستمبر	ثمینہ سولنگی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خیرپورمیرس، سندھ	-	روزنامہ کاوش
2ستمبر	عرفان علی شیخ	مرد	-	-	-	-	زہرخورانی	خیرپورمیرس، سندھ	-	روزنامہ کاوش
3ستمبر	سلمہ بی بی	خاتون	65برس	-	-	-	زہرخورانی	مرشدآباد، پسرور	-	روزنامہ نئی بات
4ستمبر	اسماعیل	مرد	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ڈجکوٹ، فیصل آباد	-	روزنامہ جنگ
4ستمبر	عظمیٰ بی بی	خاتون	18برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ننکانہ	-	روزنامہ ایکسپریس
4ستمبر	صاحبہ بی بی	خاتون	46برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	واربرٹن روڈ، ننکانہ	-	روزنامہ ایکسپریس
4ستمبر	عمران میرانی	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خانپور، شکارپور، سندھ	-	روزنامہ کاوش
5ستمبر	شاہد اقبال	مرد	24برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	ننکانہ	-	روزنامہ ایکسپریس
5ستمبر	نجمہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	-	خودکوآگ لگاکر	شاہدرہ، لاہور	-	روزنامہ نئی بات
6ستمبر	شہنازبی بی	خاتون	-	-	-	-	-	خانپور	-	روزنامہ جنگ
6ستمبر	خالد	مرد	30برس	-	-	-	-	-	-	روزنامہ جنگ
6ستمبر	حق نواز	مرد	25برس	-	-	-	-	محمدنگر،، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
6ستمبر	حفیظ اللہ	مرد	25برس	-	-	-	-	-	-	روزنامہ جنگ
6ستمبر	راجب علی	مرد	22برس	-	-	-	-	آدم صحابہ،، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
6ستمبر	مایابی بی	خاتون	20برس	-	-	-	-	-	-	روزنامہ جنگ
6ستمبر	نویداحمد	مرد	22برس	-	-	-	-	صادق پور،، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
6ستمبر	صباءبی بی	خاتون	19برس	-	-	-	-	امان گڑھ،، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
6ستمبر	شیرباز	مرد	20برس	-	-	-	-	صادق آباد،، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
7ستمبر	نجمہ بی بی	خاتون	-	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	خودکوگولی مارکر	کندھ کوٹ، رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
7ستمبر	فہیم احمد	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	رحیم یارخان	-	روزنامہ جنگ
7ستمبر	عالمی بی بی	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	خانیوال	-	روزنامہ جنگ
10ستمبر	پٹھانی جسکانی	خاتون	22برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہرخورانی	چونڈکو، خیرپورمیرس	-	روزنامہ کاوش
11ستمبر	محمدعلی شیخ	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	سکھر	-	روزنامہ کاوش

تاریخ	نام	جنس	عمر		ازدواجی حیثیت	وجہ	کیسے	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
11 ستمبر	عابدہ چنو	خاتون	32 برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	سوبھوڈیرو، خیر پور میرس، سندھ	-	روزنامہ کاوش
14 ستمبر	زاہد	مرد	26 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	غوث نگر حیات	-	روزنامہ ایکسپریس
15 ستمبر	-	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	ننکانہ	-	روزنامہ خبریں
15 ستمبر	-	مرد	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	کپوروالی، سیالکوٹ	-	ایکسپریس ٹریبون
15 ستمبر	عمر جان	مرد	-	-	-	-	خود کو گولی مار کر	تربت، بلوچستان	-	روزنامہ جنگ
16 ستمبر	رضیہ	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	پسند کی شادی نہ ہونے پر	زہر خورانی	فیکٹری ایریا، لاہور	-	سنوائے وقت
16 ستمبر	-	خاتون	55 برس	-	-	ذہنی معذوری	ٹرین تلے کود کر	سوئی گیس چوک، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
16 ستمبر	شازیہ	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	امتحان میں ناکام ہونے پر	زہر خورانی	ٹاؤن شپ، لاہور	-	روزنامہ نوائے وقت
17 ستمبر	محمد منشاء	مرد	-	-	شادی شدہ	زیادہ بجلی کا بل آنے پر	خود کو آگ لگا کر	واپڈا ہاؤس، حافظ آباد	-	روزنامہ نئی بات
18 ستمبر	نصیب علی	مرد	-	-	-	-	-	قلعہ کالروالا	-	روزنامہ دنیا
18 ستمبر	شاہد	مرد	23 برس	-	-	ذہنی معذوری	-	سوئی گیس چوک، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
18 ستمبر	یوسف	مرد	20 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	خانپور	-	روزنامہ جنگ
18 ستمبر	شہزادی	خاتون	16 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
18 ستمبر	روبینہ	خاتون	23 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	دڑی عظیم خان، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
18 ستمبر	عبدالسلام	مرد	-	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	-	جمالدین والی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
18 ستمبر	شہزاد احمد	مرد	18 برس	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	-	رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
18 ستمبر	وقاص احمد	مرد	24 برس	-	-	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	-	چک 131، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
21 ستمبر	نسرین	خاتون	18 برس	-	غیر شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	بستی میر، ننکانہ صاحب	-	روزنامہ دنیا
21 ستمبر	نور بی بی	خاتون	60 برس	-	شادی شدہ	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	صدر، ڈسکہ	-	روزنامہ نیوز
21 ستمبر	-	خاتون	-	-	شادی شدہ	غربت سے دلبرداشتہ ہوکر	زہر خورانی	موضع چک ظاہر، پھالیہ	-	روزنامہ نوائے وقت
22 ستمبر	فائزہ	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	زہر خورانی	چک 34 ایس پی، پاکپتن	-	روزنامہ نیوز
23 ستمبر	صوبہ جی	مرد	18 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	چک 109، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
23 ستمبر	منصور احمد	مرد	35 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	بستی امانت علی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
23 ستمبر	نوید احمد	مرد	30 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	رحمان کالونی،، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
23 ستمبر	عبدالستار	مرد	35 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	مئو مبارک، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
23 ستمبر	شیلہ بی بی	خاتون	21 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	وائرلس پل، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
23 ستمبر	ثریا بی بی	خاتون	28 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
23 ستمبر	عابدہ بی بی	خاتون	25 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	نیازی کالونی، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
23 ستمبر	بھانل مائی	خاتون	25 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	بستی بلوخان، رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	ہارون فاروقی	مرد	26 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	حسیاں	خاتون	-	-	-	گھریلو جھگڑا	-	رحیم یار خان	-	روزنامہ جنگ
24 ستمبر	شوکت علی	مرد	18 برس	-	-	گھریلو جھگڑا	-	میانوالی قریشیاں	-	روزنامہ جنگ
25 ستمبر	زرینہ	خاتون	-	-	شادی شدہ	پولیس سے انصاف نہ ملنے پر	خود کو آگ لگا کر	ملتان	-	روزنامہ خبریں
25 ستمبر	شاہینہ	خاتون	-	-	غیر شادی شدہ	پولیس سے انصاف نہ ملنے پر	خود کو آگ لگا کر	ملتان	-	روزنامہ خبریں

کاری، کارو کہہ کر مار ڈالا:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور ''جہد حق'' کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 25 اگست سے 23 ستمبر تک 25 افراد پر کارو کاری کا الزام لگا کر قتل کر دیا گیا۔ جن میں 20 خواتین اور 5 مرد شامل ہیں۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	آلہ واردات	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	واقعہ کی بظاہر کوئی اور وجہ	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
25 اگست	گل بانو شنبانی	خاتون	ـ	شادی شدہ	پٹھان شنبانی	بندوق	خاوند	گوٹھ پناہ شنبانی، صالح پٹ، سکھر۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
25 اگست	ذوالفقار شنبانی	مرد	ـ	ـ	پٹھان شنبانی	بندوق	رشتے دار	گوٹھ پناہ شنبانی، صالح پٹ، سکھر۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
26 اگست	گل ناز بلیدی	خاتون	23 برس	شادی شدہ	مورزادو بلیدی	بندوق	خاوند	گوٹھ نوازو جاگیر، جیکب آباد۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
27 اگست	عظیماں شر	خاتون	ـ	شادی شدہ	خادم شر	لاٹھی	خاوند	گوٹھ ڈنگڑ مہاڑی، ٹھری میرواہ، خیر پور میرس	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
27 اگست	دھیانی نانچ	خاتون	ـ	بیوہ	طالب نانچ	بندوق	بھائی	گوٹھ گولو نانچ، بھریوٹی، نوشہرو فیروز، سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
27 اگست	فیروز بروہی	مرد	17 برس	غیر شادی شدہ	صیفل پنجابی	بندوق	پڑوسی	حیدر شاہ محلّہ گڑھی خیرو، جیکب آباد۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
28 اگست	میماں دشتی	خاتون	ـ	شادی شدہ	یار علی دشتی اور ساتھی	بندوق	خاوند	ڈھن بنگلو، کشمور۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
28 اگست	مسماۃ مکھنی	مرد	25 برس	شادی شدہ	حضور بخش مڑل	بندوق	خاوند	RD109، دیہہ لہڑی، کشمور۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
30 اگست	لکھاں سبزوئی	خاتون	ـ	شادی شدہ	بنگل سبزوئی اور ساتھی	بندوق	بھائی	گوٹھ صیفل سبزوئی، کندھ کوٹ، کشمور۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
31 اگست	حمیدہ شیخ	خاتون	ـ	شادی شدہ	ظہور شیخ	کلہاڑی	خاوند	ڈہرکی، گھوٹکی۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
02 ستمبر	قمر کا کیپوٹو	خاتون	30 برس	بیوہ	میر خان کا کیپوٹو	گولی مار کر	چچازاد بیٹا	گوٹھ شربت کا کیپوٹو، جیکب آباد۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
03 ستمبر	صدوری جتوئی	خاتون	ـ	شادی شدہ	امداد جتوئی	کلہاڑی	خاوند	میرو خان، قمبر۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کوشش
04 ستمبر	صفوراں ناریجو	خاتون	18 برس	ـ	غلام فرید ناریجو	بندوق	باپ	گوٹھ حاجی میرل ناریجو، پریالوء، خیر پور میرس	ـ	درج	ـ	روزنامہ کوشش
05 ستمبر	فاطمہ کلہوڑو	خاتون	ـ	شادی شدہ	زاہد کلہوڑو	بندوق	خاوند	گوٹھ شیر محمد کلہوڑو، دادو۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ عوامی آواز
07 ستمبر	سیانی عمرانی	خاتون	26 برس	شادی شدہ	علی گل عمرانی	بندوق	سسر	گوٹھ جیئند جونیجو، سجاول جونیجو، قمبر۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
12 ستمبر	ثمینہ پتافی	خاتون	24 برس	شادی شدہ	گلن پتافی	بندوق	خاوند	گوٹھ نتھو گبول، میر پور ماتھیلو، گھوٹکی۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
13 ستمبر	رابعہ نصیرانی	خاتون	ـ	ـ	ـ	ـ	ـ	گوٹھ دڑی سندرانی، غوثپور، کشمور۔ سندھ	ـ	ـ	ـ	روزنامہ کاوش
19 ستمبر	اللہ بچائی سولنگی	خاتون	25 برس	ـ	صوبدار سولنگی	کلہاڑی	چچازاد بیٹا	گوٹھ ایوب سولنگی، سامارو، عمرکوٹ۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
19 ستمبر	فرزانہ سولنگی	خاتون	21 برس	ـ	صوبدار سولنگی	کلہاڑی	چچا	گوٹھ ایوب سولنگی، سامارو، عمرکوٹ۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ کاوش
20 ستمبر	کائنات چانڈیو	خاتون	30 برس	شادی شدہ	عبدالستار پریو	کلہاڑی	خاوند	ناصر ٹاؤن، محمود آباد، میر پور خاص۔ سندھ	ـ	درج	گرفتار	روزنامہ عوامی آواز
21 ستمبر	اربیلی پھجن	خاتون	30 برس	شادی شدہ	غلام سرور پھجن	بندوق	خاوند	بڈانی، بخشاپور، کمشور۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کوشش
22 ستمبر	شاہ خاتوں جتوئی	خاتون	70 برس	شادی شدہ		کلہاڑی	بیٹے	نزد بچل بھیو، لکھی غلام شاہ، شکار پور۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
23 ستمبر	نصرت گولو	مرد	ـ	شادی شدہ	ـ	بندوق	دیور	گوٹھ رہزن گولو، بخشاپور، کمشور۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کوشش
23 ستمبر	حوراں بلو	خاتون	20 برس	ـ	امداد بلو اور ساتھی	بندوق	باپ	گوٹھ رب ڈنو جتوئی، خانپور، شکار پور۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش
23 ستمبر	میر محمد مصرانی جتوئی	مرد	40 برس	شادی	امداد بلو اور ساتھی	بندوق	دوستی والا	گوٹھ رب ڈنو جتوئی، خانپور، شکار پور۔ سندھ	ـ	درج	ـ	روزنامہ کاوش

جنسی تشدد کے واقعات:

مختلف اخبارات میں شائع ہونے والی خبروں اور جہدحق کے نامہ نگاروں کی جانب سے بھجوائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق 25 اگست سے 12 ستمبر تک 67 افراد کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ جنسی زیادتی کا شکار ہونے والوں میں 50 خواتین شامل ہیں۔ 46 واقعات کے مقدمات درج کیے گئے اور 8 واقعات میں ملوث افراد گرفتار ہوئے۔

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت/مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج/نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
25اگست	۔	بچہ	۔	غیرشادی شدہ	شہباز	اہل علاقہ	گھیاڑ والا، فیروزوالہ	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
25اگست	ث	خاتون	۔	غیرشادی شدہ	آصف باجوہ، آصف رسول	اہل علاقہ	فیصل آباد	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
25اگست	اعجاز احمد	مرد	۔	۔	فیاض شاہ	اہل علاقہ	حافظ آباد	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
25اگست	ر	بچی	3برس	غیرشادی شدہ	۔	اہل علاقہ	چترانہ، شکرگڑھ	درج	۔	روزنامہ خبریں
25اگست	ع	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	مون جاوید	اہل علاقہ	چشتیاں چوک، غلام آباد، فیصل آباد	۔	۔	روزنامہ خبریں
26اگست	ش	خاتون	25برس	۔	۔	اہل علاقہ	بلوچنی، فیصل آباد	درج	۔	ایکسپریس ٹریبون
26اگست	الف	بچی	6برس	غیرشادی شدہ	عرفان	اہل علاقہ	جاکے چھٹہ	درج	۔	روزنامہ گرفتار
27اگست	ن	بچی	5برس	غیرشادی شدہ	صدیق	اہل علاقہ	بھولا چک، شاہ کوٹ	درج	گرفتار	روزنامہ جنگ
27اگست	م	مرد	۔	غیرشادی شدہ	۔	۔	ٹبہ سلطان پورہ، کوٹ ادو	درج	۔	روزنامہ جنگ
27اگست	م	خاتون	۔	شادی شدہ	سلیمان کوکب	۔	رام پور جتوئی	درج	۔	روزنامہ جنگ
27اگست	شمعون	بچہ	4برس	غیرشادی شدہ	عدنان	اہل علاقہ	محلّہ توحید آباد، مانگا منڈی	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
27اگست	ف	بچی	6برس	غیرشادی شدہ	شہزاد	اہل علاقہ	محلّہ مغلپورہ، پسرور	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
27اگست	ع	بچی	10برس	غیرشادی شدہ	مسعود	اہل علاقہ	لوہاری گیٹ، لاہور	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
28اگست	ن	خاتون	۔	۔	منصور احمد	اہل علاقہ	چناب نگر	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
28اگست	ش	خاتون	۔	۔	تنویر	اہل علاقہ	ماڈل ٹاؤن، فیصل آباد	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
28اگست	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	اصغر	اہل علاقہ	دھلے، گوجرانوالہ	۔	۔	روزنامہ نیوز
28اگست	م	خاتون	۔	۔	عابد	اہل علاقہ	عباس نگر، چناب نگر	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
28اگست	۔	بچہ	13برس	غیرشادی شدہ	محمد ریافت	اہل علاقہ	ستیانہ، فیصل آباد	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس ٹریبون
28اگست	ر	خاتون	14برس	غیرشادی شدہ	حسن علی	کزن	علی پور	درج	۔	روزنامہ جنگ
29اگست	ر	خاتون	۔	شادی شدہ	شاہد بلوچ	۔	حاصل پور، بہاولپور	درج	۔	شیخ مقبول
31اگست	ثاقب	مرد	۔	غیرشادی شدہ	عابد علی	اہل علاقہ	اوکاڑہ	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت /مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج /نہیں	ملزم گرفتار/نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن/اخبار
31اگست	اسامہ	مرد	ـ	غیرشادی شدہ	حسنین،حامد،آفتاب	اہل علاقہ	حافظ آباد	درج	ـ	روزنامہ خبریں
31اگست	ف	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ارشد،امتیاز عمران	اہل علاقہ	کوٹ نیڈی واس،شیخوپورہ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31اگست	ع	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ندیم اقبال	اہل علاقہ	31/1ایل،اوکاڑہ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31اگست	ن	خاتون	ـ	شادی شدہ	خالد علی	اہل علاقہ	چناب نگر	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31اگست	ر	خاتون	ـ	ـ	زاہد اسلم	اہل علاقہ	ساہوکا	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
31اگست	فرحان	مرد	20برس	غیرشادی شدہ	احتشام	اہل علاقہ	کھوکھر ٹاؤن،سیالکوٹ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
یکم ستمبر	سیف اللہ	مرد	16برس	غیرشادی شدہ	اعجاز،شانی،ظہور،سنی	اہل علاقہ	محلّہ حبیب آباد،نہنگ	درج	ـ	روزنامہ نئی بات
یکم ستمبر	خ	بچی	7برس	غیرشادی شدہ	علی احمد	اہل علاقہ	گاؤں دھیرہ، پسرور	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
یکم ستمبر	ف	خاتون	ـ	شادی شدہ	سرفراز	اہل علاقہ	اوکاڑہ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
یکم ستمبر	س	خاتون	ـ	ـ	عابد	اہل علاقہ	اوکاڑہ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
یکم ستمبر	سمیع اللہ	بچہ	ـ	غیرشادی شدہ	فرید	اہل علاقہ	رحمت اللہ کالونی،اوکاڑہ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
2ستمبر	فرح	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	ریاض	اہل علاقہ	جھنگ بازار،فیصل آباد	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
2ستمبر	ح	خاتون	ـ	ـ	ریاض،نیاز	اہل علاقہ	تھانہ بہل،بھکر	درج	ـ	روزنامہ نوائے وقت
2ستمبر	ـ	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	نومی	اہل علاقہ	4/14ایل،چیچہ وطنی	درج	ـ	روزنامہ ایکسپریس
2ستمبر	ع	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	عمران	کزن	ڈیفنس،لاہور	درج	ـ	روزنامہ ایکسپریس
4ستمبر	ع	خاتون	ـ	شادی شدہ	جمشید،نعیم،افضال،کامران	اہل علاقہ	وزیر آباد	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
4ستمبر	س	خاتون	ـ	ـ	فیصل	اہل علاقہ	حسین آباد،فیصل آباد	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
4ستمبر	بلال حسین	مرد	9برس	غیرشادی شدہ	عمران	اہل علاقہ	چنیوٹ	ـ	ـ	روزنامہ نوائے وقت
4ستمبر	ـ	خاتون	ـ	ـ	بختاور زمان	اہل علاقہ	بٹالہ کالونی،فیصل آباد	درج	ـ	روزنامہ ایکسپریس ٹریبون
5ستمبر	علی حسن	مرد	12برس	غیرشادی شدہ	عمران	ـ	اقبال آباد،رحیم یار خان	درج	ـ	روزنامہ جنگ
5ستمبر	م	مرد	15برس	غیرشادی شدہ	صدیق	ـ	ـ	درج	ـ	روزنامہ جنگ
5ستمبر	ک	خاتون	ـ	شادی شدہ	خضر حیات	ـ	خانیوال	درج	ـ	روزنامہ جنگ
6ستمبر	ـ	خاتون	ـ	غیرشادی شدہ	عبدالرحمان	اہل علاقہ	چک واسو، پاکپتن	درج	ـ	نیوز

تاریخ	نام	جنس	عمر	ازدواجی حیثیت	ملزم کا نام	ملزم کا متاثرہ عورت / مرد سے تعلق	مقام	ایف آئی آر درج / نہیں	ملزم گرفتار / نہیں	اطلاع دینے والے HRCP کارکن / اخبار
6 ستمبر	خورشید بی بی	خاتون	۔	شادی شدہ	خضر حیات	۔	خانیوال	درج	۔	روزنامہ جنگ
6 ستمبر	ش	خاتون	۔	۔	غلام عباس	۔	میاں چنوں	درج	۔	روزنامہ جنگ
6 ستمبر	س	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	اسرار علی	۔	رحیم یار خان	درج	۔	روزنامہ جنگ
6 ستمبر	ن	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	نواز	۔	میاں چنوں	درج	۔	روزنامہ جنگ
6 ستمبر	ش	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	صفدر اقبال	۔	بستی حسین آباد، کبیر والہ	درج	۔	روزنامہ جنگ
6 ستمبر	س ب	خاتون	۔	۔	مختیار احمد	۔	رحیم یار خان	درج	۔	روزنامہ جنگ
7 ستمبر	ط	خاتون	۔	شادی شدہ	عرفان	اہل علاقہ	سول لائن، لاہور	درج	۔	روزنامہ مشرق
7 ستمبر	محمد طیب	بچہ	5 برس	غیر شادی شدہ	نعمان، حسن	اہل علاقہ	مصطفیٰ آباد، کوٹ مومن	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
7 ستمبر	عمر	بچہ	12 برس	غیر شادی شدہ	حسن	اہل علاقہ	واہنڈو	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
8 ستمبر	کرن	بچی	12 برس	غیر شادی شدہ	عزیز خان	اہل علاقہ	شیرو آنہ، جڑانوالہ، فیصل آباد	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
8 ستمبر	ث	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	شبیر	اہل علاقہ	گاؤں اولکھ، قصور	درج	۔	روزنامہ خبریں
8 ستمبر	۔	خاتون	۔	شادی شدہ	۔	اہل علاقہ	مانانوالہ، شیخوپورہ	۔	۔	روزنامہ خبریں
8 ستمبر	ر	خاتون	14 برس	غیر شادی شدہ	سخی محمد، رضوان	اہل علاقہ	سنگھرہ، رینالہ خورد	درج	۔	روزنامہ ایکسپریس
9 ستمبر	ب	خاتون	۔	۔	ماجو، صابری	اہل علاقہ	باٹاپور، لاہور	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
9 ستمبر	اذان حیدر	بچہ	10 برس	غیر شادی شدہ	عدنان	اہل علاقہ	دارالعلوم جامعہ حنیفہ، قصور	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
9 ستمبر	۔	خاتون	14 برس	غیر شادی شدہ	نعیم	اہل علاقہ	محلّہ سعید نگر، صفدر آباد	درج	گرفتار	روزنامہ نوائے وقت
9 ستمبر	ن	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	بادام، نذر، سلطان	اہل علاقہ	صدر گوگیرہ	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
10 ستمبر	ر	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	شاہ جہان درانی	اہل علاقہ	چک 11، بھکر	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
10 ستمبر	ص	خاتون	۔	۔	اعجاز، حفیظ، امیر بخش	۔	گلگشت، ملتان	درج	۔	روزنامہ جنگ
11 ستمبر	ن	خاتون	۔	شادی شدہ	صابر، پرویز	اہل علاقہ	گاؤں اٹارنی ورک، الہ آباد	۔	۔	روزنامہ نوائے وقت
11 ستمبر	۔	خاتون	۔	غیر شادی شدہ	آصف	اہل علاقہ	لنڈیانوالہ، فیصل آباد	درج	۔	روزنامہ نوائے وقت
11 ستمبر	س	خاتون	12 برس	غیر شادی شدہ	اسماعیل شاہ	۔	ساہوکا، رحیم شاہ	درج	۔	روزنامہ جنگ
12 ستمبر	۔	مرد	۔	غیر شادی شدہ	عمیر فیاض	۔	میلاچی، مظفر گڑھ	درج	۔	روزنامہ جنگ

تعلیم

سکول کو تباہ کر دیا

باجوڑایجنسی 8 ستمبر کو باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ناواگی کے علاقے کمانگرہ میں نامعلوم افراد نے گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول کو دھماکہ خیز مواد نصب کر کے تباہ کر دیا، جس کے نتیجے میں سکول مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ مذکورہ سکول 2010ء میں بھی عسکریت پسندوں نے تباہ کیا تھا جو کہ حال ہی میں حکومت نے دوبارہ تعمیر کیا تھا۔ باجوڑ ایجنسی میں تقریباً 97 سکول تباہ ہو گئے تھے جن میں 94 سکولز دوبارہ تعمیر کئے گئے ہیں۔ فورسز نے علاقے میں مشترکہ سرچ آپریشن شروع کیا اور علاقے کو گھیرے میں لے لیا جبکہ سراغ رساں کتوں کی مدد سے ایک مشکوک شخص کو گرفتار کر لیا گیا۔

(شاہد حبیب)

گرلز سکول کے قیام کا مطالبہ

باجوڑایجنسی باجوڑ ایجنسی کی تحصیل ماموند کے علاقے انعام خورو چینہ گئی چوپترہ میں گرلز پرائمری سکول نہ ہونے کی وجہ سے بچیاں تعلیم سے محروم ہیں۔ اہلیاں انعام خورو چینہ گئی چوپترہ نے حکومت، پولیٹیکل ایجنٹ باجوڑ ایجنسی اور محکمہ تعلیم کے اعلیٰ حکام سے مطالبہ کیا ہے کہ یہاں پر گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول کی منظوری دی جائے تاکہ یہاں کی بچیاں بھی تعلیم حاصل کر سکیں۔

(شاہد حبیب)

سٹاف روم اور پرنسپل آفس نذر آتش

پنجگور 26 اگست کو انتہا پسند تنظیم نے حملہ کر کے پنجگور کے ایک پرائیویٹ سکول کے سٹاف روم اور پرنسپل آفس کو نذر آتش کر دیا۔ مذکورہ سکول کو اسی روز دوبارہ کھولا گیا تھا۔ پرائیویٹ سکولز ایسوسی ایشن کے سربراہ ظاہر حسین بلوچ نے بتایا کہ اب وہ کسی بھی صورت میں دوبارہ سکولوں کو بند نہیں کریں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ ڈاکٹر مالک وزیر اعلیٰ بلوچستان نے علاقے کا دورہ کیا تھا لیکن ابھی تک کوئی بھی عملی اقدام نہیں اٹھایا گیا۔

(غنی پرواز)

تعلیمی سرگرمیاں جاری نہ ہو سکیں

کیچ کیچ کے علاقے شاپک کے تعلیمی ادارے گرمیوں کی تعطیلات ختم ہونے کے بعد بھی نہیں کھل سکے جس سے سینکڑوں طلباء وطالبات کا مستقبل خطرے میں پڑ گیا ہے۔ یہ علاقہ کسی زمانے میں تعلیمی سرگرمیوں کے حوالے سے پورے ضلع میں سرفہرست تھا لیکن چھاپوں، گرفتاریوں اور سیکورٹی فورسز اور مزاحمتی تنظیموں کے بیچ ہونے والے جھڑپوں کے باعث یہاں تعلیمی سرگرمیاں شدید متاثر ہوئی ہیں۔ شاپک کیچ کا واحد علاقہ ہے جہاں خواتین کی ایک کثیر تعداد تعلیم یافتہ ہے۔

(جمال پیر)

جہد حق پڑھنے والوں کے خطوط

تنخواہوں سے محروم ملازمین کا احتجاج

حیدرآباد ایچ ڈی اے مہران ورکرز یونین نے واسا کے مستقل کنٹریکٹ اور ورک چارج ملازمین کو کئی ماہ سے تنخواہیں نہ دینے کے خلاف تیسرے روز بھی پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کیا جس میں شریک ملازمین نے حکومت سندھ اور واسا انتظامیہ کے خلاف نعرے لگائے۔ یونین کے رہنماؤں نے بتایا کہ ہمارے احتجاج کو تین روز ہو گئے لیکن انتظامیہ اور حکومت سندھ نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔ انہوں نے کہا کہ ملازمین کو انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا جا رہا ہے کیونکہ کئی ماہ سے تنخواہ نہ ملنے سے ملازمین معاشی مشکلات کا شکار اور ذہنی اذیت سے دوچار ہیں، وہ شہر کا نکاسی و فراہمی آب کا نظام بند کرنے سمیت کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہو جائیں گے جس کی تمام تر ذمے داری حکومت اور انتظامیہ پر عائد ہوگی۔

(لالہ عبدالحلیم)

زیر حراست بیٹوں کی رہائی کا مطالبہ

تربت گوکدان کی رہائشی زینت بی بی نے کہا ہے کہ 6 ستمبر کو ڈی بلوچ سے تربت جاتے ہوئے سوراپ ندی میں سیکورٹی فورسز کی گاڑیوں پر دھماکہ کے بعد ان کے دو بیٹوں لطیف اور راشد تھانوی کو فورسز نے حراست میں لے لیا جو اس وقت اپنے گھر میں سو رہے تھے۔ بیٹوں کی رہائی اور خیریت معلوم کرنے کے لیے انہوں نے پولیس اور لیویز تھانوں کا چکر لگایا مگر ان کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ملیں۔ انہوں نے کہا کہ وہ غریب گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں ان کا کسی بھی تنظیم اور سیاسی سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے صوبائی حکومت، انسانی حقوق کے اداروں، ضلعی انتظامیہ اور سیکورٹی فورسز کے حکام سے مطالبہ کیا کہ ان کے زیر حراست بیٹوں کی رہائی کے لیے ان کے ساتھ تعاون کریں۔

(اسد اللہ بلوچ)

بنیادی سہولیات کی کمی

استور ضلع استور کا ضلعی ہیڈ کوارٹر بنیادی سہولیات سے محروم ہے۔ پورے ضلع کا سب سے زیادہ آبادی والا گاؤں گاریکوٹ میں نہ صحت کی سہولیات موجود ہیں اور نہ ہی تعلیم کی۔ بجلی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور بجلی کی ترسیل کا ذریعہ بھی انتہائی ناقص ہے جس کی وجہ سے کسی بڑے حادثے کا خطرہ رہتا ہے۔ واٹر سپلائی کا نظام بھی ٹھیک نہیں ہے۔ ہسپتال میں ایک بھی ڈاکٹر نہیں ہے اور ہسپتال کو پانی اور بجلی کی سہولت سے محروم رکھا گیا ہے۔

(رفیع اللہ)

شاہراہ کی خستہ حالت

چمن گزشتہ بارہ سال سے زیر تعمیر کوئٹہ چمن شاہراہ ابھی تک خستہ حالت میں ہے۔ تعمیری کام مکمل بند ہے۔ لوگ شاہراہ کی خستہ حالت کی وجہ سے ریلوے گاڑی کے ذریعے سے سفر کرتے ہیں لیکن بیماروں کے لیے سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ حکومت سے اپیل ہے کہ چمن کوئٹہ شاہراہ کی تعمیر جلد از جلد مکمل کی جائے۔

(محمد صدیق)

''تکثیری اقدار کے فروغ اور انسانی حقوق کی تعلیم'' کے حوالے سے

ٹمیاری، سانگھڑ، جامشورہ، اٹھل اور بیلہ ٹاؤن میں ورکشاپ کا انعقاد

6-7 ستمبر: ٹمیاری

9-10 ستمبر: سانگھڑ

11-12 ستمبر: جامشورہ

20-21 ستمبر: اٹھل

23-24 ستمبر: بیلہ ٹاؤن

20 ستمبر، اسلام آباد : پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے انتخابی اصلاحات کے موضوع پر ایک مشاورتی اجلاس کا اہتمام کیا

26 ستمبر: اسلام آباد
پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق نے فاٹا میں اصلاحات کے موضوع پر ایک مشاورتی تقریب کا اہتمام کیا۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
"ایوان جمہور" 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر: مکتبہ جدیدپریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15